

کلپ جا بدن

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

مصنفہ

ڈاکٹر صادق حسین ایم بی بی ایس



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ أَطِيعُو اَللّٰهَ  
وَأَطِيعُو رَسُولَهُ

جَمِيعُ الْعِبَادَاتِ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ

# مُعْدَثُ الْأَبْرَيْرِي

کتاب و متن فی وہی شیخی ہائے ولی، ۱۰۰ احادیث ائمہ رضا علیہ السلام سے ۱۲۰ جملہ مزبور

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و متن ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلسِ حقیقۃ النّشانِ اللّٰہی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعویٰ مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرہن سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاؤشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈ نگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com  
🌐 www.KitaboSunnat.com

(جملہ حقوق بحق مصنف نظرخواز)

# تحریک مجاہدین

جلد ختم

مُصنفہ

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

ڈاکٹر صادق حسین ایم بی بی ایس

حکومت پر زوال آیا تو پھر نام و نشان کب تک  
چرانغ کشته مخفل سے اٹھے گا دھوں کیتے تک

اس گھر کو اگ لگ گئی گھر کے چرانغ سے

عجب کیا ہے کہ بیڑا غرق ہو کر پھر اچل آئے  
کہ ہم نے القلب پر خگردوں یوں بھی دیکھے ہیں صادقہ

# فہرست مضمون

باب اول	باب سوم	صوفیہ	باب اول
دوسرا باب	فصل امیر نعمت اللہ کے خالقین	۵۰	امیر نعمت اللہ ..... ۵
	ہندوستان میں چند تاریخی واقعات	۵۲	امیر نعمت اللہ ..... ۳۳
	پندرہ طلباء کا جذبہ دشمن ..... ۱۱	۴۷	مرکز انس ..... ۴
	امیر نعمت اللہ کے ختم ..... ۱۵	۴۸	چڑکند ..... ۴
	اعلیٰ انتساب دینی ہرامی پنجابیستان ..... ۴۹	۵۰	ہندوستان میں چند تاریخی واقعات ..... ۵۲
	ترک مشن ..... ۴۰	۴۱	امیر نعمت اللہ ..... ۴۶
	مولانا بشیرزادہ صاحب ..... ۴۱	۴۲	پندرہ طلباء کا جذبہ دشمن ..... ۱۱
	مولانا بشیرزادہ ..... ۴۲	۴۳	امیر نعمت اللہ ..... ۴۷
	ڈاکٹر رحمت علی ..... ۴۱	۴۴	اعلیٰ انتساب دینی ہرامی پنجابیستان ..... ۴۹
	محمد حسن عرف لیغورب ..... ۷۱	۴۵	اعلیٰ انتساب دینی ہرامی پنجابیستان ..... ۴۸
	ایک خط بنام امیر نعمت اللہ ..... ۷۱	۴۶	مولانا بشیرزادہ ..... ۴۰
	ایک خط امیر المأبین مولانا نعمت اللہ کے نام ..... ۹۲	۴۷	مولانا بشیرزادہ ..... ۴۱
	ڈاکٹر غوثی خان ..... ۷۲	۴۸	ڈاکٹر غوثی خان ..... ۴۲
	ایک اور خط امیر المأبین نعمت اللہ کے نام ..... ۱۰۰	۴۹	عید الباری ..... ۴۲
	مولانا بشیرزادہ ..... ۴۹	۵۰	ڈاکٹر شجاع اللہ ..... ۷۵
	ڈاکٹر شجاع اللہ ..... ۷۵	۱۰۶	ڈاکٹر شجاع اللہ ..... ۷۵
فصل سرحد کے علاقے میں برطانوی حکومت کی	مولوی فضل الہی دہری آبادی ..... ۱۰۸	۱۰۸	کوہ سیاہ کی ہمیں ..... ۱۱۰
	مولوی فضل الہی کے خط کا انتساب ..... ۳۷	۱۱۲	چھاپ کی سی۔ آئی۔ ڈی کی مختصر ریڈ مولوی فضل الہی ..... ۱۱۰
	جنگ ملاکنڈ ۱۸۷۸ء	۱۱۲	مشعر چھیل ..... ۱۱۰
	مسئلہ کے نام ..... ۳۱	۱۱۰	مولانا فضل الہی کا خط فقرائی کے نام ..... ۳۱

صوفی عبد اللہ ..... ۱۲۷	باب چہارم
حکومت مورثہ بند ..... ۱۳۵	اپنے کی حالات ..... ۱۳۵
حکومت موقت ..... ۱۴۰	میر الجیہین مولانا جنت اللہ ..... ۱۴۱
غالب نامہ ..... ۱۴۰	لوئی آزادہ کا حاذ ..... ۱۴۹
جہان اسلام ..... ۱۴۱	لکھنؤی کھری کی جگ ..... ۱۴۱
درس دیوبند کا قیام ..... ۱۴۱	کھری کی جگ ..... ۱۴۱
مولانا محمد قاسم ناقوتی ..... ۱۴۱	نکل کھٹاب کی جگ ..... ۱۴۱
مولوی دی مخدومتوی وال ..... ۱۴۱	کھری کا شخون ..... ۱۴۱
فصل پر تفاصیل کوٹ کا مقصد صریا کو جزو اوارکیں ..... ۱۴۲	جتگ پارچ کند ..... ۱۴۱
مولوی کرم الی - حاجی فرج محمد راف ..... ۱۴۳	مولوی برکت اللہ ابن امیر غوث اللہ ..... ۱۴۳
صوفی جلال الدین - مولوی سلطان غدیر ..... ۱۴۴	باب پنجم
شیخ الشنید مولانا محمد راجح حجازیں ..... ۱۴۵	خلف بعد ..... ۱۴۵
راشی خط ..... ۱۴۵	مولانا ابوالنجیب کاظم اور خالق تحریک ..... ۱۴۵
مرصوی حادث ..... ۱۴۶	

# باب اول

تحریک مجاہدین

پانچوں جلد

امیرالمجاہدین مولانا حافظ عبد الکریم

مولانا ولائیت علی کے فرزند مولانا عبد الکریم ۱۲۵۶ھ / ۱۸۷۱ء میں سیدا ہوئے۔ مولانا عبد اللہ کے بعد امیر جماعت المجاہدین مرحد مقرر ہوئے۔ مولانا عبد اللہ نے مرکز شیلوالی کو جھپور کراسمست یا اسم میں مقیم ہو گئے تھے۔

اس متبرندی کے کتابے واقع ہے۔ یہ ندی یونیورسٹی کے پہاڑوں سے نکلتی ہے اور کوہستان کے علاقے سے ہوتی ہوئی چھلنڈی سے مل کر دریائے سندھ میں جاگتی ہے۔ اس مت کی نہیں قدر سے ہمارے اور ہاں کھیتی باری بھی ہوتی ہے۔ آبادی ندی سے تقریباً دو سو قٹب بلند ہے اور اس پر پنچ کیاں بھی لکائی گئی تھیں۔ یہاں کی آبادی میں مقامی لوگ کھیتی باری کرتے ہیں۔ پوری آبادی کے گرد دیوار کھینچ دی گئی ہوئی ہے جس میں دو دروازے ہیں۔ ایک جنوب کی طرف جو عالم گزر کاہ ہے اور دو سرشاری کی طرف اور دو قدر سے چھٹا ہے اور صرف مجاہدین کے استھان کے لیے ہے۔

اس آبادی سے ایک میل کے فاصلے پر دو حصے ہیں جہاں سے پانی حاصل کیا جاتا ہے اور ایک مسجد بھی ہے۔ یہاں کئی ایک چھٹے یحودی خانہ ہیں۔ اس لیے یہ مقام خاصہ مستحکم حصہ کیا جاتا ہے۔

یہ مرکز ۱۹۰۳ء / ۱۳۲۰ھ میں تائب ہوا تھا اور ہوا اس کی خاصی خشکوار ہے۔ اس مرکز میں مجاہدین زیادہ تر نگال اور بمار کے تھے اگرچہ دیگر مقامات کے مجاہدین بھی

اتامت گزیں تھے۔

**مولانا عبد اللہ کے حقیقی چھوٹے جھائی تھے اور ان کے بعد جماعت مولانا عبد الرحمن** نے ان کو اپنا امیر منتخب کر لایا تھا۔ حافظ قرآن ہونے کے علاوہ بحید عالم بھی تھے۔ نہایت پرمیکار شب بیدار جب قرآن مجید قرأت سے تلاوت کرتے تو سامعین پر ترقی طاری ہو جاتی تھی۔ رمضان المبارک میں اکثر شیخزادہ قرآن ختم کرتے تھے کہ قیام اللیل کی وجہ سے پاؤں متورم ہوجاتے۔ صاحب مراثیہ اور مکاشف بھی تھے۔

نماز ظہر کے بعد ایک بلند بجکڑ پر بیٹھ کر ہر ایک مجاہد کو خور سے دیکھتے۔ الگ کسی شخص کو غموم یا منتفکر دیکھتے تو فوراً تربیت بلاستے اور اس کے احوال معلوم کرتے اور اس کو تشویغ اور شلسی دینے کے ساتھ امداد کرتے۔

اس مت کا مرکز بھی ان کے ہی دور امیری میں آباد کیا گیا۔

بستی سے باہر ایک وسیع مسجد بنالی گئی۔ اور پانچ بڑی بڑی بالکیں تعمیر ہوئیں جن میں جھروں مجاہدین رہائش تھے۔ ہر بارک کے ساتھ ایک با دربی خانہ تھا اور اسلام خانہ بھی۔ ہر بارک کا ایک وسیع کمرہ اور اسی کے مطابق ایک وسیع برآمدہ اور ایک کشادہ صحن بھی تھا۔ دوچھے تعمیر ہوئے ہر حملے میں تقریباً چالینہن گھر تھے جن میں عیال الدار مجاہد رہتے تھے۔

**اصطببل** ایک گھوڑوں کے لیے حصی اور ایک خودوں کے لیے جس میں ایک وقت تینیں۔ چالینہن کی تعداد میں گھوڑے اور خچریں رکھی جا سکتی تھیں۔ اس سے مخفی گھوڑوں کی پروردش کرنے والوں کے لیے ایک بارک حصی اور ایک کمرہ گھوڑوں اور خچروں کی خواک و خیر کو جمع رکھنے کے لیے مخصوص تھا۔

اصطببل کے اخراج حاجی محمد تھے جو جگارتہ پنجاب کے باشدے تھے۔

**انبار خانہ** اصطببل کے قریب ہی انبار خانہ تھا جس میں پانچ بڑے گودام غیرہ کش کے لیے تھے۔ اور مدد کاروائی کے بھے ہوئے بڑے بڑے بیٹھ پسے ہوئے تھے۔ قریب ہی ایک کمرہ تھا جس میں گولا۔ چینی وغیرہ رکھی جاتی تھی جو کم بوقت ضرورت مجاہدین کو ہمیا کی جاتی تھی اور ساتھ ہی ایک کمرہ اور دیات کے لیے تھا۔

جس میں مختلف درایئے مفروقات کی شکل میں جمع تھیں اور بوقت صورت استعمال ہوتی تھیں۔ انبار خانے کے انچارچے ایک بنگالی تھے جن کا نام غریب اللہ تھا۔ ان کے ساتھ چار افراد کا عمل تھا جو غذہ اور دوائیں کو تقسیم کرنے کا کام کرتے تھے۔

عیالدار مجاہد کو گفتہ۔ جو اسلام دی جاتی تھی وہ خود ہی صاف کر کے پنچیں پر پیش کر کام میں لاتے تھے اور مجرموں کا دلوں کے ریلے پاسا ہوا آٹا۔ صحیح ہی ہر بار کس کو دے دیا جاتا تھا جسے مجاہد باری باری پوری جماعت کے ریلے پکلتے اور تقسیم کر دیتے۔ ہر فرد اپنی صورت کے مطابق پکی رعنی اور دال وغیرہ بلدرچی خانے سے حاصل کر لیتا تھا۔

انبار خانے کے قریب مکروریِ اسلحہ خانہ تھا جس میں گولہ بارو د کار توں۔

اسلحہ بندوقیں۔ تلواریں۔ قوبیں۔ زبردستیں رکھی رہتی تھیں۔ ان کے انچارچ اکبر علی بھائی بنگالی تھے اور اسلحہ کی دیکھ بھال میں ماہر تھے۔ ان کے ساتھ بھی تین آدمیوں کا عمل رہتا تھا جو کہ اسلحہ کی صفائی اور دیکھ بھال کرتے اور کسی چیز کی بھی صورت پڑنے پر امیر جماعت کو مطلع کرتے جو سایکر دی جاتی۔ اسلحہ کی خوبی ان ہی کے مشورہ سے ہوتی۔ اس کے قریب ہی پیرہ داروں کی باریں تھیں۔

اس کے متصل کتب خانہ اور شعبہ نشر و اشاعت تھا۔ کتب خانہ میں صحاح ستر کے علاوہ تقریباً تمام کتب احادیث موجود تھیں۔ مسندا امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کی کتابہ المدح تک احادیث کی تشریحیں۔ علاء الدین ابن قیم کی تصنیفات سے لے کر امام ابن علی شوکافی کی نیل الادخار تک موجود تھیں۔ علم لغت میں صراح اور دیگر چھپڑی لغت کے علاوہ هفتی الارب موجود تھی۔ عون المعبود و شرح ابو داؤد مولانا نذری حسین۔ عینی شرح بخاری وغیرہ بھی تھیں۔ فقہاء حنفی کی شرح و تفایی۔ کنز الاتائق علاوہ عالمگیری۔ شامی بحر الدائق تک موجود تھیں۔ تفاییر میں ابن کثیر۔ تفسیر کبیر۔ خازن وغیرہ بھی تھیں۔ میظنان کتابیں۔ خلاصۃ العلوم بحکم العلوم وغیرہ بھی تھیں۔ صرف دختر کی پوری کتابیں تھیں۔ طب کی بھی چند کتابیں تھیں۔ گھوڑوں کے علاج کے متعلق بھی کتابیں تھیں۔ تقریباً چار سو کتابیں موجود تھیں۔

ایک لیتھو پر پیس بھی تھا۔ جس میں رسالہ جات وغیرہ چھپتے تھے۔

کچھ فاصلے پر انبار خانہ کے عقب میں لوبار خانہ۔ صیقل خانہ بھی تھا جس میں اسلام کی مرمت ہوتی تھی۔ توپ کے گولے دھائے جاتے تھے اور بندوقوں کی گولیاں بھی بنائی جاتی تھیں۔ صیقل خانہ میں تلواروں کی صفائی اور مرمت ہوتی تھی۔

لوبار خانے کے انچارچ مسٹری عالم نور تھے اور صیقل خانے کے مسٹری محمود تھے یہ دونوں صاحب ہر سی پور کے قریب ٹکنچر کے رہنے والے تھے۔

**موجی خانہ** | بستی کے کنارے ایک مکان اس کے لیے مخصوص تھا۔ جس میں جماعت کے لیے ذبح کیئے جانے والے جانوروں کے چڑیے سے مجاہدین کے لیے جوتے تیار ہوتے تھے۔ ہر شخص کو جتنے کا چڑیا مل جانا تھا اور وہ اپنے ناپ کے مطابق جوتا تیار کر لیتا تھا۔ جوتہ تیار کرنے والے کو ہفت چار آنے والا کرنے پڑتے تھے۔ اس کے انچارچ بھائی محمد الیوب بنگالی تھے۔

غرض یہ تمام شعبے ابتدا میں ملکا کے نقشہ پر قائم کر دیئے گئے تھے۔

حافظ عبدالکریم کا ابتدائی دوسریں اخھیں امجدیوں میں گمرا۔ اور کچھ حالات بھی سازگار نہ تھے۔ کچھ دو بڑھے بھی ہرگئے ہوتے تھے جس کی وجہ سے کوئی دیگر قابل ذکر علی ہوا کا درج انجام نہ مل سکے۔ مگر جماعت کا تبلیغی کام خوبی کے ساتھ مناجا پاتا رہا۔ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں سرگرمی سے تبلیغ ہوتی رہی۔ اور اندرون ملک جماعت کو کافی تقویت ہوئی۔ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۲۴ء کو بزر جمعت صیع کی نماز کے وقت وفات پائی۔

ان کے دو صاحبو زادے محمد حسن اور عبد المتنی تھے۔ جوان کی زندگی ہی میں فوت ہو گئی تھی۔ ایک صاحبزادی میریم نام تھی جن کا نکاح میاں سید قفضل اللہ کے ساتھ ہوا جن کے والد سورج گلہ کے رہنے والے تھے۔ اور شیخ المکمل مولانا سید نظیر حسین کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ فاضل ہونے کے ساتھ حافظ قرآن مجید بھی تھے۔ مگر صاحبزادی کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوتی۔ ۱۹۲۶ء میں چرکنڈ کے سرکرد کے امیر بھی رہے اور اسی دوران میں اخھیوں نے کابل میں ۱۹۲۴ء میں وفات پائی۔

## دوسرا باب

### ہندوستان میں چند تاریخی واقعات

حکومتِ ہند کی داروگیر مقدرات اور مسلمان ڈشمنی سے ہندوستان کی مسلمان آبادی میں بچپنی بہت بڑھ گئی۔ اس کا اثر سرحد پر مجاہدین کے کمپ پر بہت بڑا ٹرا۔ ہندوستان سے روم کا آنا تقریباً بند ہو گیا۔ سرحدی علاقے سے کچھ دستیاب نہ ہونا احتہا اس لیے مجاہدین اکثر درختوں کے پتے اور خود روپی طیور پر گزارہ کرنے کے لیے مجبور ہو گئے تھے۔ انسانی طفشاڑوں نے جلتی پریل کا کام کیا تھا اور مجاہدین چارچار پانچ ٹائیوں کی صورت میں کمپ سے چلے جانے لگے حتیٰ کہ اس کمپ کی آبادی میں خاص کمی آگئی۔

مسلمانوں کی تالیف قلب کے لیے انگلیزی حکومت نے ایک اور شورش کھڑا کر دیا تھا اور اسے "تضمیں بیگانہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بیگانہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ مشرقی بیگانہ میں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے۔ اسے آسام اور دیگر قبیلی ریاستوں کے ساتھ ٹاکرایک علیحدہ صوبہ بنایا گیا تھا اور اس کا دارالسلطنت "ڈھاکہ" ترا ریا تھا۔

تقسیم بیگانہ کا ضد ۱۹۰۲ء سے شروع ہوا تھا۔ لارڈ کرزن ہجروں اس کے ہند تھے صوبہ برحد کو پنجاب سے علیحدہ کر کچے تھے اور ساتھ ہی بیگانہ کو دو بیکاریوں میں بانٹ کر سادہ لوح مسلمانوں کو لقین دنا پکے تھے کہ اس تقسیم سے بھراؤ کے حقوق کے تحفظ کے اور کچھ مراہنیں بیگانیوں کے احتجاج کی ساری ہنگاموں کا اثاثیں بے اثاث بہت ہوئیں اور لارڈ ہارڈے نے صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ یہ فیصلہ نوشتہ تقریر کی طرح امٹ ہے۔

شننشاہ جارج پنج کی تاجپوشی کی رسم وہی میں بڑے ترک اور شان شوکت سے شانگی تھی۔ اور جب محل اس میں منتشر خصوصی پڑھا گیا۔ تقسیم بیگانہ جو ایک فیصلہ شدہ امر تھا غیر فیصل شدہ فزار پایا اور شننشاہ نے اس فیصلہ کی تفسیخ کا اعلان نہ کیا۔ اور اس کا فیصلہ یک بیک بیگانہ ہندوؤں کے ہر ضری کے مطابق کر دیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ ہندوؤں کے مطالبات جب پورے کر دیئے گئے ہیں تو مسلمانوں کو ہندوؤں سے مخاصمت اور مخالفت کی کوئی وجہ نہیں رہی۔ مسلمانوں کو اکثریت کے علاقے میں کچھ زیانی

مراعات دے کر خوش کرنے کی کوشش کی گئی تھی، لیکن ڈھنکا کرنے کو اس صورتے کا دوسرا دارالسلطنت یا صفتی دارالسلطنت قرار دے دیا گیا اور کچھ استھانی تبدیلیاں کی گئیں۔ آسام کا یک عالیہ صورتہ بنایا گیا۔

صورتے کا حاکم علیٰ کچھ وقت ڈھنکا میں بھی قیام کر سکا جیسا کہ ادھر کا گزر کچھ عرصہ لکھنؤ میں رہتا ہے اور صوبے کی کوئی میں مشتری بیگان کے مسلمانوں کو تھاں نہیں گئی رہی جائے گی۔

اس صحن میں دربار شہنشاہی کا ایک دلچسپ واقعہ بھی من یقین بوجی مسلمان زمانے میں اسلام اور ان کے طرزِ علی سے تعلق رکھتا ہے۔ مولانا اطفر علی خان بطور ایک حجافی کے مدعاۃ تھے۔ لکھتے ہیں: یہ واقعہ ۱۹۱۱ء کو پیش آیا تھا۔ ملک معظم باری بخوبی کی آمد پر تمام ہبی اختیارات کا ارشاد نہیں ہوئی تھی۔ ایک دن للال علی کے بھروسے کے درشن دینے کے لیے مخصوص تھا۔ اس روز تمام اعیان حکومت۔ والیان ریاست علماء فضلاً پنڈت۔ گینا۔ سجادہ نشین سرپا ارادت ہو کر حاضر تھے۔ مسیح سے حصہ لیکر کا وقت ہرگیا۔ بادشاہ کا جلوس نہ پہنچا۔ حاضرین سرپا انتظار اور یکسر نیاز رہا ویکھ رہے تھے۔ مولانا اطفر علی خان اس تقریب میں بطور ایک حجافی کے قریب تھے۔ اپنے عصر کی نماز کا وقت جانتے کھا تو سجادہ نشینوں میں سے چند کو توجہ دلاتی۔ کسی نے رسید تک نہ دی تیب بلند آواز میں لکھا اور کہا۔

”لے رب کعبہ کے فرزندو! خلادون جہازی کو سجدہ کرنے سے پہلے خلادون حقیقی کو سمجھو کر لو۔“ یہ لکھا جبھی صد الصیحہ ثابت ہوئی۔ تب آپ نے دیوان عام کے سامنے بااغ میں کھڑے ہو کر لذان کی اور نماز کی نیت بازدھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے دیکھا دیکھی حاضر سجادہ نشینوں کو حیا آگئی اور سب نماز پڑھنے لگے۔

اس آنٹا میں یہ شور ہو گیا کہ ملک معظم تشریفی لار ہے ہیں۔ تو اکثر نماز آڑ کر بھروسے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لیکن بادشاہ سلامت پھر بھی نہ آئے۔ مولانا کے ساتھ ہر چند مقتدی باتی رہ گئے۔

بالآخر پادرشاہ ہند درشن دینے کے لیے آگئے۔ سب نے گردیں جھکا دیں جامع مسجد کے امام نے قرآن کی آیات پڑھیں۔ پنڈتوں نے دیدوں کے اشلوک، گائے اور پارولیں نے بائبل کی آیات پڑھیں۔ ظفر علی خان پر شیان تماشا ویکھ رہے تھے لیکن بلس تھے۔ ان کی آنکھوں

میں نہ تھا اور ان کے نوجوان ماتھکی کی چکتی دمکتی تکیریں صاف پتہ دے سے رہی تھیں۔ عجب کیا ہے کہ بیڑہ غرق ہو کر بچہ چھل آئئے کہ ہم نے القلب چرخ گردن یوں بھی دیکھے ہیں۔

## چند طلباء کا حذر سہ و شوق

بعد میں اسے دہابیوں کی مسجد کے نام سے مشہور کر دیا گیا تھا۔ اس سعید میں مولانا عبدالمحی درس و تدریس اور دعاظم کے فلسفیں صراحتاً دیتے تھے اور حکومت ہند کی نشر و اشاعت کے رو میں آپ کا دعاظم زیارتہ تر ”بخاری“ سیل ٹالہ کے مضمون پر ہوتا تھا۔ اس دعاظم سے کالج کے چند طلباء تباہ ہوئے۔ اور انہوں نے ارادہ کر لیا کہ کسی کرسی طرح صرد پر مجاہدین کے کمپ میں پہنچ جائیں اور انگریزوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیں۔ ان کے رخت ہو جانے کے بعد حکومت وقت کا اس کی اطلاع ہو گئی تو سب سے پہلے مولانا عبدالمحی کو گرفتار کر دیا گیا۔ اس وقت پنجاب کا گورنر سر مائیکل اڈوارڈ تھا اپنے اس نے اعلان کیا کہ ان طلباء میں سے اگر کسی نے چھوٹ نہ دست آئے کو کوشش کی تو راستیں پہنچا دیں۔ اس پہنچے سے سول دسے کو لے کا دیا جائے گا۔

مولانا عبدالمحی کو جیل میں بڑی تکالیف دی گئیں۔ جب ان کی ثابت قدمی میں فرق نہ آیا تو ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی گئی کہ اگر وہ وحدہ کریں کہ آئندہ وہ اپنے اس قسم کے مشاغل سے باز آجائیں گے اور اگر نہ کرے تو ان کو رہا کرو یا جائے گا۔ مولانا نے ان شرط کو مانتے سے صاف انکار کر دیا۔

مولانا عبدالمحی اسیر ماثل لاؤ ۲۱ اگست ۱۹۲۴ء کو مسلمان جیل سے رہا ہوا ہور پہنچے اور اسی روز اپنے ڈن کو رد اسپر جانے کے لیے امر تسری روانہ ہو گئے۔ شاہی اعلان کے بعد جو قیدی رہا ہوئے تھا ان میں مولانا عبدالمحی تھے میکن اخیں بچر گرفتار کر لیا گیا تھا یہ کہ کر کر وہ غلطی سے رہا کر دیتے گئے تھے۔ کئی ہیئت کے بعد حکومت نے ایک دفعہ بھر ان کے سامنے اترانامہ رکھا تھا جس میں دفاوار رہنے کی خاطر تھی مولانی صاحب نے اس پر مخطوٰٹ کرنے سے ایک بار بھر صاف انکار کر

دیا تھا اور جملہ کی تکالیف برداشت کرتے رہے۔ اخیر حجہ رہائی ہوئی تو اس موقع پر مولوی صاحب سے حکومت نے اقرار نامہ مکھوا لھا اور آپ کی رہائی بلا مشطہ ہوئی تھی

مولوی عبداللہ لشادری سے ۱۹۱۷ء میں لاہور آئے تھے اور ڈبی بازار کے مشہور تاجر شیخ غلام حسن کے محلہ پر قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔ اور کبھی کبھی نماز مغرب کے بعد اسلامیہ کالج کی گلاؤ نہیں بھی دعظت کرتے تھے۔ ۱۹۱۵ء میں جن طلبائے سیاحت کی تھی ان پر مولوی عبداللہ کے دھنلوں کا بھی انتھا۔ اس سال ابھن حیاتِ اسلام کے سالانہ اجلاس میں تقریر کی تھی۔ ابھی تقریر جاری تھی کہ پنجاب کا گورنر سر میٹکل اور وائسری ہمی آپ سے خواہ یورپ کی جگہ زور ویں پر بھی اور انگریزی حکومت اس ضمن میں کافی سے نیادہ متشدد تھی۔ گورنر کے آئتے ہی صدر نے کہا کہ مولوی صاحب آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے اس لیے تقریر بند کر دیں۔ مولوی صاحب نے صدر کا حکم ملتے ہوئے دعا کر رہے تھے اُنہوں نے اپنے دعا کے دروانہ میں کہنے لگے سایہ میں یہ کہتے ہوئے کہ اپنے بھائی اور لوگ آپ کی دعا کے دروانہ میں کہنے لگے سایہ میں یہ کہتے ہوئے جلسے سے غائب ہو گئے۔ اے اللہ مسلمانوں کو حکومت کا مزہ بھی چکھا دے۔ اگر انگریزوں کی حکومت نہیں دیتا تو دیسے روس کی حکومت ہی دیے دیسے۔ ”لوگوں نے ایں کہی۔ جب آپ کی گرفتاری کا سامان ہوا تو آپ چھپ کر قرار ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

اُس زمانے میں ہندوستان کے اندر مولوی عبدالرحیم (مولوی بشر) اور مولوی نفضل الهی وزیر ایادی مجاہدین کے نمائیندے سے تھے چنانچہ فیصلہ ہوا کہ ان طالب علموں کو ان کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ صدر پر مجاہدین کے کمپ اسکس تک ان کو پہنچا دیں۔

ان طالب علموں میں ایک طالب علم ظفر حسن ایک بھی تھا جو گورنمنٹ کالج میں بی۔ اے کمال طالب علم تھا۔ اس تھا بی زندگی کے اخیری زمانے میں ایک کتاب ”آپ بیتی“ کے نام سے تین جلدیں میں لکھی ہے چونکہ یہ طالب علم خود اس گروہ میں شرک تھا اس لیے اس نے کچھ نفضل اور قابل اعتماد حالات لکھ ہیں۔ اس کتاب کا انتباہ اس ضمن میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ صحیح حالات سے آگاہی ہو۔

اس تحریر میں وہ ایک بات ایسی کہ گئے ہیں جس کی وضاحت مقرری ہے۔

”کھا ہے مجاہدین کے کیپ میں“ طالب علموں کی نسبتگی یہاں ایک بے کار نہ ترگی ہو کر رہے گئی تھی۔ علیاً پونکہ انگریز کے قائم کردہ کالجوں کے پڑھے ہوئے تھے اس لیے اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ جو لوگ اس قدر عظیم سلطنت سے بریکیاں ہیں خود بھی بڑے پیمانے کے ادارے رکھتے ہیں۔ انھوں نے انگریزوں کی فوجی قیطم کا کرو دفر دیکھا ہوا تھا شاندار دردیان نیب تھیں، رباعی داب اپنی جگہ بخوبی اخراجات کے لیے کافی رقم یافتھا۔ کھانا پینا وغیرہ اور بچپن ترقی و عزت اس کے علاوہ۔ فوجی تربیت بھی اس کے علاوہ تھی لیکن مجاہدین کے کیپ میں یہ سب چیزوں میں قصور تھیں۔ وہاں جو درمند اصحاب آتے تھے ان کو اس قسم کے اساب سے کچھ بھی قورم کار نہ تھا۔ وہاں مختلف عہدے سوار۔ کپتان۔ میجر اور کرنیل نہ تھے۔ سب کے سب جذبہ بجہا داد رشہارت کی تمنا میں سرشار تھے جیسا کہ آپ نے پڑھا ہے۔ ان کا گزارہ صرف دال روٹی پر تھا البتہ فمشیر زنی اور دیگر مدیسٹریٹے ہوئے اسلحہ کی نمائیت مزور تھی۔ سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے

وہ پشم پاک ہیں کیوں زینت برگتیوں دیکھے گے نظراتی ہے جس کو مرد غازی کا جگہ تابی ان حالات میں طالب علموں کا گھستہ خاطر ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ وطن کو تحریر یاد کہہ ہی بیٹھے تھا ادا بھی والپس کا کوئی امکان نہ تھا۔ جذبہ صادری میورڈ تھا لیکن ملیوس ہرگئے اور اس حالت گوگھ میں مارے پھر تے رہے۔ درہ ان کے جذبہ شوق کی صداقت میں کوئی خلک نہ تھا۔ مجاہدین کی بے مر سامانی اور دریشی اضیں پسند نہ آئی وہاں تمنائے شہادت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ان نوجوانوں کا باغریہ و شوق قابل واد ہے۔ اصل مقصدیہ تھا کہ دشمن اسلام سے یاد رکنا ہوں۔ اپنی فوجوں کو مند ہبہ ثابت کے لیے وقف کر دیں ییکیں لہ کو دشواریوں اور مزمل کی دُوری سے نا آشنا تھے تعلیم سے بہرہ در تھے اس لیے بے قراری اور بے اطمینانی بھی نیاد تھی۔ چاہتے تھے کہ جلد تر کیسے پہنچ کر ان کی فوج میں داخل ہو جائیں اور بچپر جو ہو ہو۔

ابتدائیں مجاہدین سرحد کی بستی آتی تھی۔ ان کے چھیلائے ہوئے اداروں کی معرفت انگریز والی کی گرفت سے باہر ہو گئے۔ وہاں جا کر دیکھا تو سماں اور تھا۔ دنیاواری نہ تھی سخت جانی تھی۔ ظاہری کو فرہر تھا۔ روشنی تو تھی لیکن سفید دروی کی تھی۔ نازدِ نعمت تو تھی لیکن شرقِ شہادت کی۔ ارکانِ دین

بالخصوص نماز اور یادِ الہی کی پابندی لازمی عمل تھا۔ اور امیریکی اطاعت کا یہ حال تھا کہ جان دے دیتے۔ سولی پر لٹک جاتے۔ گویا بیوی کالشانہ بن جلتے لیکن لازمی بھی افشا نہ کرتے۔ ہر ایک کے دل میں شرقی شہارت تھا۔ ان فواؤز جو انوں کو باخوبی پسند نہ آیا۔ کابل پسختے کے ریلے بے قدر ہو گئے۔ کابل پسختے تو چار سال کے لیے نظر بند ہو گئے۔ تمام امیدوں پر پانی پھر گئا۔ امنگوں کو یوں برپا ہوتے دیکھ کر تمام دلے سے سرو پڑ گئے اور حسرتِ دل ہی دل میں رو گئی۔

مجاہدین کا تحریک کے ساتھ و فادری کا یہ حال تھا کہ انگریز ہزار چاہا اور تمام حریبے استعمال کیئے سئیش کی سولی پر لٹکا رہی تھی گئے لیکن سینے کے اندر جو لانڈ پنہل تھے ان کو کبھی بھی ظاہر نہ ہونے دیا۔ کئی ایک سیاسی مقدمات قائم کیے گئے لیکن جو رازِ جاننا چاہتے تھے اپنی تمام قہرمانی طاقتیں پولیس اور خوفی پولیس اور نرولیں کے جاوے پر جا استعمال کے باوجود نرپل سکے۔

بالآخر نوجوان طالب علم آئے تحریک میں اذخود شامل ہوئے۔ مخالفت کی تیز و تمدن ہوا وہ کے سامنے ہٹھڑے سکے اور راز ہائے سر بر سر یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتے گئے۔ جیسی کہ ان کی زندگیوں کے حالات سے عیال ہو گیا ہو گا۔

یہ نوجوان محبت وطن تھے۔ جاہتے تھے کہ ان کا ملک بھی غیروں کی نہ بھیوں سے آزاد ہو۔ نہ ہب اسلام سے لگاؤ بھی رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اُس کی ہمہ گیر قدرت کی کرشاسازیوں پر کامل جہوس سے بھی حرم نہ تھے۔ قدموں میں اگرچہ قوتِ تھی لیکن وہ استقامت اور پچھلی نہ آئی تھی جو مجاہدین کی جماعت کا طریقہ امتیاز تھا۔ اس لیے راہ کی خشکلات کا مقابلہ اس جانشانی سے نہ کر سکتے تھے۔ وہ اپنی اٹکنگی کیا پی زندگی میں دیکھنے کے مقنی تھے لیکن فدائیت کا سہارا کہاں سے لاتے۔ عزم راستِ قوائیں کے دلوں میں تھا لیکن وید و دری اور جانشیدی کا شعلہ لالہ صوراً ثابت ہو کر رہ گیا۔ حقیقت تھی لیکن اشوونما سے عاری۔ کوئی صحیح راہ نہ تھا اور جماعت سے والبتہ ہوتے تو درخشندہ نتائج پیدا کر لیتے لیکن وائے ناکامی متاع کاروں جاتا رہا۔ کاروں کے دل سے احساسِ زیان جاتا رہا۔ جابر طلباءؓ کو سرحد پر پچھا نے کا انتظام اس طرح کیا گیا تھا۔

مولوی فضل اللہؑ کے بڑے بھائی محمد الہی ضاحی ہر ہی بو بھارہ میں ریلوے پلیٹ لایر (PLATE LAYER) تھے۔ ان طازیوں کا کام ریلوے لائن کی دیکھ بھال اور مرمت وغیرہ ہوتا ہے۔

محمد الائی کے سپردیہ کام کیا گیا تھا کہ وہ ہر ہی پورہ بڑا رہ اور صرائے صالح کے ریلوے سٹیشنز کے دہیان ریلوے لائن کی مرمت کا کام شروع کر دیں۔ بھرت کرنے والے طلباء کو ہدایت کی گئی کہ وہ تاریخ مقررہ پر الگ الگ ہو کر ریل کے مختلف ڈبلوں میں سوار ہو جائیں اور راستے میں کوئی ایک روسے سے بات نہ کرے۔ رات کو جب ریل کا گاری بھری پورہ بڑا رہ اور صرائے صالح کے سٹیشنز کے دہیان پہنچی تو ریلوے لائن کی مرمت کی وجہ سے ریل گاری ایک کاشن (خبر طاری) کے مقام پر لشائہ (سگنٹ) نہ پر جھکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لائن کی مرمت ہو رہی ہے۔ اس لیے ریل گاری کو پہلے کھڑا کر لیا جائے اور بھر طاری آہستہ آہستہ ریل کے اس جھٹے پر گزاری جائے پھر پنج جب گاری کھڑی ہو گئی تو حسب مشرویہ لوگ ایک ایک کر کے رات کی تاریکی میں اپنے اپنے ڈبلوں سے خاموشی کے ساتھ نکل آئے۔ ان کی راہنمائی کرنے والا مجاہدین کا قاصد بھی اسی گاری میں سوار تھا وہ بھی اُتر کر ان کی راہنمائی گرفت لگایہ لوگ فاصلہ کے ہمراہ ہوئے۔ قاصد پہلے تو انہیں قریب کی ایک بستی ڈھیری میں لے گیا اور وہاں ایک شخص مخدوس اساعیل نامی جس کو پہلے سے الہام دی گئی تھی موجود تھا۔ یہ گوریا مجاہدین کا ایک چھوٹا سا کمپ تھا جس کی ایسے لوگ ہمارے جلتے تھے اگلا دن ان لوگوں نے وہیں گزارا۔ جب رات ہرگئی تو قاصد اور مخدوس اساعیل انہیں سرحد پارے گیا اور انہیں اس مت کے مرکزی مقام میں لے گیا اور ہمیں مجاہدین کی مرکزی جماعت میں تھیں۔

### اقتنیاں از آپ بلیتی | اس کے عادی نہ تھے۔ سفر کے اتنا ہیں میں انہوں نے

پھالوں کی طرز کا بیاس پہن لیا تھا اور پاؤں میں چلپاں تھیں۔ وہ ریاست امب کی طرف جا رہے تھے۔ اگرچہ اسپ کا خان انگریزوں کا طرف ارجھا لیکن اس کا ذریعہ مجاہدین سے چوری کی رکھتا تھا۔ اسپ ریاست کی سرحد اس طرف دیاں نہ کنارے سے شروع ہوتی تھی اور انگریزی عدل اسی سختی ہوتی تھی۔ ریاست امب میں داخل ہو کر انہیں گر تاری کا کچھ بھی خطرہ نہ تھا۔ وہ رے یہ مسافرات کے وقت اختیار کیا گیا تھا تاکہ انگریزی ہاؤس سول کی نگاہ بد سے آماں پائیں۔ یہ کمانی کرنل ظفر حسن کی زبانی سنئے جوان طلباء میں سے ایک تھے۔ بعد میں ترکیہ پہنچ گئے تھے اور ترکی فوج میں بھرتی ہو گئے تھے اور کریں (اٹلری) کے عہد سے تکہ انجوں گئے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی کی راستان "آپ بلیتی" کہنا م

کے ماتحت کتابی صورت میں تین جملوں میں شائع کی ہے۔

”ہم سب نے رازداری کے لیے قرآن شریف پر قسم کھلنے کا فیصلہ کیا اس لیے ہم سب ہم خیال طالب علم تھے۔“

(۱) گورنمنٹ کالج - عبدالباری شیخ عبدال قادر (ایم۔ اے کے طالب علم)

(۲) عبدالجید خان - اللہ نواز خان - شیخ عبدالله - عبدالرشید - غلام حسین اور میں (نظر حسن ایک) یہ سب طلباء گورنمنٹ کالج میں بی۔ اے کے طالب علم تھے۔

(۳) پھیف کالج - عبدالفالق - بی۔ اے کا طالب علم

(۴) اسلامیہ کالج - محمد حسن - بی۔ اے کا طالب علم تھا۔

(۵) میڈیکل کالج - شوہری محمد عبدالحیمد - رحمت علی - اور شیاع اللہ (سینئنڈائیکر کے طالب علم تھے) بعد میں اللہ نواز کے خاندان کا پروگرام عبدالحق نام ایک نو مسلم بھی شریک ہو گیا تھا۔

۱۹۱۵ء توارکے روزگشی چلانے کے بہانے دریائے راوی پر گئے اور دنیا مسجدوار میں قرآن شریف پر رازداری اور بحداد میں شریک ہونے کا حلف اٹھایا۔

مولوی خصل اللہی وزیر ایادی اور مولوی بشیر (مولوی عبدالرحیم) سے مل کر تمام معلمات طے پائے اور ۱۹۱۵ء محرم جمعہ کا دن روانگی کے لیے منفرد ہوتا ہے۔ ہر ایک کو ایک نام منع نہ دیا گیا تھا تاکہ راستے میں لوگوں کو ہمارے اصلی نام کے سنتے سے ہمارے ہمانگئے کارستہ کا گھوڑا نہل جائے۔ حسن ظفر کا نام ”ایاس“ تھا۔

”نشی چیلیوں کی دمہ سے ہمارے پاؤں میں چھاپے پڑ گئے اس لیے چند گھنٹوں کے بعد پیدل چلتا ہمارے لیے مشکل ہو گیا۔ سب سے ویراءۃ کلیف عبدالباری کو ہوتی اور وہ چلتے سے مدد و رہو گیا۔ اس لیے دوسرا تھی باری باری کندھے کے سہارے رات بھر چلتے رہے۔ گاہے بگاہے تھک کر سو جاتے۔ مرحد تک کافاصلہ کوئی بیٹیں میں کا تھا۔“

”مرحد کے پاس ایک انگریزی چوکی تھی اور ہمارے لیے ہمدردی تھا کہ ہم رات اندر جیرے میں اس چوکی کے پاس سے گزر کر مرحد پار کر جائیں۔ خلاکی شان کو اور ہمراہات کے کچھ گھنٹے بعد باش شروع ہو گئی اور اس رات کو فوجی چوکی سے کوئی گستاخ اس جماعت باہر نکلی اور ہم سب بخوبی

اس چوکی کے پاس سے گزر گئے۔  
دریائے مندھ کے پاس ریاست امپ کی ایک مسجد میں ۱۹۱۵ء فروری کو پہنچے۔ ان کی تھکان کی یہ حالت تھی کہ بارش کی وجہ سے چھت مٹک رہی تھی میکن سب سو گئے۔ اور پانی کے قطروں کی پرولہ تک نہ رہی۔ وزیر نے خفیہ طور پر مجاہدین کی حمایت کرتا تھا ان کو پلاڑ کی دعوت دی اور سب میں چلتی آگئی۔ دو پھر کے بعد دیاۓ مندھ کو ایک نادع میں پار کیا اور اس کے بغیر کنارے پر پہنچ کر اخنوں نے اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔ وزیر صاحب نے خوب خاطر تواضع کی۔

۸ فروری کو ایک دفعہ چورہ پہنچنے سفر پر روانہ ہوئے۔ بارش کی وجہ سے نہیں اسے دریا بنے ہوئے تھے۔ پہاڑوں پر چڑھنا بلات شود پر مشکل اندھت توڑتا۔ پاؤں بھی چھلے جا رہے تھے لیکن اسلام کے حکم کی خاطر سب کچھ گوارا تھا۔ اب بارش بند ہو چکی تھی یہ تقاضہ چلا جا رہا تھا۔ سربراہ رشاداب ماحول ان کے لیے جان افراحتا اور فرض کی ادائیگی ان کا حوصلہ یہ کیا ہے تھی۔

۸ فروری ۱۹۱۵ء کو شام کے وقت مجاہدین کے مرکز "اسمت" واقع علاقہ نبیری پہنچ گئے۔ اس سے احمد صلی میں ایک مرحدی گاؤں کا نام ہے جس کے نزدیک مجاہدین کی بستی تھی۔ اس گاؤں کے نام پر اس بستی کو مرکز انتمس کہا جاتا ہے۔ یہاں مجاہدین کی تعداد کوئی ایک سو کے قریب تھی اور ان کے رئیس مولوی عبدالکریم تھے۔ ۱۹۱۵ء فروری ۱۵ء مولانا عبدالکریم فوت ہو گئے ان کے جانشیں ان کے بھتیجے نعمت اللہ ہوئے جو نوجوان تھے اور جو دنیا کے حالات سے بہت رنجی رکھتے تھے۔

مولوی نعمت اللہ نے مہاجر طلباء کو اپنے ہاں بلایا۔ اور ان سے جو گفتگو، اُس سے طالب علم کا تاثر یہ تھا کہ اپنے پہاڑی علاقے میں رہنے والا ایک شخص یا انگریزوں کے معاشروں کے اندر رہنے پر مجبور رہے اور جس کو جذب دنیا سے تعلق رکھنے کا بہت کم موقع ملتا ہے یہاں تک کہ اپنی ہنوزیاتِ زندگی بھی ہندوستان سے بعید شکل حاصل کرتا ہے اور کھاتے ہیں کی پیرس یعنی خفیہ طور پر وہاں سے لا تا ہے۔ دنیا کے حالات سے اتنی واقفیت رکھتا ہو.....

اس جماعت کے ارکان مخلص اور جاں شار تھے سلیمان تھل اور ہر قسم کی مصیتیں کے سامنے سینہ پر ہوئے کوتیار تھے۔ ان کو زمائل و دولت کی آزاد و تھی اور نہ ہی دینی جاہ و عترت کی تمنا تھی۔ وہ تصرف بجہاد فی سبیل اللہ کے لیے اپنی جانیں وقف کر چکے تھے اور اس امید پر کہا یکسے دن کفار سے رٹنے بجہاد کرنے اور میہلان جنگ میں جام شہادت پینے کا موقع ملے گا۔ وہ اپنی ساری زندگی کو ایسی ہی مشکلات میں گزارنے اور ہر قسم کے اڑام سے محروم رہنے پر تیار تھے۔ جماعت مجاہدین کے گھر ایک شیل پر واقع تھی جس کے ارد گرد ایک خم کھانا ہوانا لہ بہنا تھا تھا اس شیل کے دامن میں ایک چھوٹا سا میدان بھی تھا جاہ یہ لوگ اپنی سپاہیانہ درزشیں کیا کرتے تھے۔ ان کے پاس چتمانی بانقیل بندوقیں تھیں صرف چند محافظوں کے پاس ہی قسم کی بندوقیں تھیں۔ طلباء کے چلے جانے کے دو تین روز بعد حکومت کو اس کا علم ہو گیا تھا چنانچہ گرفتاری کا رجسٹر کے ہوشیل کے کروں کی تلاشی کی گئی تھیں کوئی قابل اعتراض شہر را مدد ہوتی۔ طالب علموں کی زندگی یہاں ایک بے کار زندگی ہو گرہ گئی تھی چنانچہ انھوں نے کابل جانے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے ایک رفعہ اجازت لینے کے لیے کابل بھیجا۔ اخیر اجازت نامہ لیا اور ان کے کابل چلے جانے کا انتظام ہو گیا۔

یہ تاریخ ۱۹۱۵ء کو تھت سے روشن ہوا۔ انگریزی چوکیوں سے بچنے کے لیے جو راستہ اختیار کیا گیا تھا وہ ٹراوٹھار گزار تھا لیکن یہ رابر بر ہستے چلے گئے اور یہ سفر ۲۰ دن تک جاری رہا۔ یہ لوگ راستے میں مسجد ولی میں سوتے اور گاؤں والوں کے مہان بن جاتے تھے۔ سات دن کے سفر کے بعد یہ چڑکنڈہ پہنچ جو افغانی سرحد کے قریب ایک چھوٹی سی جگہ ہے۔ یہاں مولوی بشیر عبدالرحیم نے مجاہدین کی ایک ٹولی کو آباد کیا تھا اور اس کو مجاہدین کا مرکز شانی بنایا تھا۔ اس سرحدی علاقے میں کافی جنگلات ہیں۔ پہاڑوں کی چھٹیاں سربرز ہیں۔ درخت اس تدر سایدہ دار ہیں کروشی بمشکل زمین پر پڑتی ہے۔ اس کے بعد جو دا بادی یہاں بہت کم ہے چنانکہ سے چل کر جبال آباد پہنچے اور ہاں ایک سرائے میں قیام کیا۔ صبح کے وقت ان میں سے ایک دوسری دعویٰ کرنے کے لیے سرائے کے کمرے سے باہر نکلنے کی ادائیگی تھے ہیں کہ پہرہ دار ان پر مقرر ہو چکے ہیں۔ ان کے پاس بندوق تھی جس پر سکنیں چڑھی ہوئی تھی۔ سپاہی نے ان کو دیکھتے ہی غصہ سے کہا:

”مزقوف است سیروں برآمدہ نہی توافق“ یعنی تمہارے پیلسے باہر جانا منع ہے، وہ اندر چلے گئے گویا وہ تمام تا فلادیں نظر بندیا تھی کہ لیا گیا تھا۔ ہندوستان کی حکومت کو صبی اُن کا پتہ چل گیا تھا۔ اُس وقت پنجاب کا گورنر سر مائیکل اور دوسری تھا جو اپنی مسلم دشمنی میں بڑا مشہور ہو گیا ہوا تھا اُس نے تو ان کی مرتو کا نشوی ہر بارادے دیا تھا۔ اُس نے کہا تھا۔

”ان میں سے کوئی پکڑا گیا تو اُسے ہندوستان کی سرحد پر سب سے پہلے درخت پر لٹکا کر پھانسی دے دی جائے گی۔“

IF ANY ONE OF THEM IS CAUGHT, HE SHELL BE HANGED  
BY THE FIRST TREE ON THE BORDER OF INDIA.

(SIR MICHAEL O'DWAYER)

ان مجاہدین طلباء کی یہ نظر بندی چار سال تک جاری رہی یعنی ۱۹۱۹ء تک جب امیر جیب اللہ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ یہ مجاہد بھی شاید انگریزوں کے جواب کر دیئے جاتے یکیں کابل میں بھی دو بااثر جامعتیں تھیں جن میں عماڑیں بھی شامل تھے۔ ہر ایک انگریزوں کی غلامی کا دم بھرتے تھے اور ان میں بدلپن امیر جیب اللہ خان بھی تھا جو انگریزوں سے بھاری رشوت حاصل کرتا تھا اور وہ سراس کے خلاف تھا۔ یہ پادشاہ امیر زاریوں اہل ان کی بھوپٹیوں پر باہر صاف کرتا تھا اور کئی بے چاریاں تو خود کشی پر مجبور ہو گئی تھیں۔ اُس کی چار لوگوں میں بیان تھیں اور سنکڑوں باندیاں ان میں صرف امان اللہ خان کی والدہ حضرت علیہ باوقار تھیں اور اپنے خاوند سے کچی رہتی تھیں لیکن پادشاہ کو اس کی کیا پرواہ تھی۔

www.KitaboSunnat.com

بڑھاں ان طلباء پر پہرا اس قدر سخت تھا کہ جب کوئی بارا سے سودا سلف خریدنے جاتا تو سپاہی ساتھ ہر تھامہ ہر ایک کو ایک روپیہ کا بھی خرچ کر ریسے ملا تھا جو ناکافی ہوتا تھا۔ بہ جال نزدگی کے دن تو کامنے ہی تھے۔ اور اغفارلوں کی منافعت کا یہ حال تھا کہ ان کے منہ پر کچھی انھیں قیدی یا نظر بندہ کھتے بلکہ کھتے کہ آپ ”شاہی مہمان“ میں چنانچہ جب انھیں ”کابل“ کے جایا گیا تو سپاہیوں کے پروں میں ان بے چارے شاہی حمازوں کو خجوں اور ٹھوٹوں پر سوار کردا یا کیا۔ کابل میں کو توال شر کے سامنے پیش ہوئے۔ بالآخر کو توال کی کوٹھریاں اُن کے ریسے مخصوص ہو گئی۔

ان کا ایک ساتھی عبدالمجید شاہ بیمار ہو گیا۔ لیکن علاج معالج کی سولتین کماں۔ اپنی رخے تو شاہی ہمان۔ جب حالت بہت خراب ہو گئی تو داکٹر اللہ جمیل (لاہوری) آیا۔ اُس نے یوسوس کا اعلان کیا اور وہ ۱۹ اپریل ۱۹۱۵ء کو رہا ہی ملک عدم ہوا۔

جب ان طالب علموں کے کابل پسختے پرورد ہیئتے ہیں گزرسے تھے تو کراماٹ کے چار طالب علم جنہوں نے کہیں سے یہ غلط تجویز سن لی تھی کہ کابل میں مجاہد طلباء کی بڑی خاطر مددلات ہو رہی ہے افغانستان میں داخل ہو گئے۔ اور سرحد سے کابل لائے گئے۔ اور ان کو عجیب کوتالی کی کوٹھروں میں جگہ دے دی گئی۔ یہ طلباء کوئی چند رکھنے پڑھے نہ تھے کوئی پر افری اور کوئی مذل پاس تھا احسان کا کردار بھی بس دایبی تھا۔ اس لیے وہ مجاہد طلباء سے الگ تھلک ہی رہتے تھے۔ ان دونوں کابل میں ہی ضد حیصل لیا تھا اور مجاہد بھی بیمار ہو کر ہسپتال میں جانتے لگے۔ وہاں صرف ایک ہی تو ہسپتال تھا یہ حال پھر بھی خدمت تھا جوں کامینہ ختم ہوا تو ان کو کوتالی کی کوٹھروں سے نکال کر ایک دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا۔ شاید وہ جگہ کسی اور کام سے لیے در کار تھی۔ ان کا ایک مکان ہیں رکھا گیا جو "عمل خواجہ رواش" میں پیارے کے دامن میں واقع تھا۔

**ترکی مشن** | ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو ہندوستانی ترکی جرمون ہسن یورپ سے ایران کے راستے کابل پہنچا۔ اس وفد کے سردار راجہ ہمندر پر تاپ تھے۔ یہ باری کے تربیب، ہنریں، کے ایک جاگیر دار تھے اور یورپ میں رہتے ہوئے پہلی جنگ عظیم میں جموں کے ساتھ مل گئے تھے۔ اب اُن کا مقصد یہ ہو گیا تھا کہ نیپال کے مہاراجہ کے ساتھ مل کر انگریزوں کی گورکھا فوج کے ساتھ ہندوستان میں ایک ہندو سلطنت قائم کریں۔ ول کی یہ بات مولانا عبدالعزیز جو نے راجہ صاحب کے ساتھ رہتے ہوئے معلوم کی تھی۔

**مولوی برکت اللہ** | یہ بھی اس وفد میں شرکیت تھے جو پال کے رہنے والے تھے۔

میں امریکہ میں قائم شدہ "غدر پارٹی" میں داخل ہو کر انگریزوں کے برعلاف کام کرنے لگے تھے۔ پہلی جنگ عظیم میں یورپیوں کے طرف دار بن گئے۔

**کاظم بیگ** | یہ ترکیہ کی عارضی فوج کا یقینیت تھا جس کو بعد میں کہیں کا رتبہ مل گیا تھا۔

اس کے ساتھ ایک برمیں باشندہ (VON HEITISCH) تھا اور ایک اسٹریون نمائندہ (NEIDER MAYER) بھی تھا اس نے دل کا مقصد ویدا میر افغانستان کو انگریزوں کے برخلاف آسکار افغانستان سے ہندوستان پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرنا اور اس طرح انگریزی فوج کے مقابلہ جھنکتے کیا تو پین مجازوں کی بجائے ہندوستان میں رہنے پر مجبور کرنا تھا۔

### (۱) ڈاکٹر رحمت علی

بہنچ جائے جو دمی سرحد کے قریب واقع ہے۔ اس زمانے میں رات کو لوٹجے تو پڑھتی تھی اور اس کے بعد کوئی شخص بغیر اجازت کے گھر سے باہر نہ نکل سکتا تھا۔ اس نے مولوی عبدالرزاق کو اپنا ساتھی بنایا اور شرکے ایک کونز میں مسجد کو اپنا ٹھکانہ مقرر کیا۔ ڈاکٹر رحمت علی نے اپنی پوتیں کو باہر گلی میں پھینک کا پھنک ترپ چلتے سے پہنچنے کے لئے اور مسیحی میں جا بیٹھے۔ عبدالرزاق نہ ملے کیونکہ مسجد بنندہ ہر کوئی تھی۔ وہ شرک سے باہر ایک بے آباد مسجد میں پوتیں سے اپنے آپ کو ڈھانپے پڑے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ تو علی پڑے۔ ٹھری سڑک پر عبدالرزاق بھی مل گئے۔ انہوں نے اپنے آپ کو چڑکنڈہ کا دروازہ ظاہر کیا جو ملا کے حکم سے مزاد خریف جا رہے ہیں۔ شدید سردی میں موسم کی مصیبتوں جیلیتے مزاد خریف جا پہنچے۔ وہاں مجاہدین کو درست رکھنے والا ایک اللہ کا بندہ مل گیا جس نے ان کو بخارا پہنچانے کا انتظام کر دیا۔

رحمت علی نے چند سال روں میں گزارے۔ پھر فرانس چلے گئے۔ جب روزی کام سامان ہو گیا تو شادی کر لی پاکستان میں آئے تو پہنچاں یونیورسٹی میں فرانسیسی پڑھانے پر مأمور ہوئے۔ منبع سیاکوٹ کے رہنے والے تھے۔ برصغیر پہنچ

### (۲) محمد حسن عرفیعقوب

کوئی عقوب نام رکھا اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ برمیں ترکی دلف کا سربراہ خیری بے ایک ترک تھا۔ کھجوری میں اُن کو خلافت کا بہت زیادہ سامنا کرنا پڑا۔ پہنچا پھر وہ دباؤ کا جل چلا گیا اور وہ میں مقیم رہا۔

پھر سقاوہ کے زمانے میں نادرخان کا ساتھ دیا اور اُن کے لیے سرحد میں خدمات سرخاں دیتے

اس ہے اور پھر انھیں والتر جہر میں گلگردے رہی گئی۔ فارسی خوب جانتے تھے بلکہ اُس زبان میں ماہر کا درجہ رکھتے تھے جو شیخ البند صفت مولانا محمد الحسن کا ترجمہ قرآن اور تفسیری حواسی کا ترجمہ فارسی میں کیا تھا۔ بعد میں ان کے متعدد حکومت افغانستان کو بدمکانی پیدا ہو گئی۔ بعض مواعظ خود کے انگریزوں کی ایسا سے ان پر حملہ کرا دیا اور وہ شہید ہوئے اور ان کے ساتھ یا غستان کے ایک عبدالحیم بھی شہید ہوتے۔ اس علاقے کے ایک ملاید اکبر نے تاریباً ہمدرم کے گھر جلوادیتے اور مال و اساب پٹواریا تھا۔

(۳) مین ظفر حسن کرناں کے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور مولوی محمد جعفر علی اتحانی میر ڈاکٹر کے رشتہ دار تھے۔ گورنمنٹ کالج کے طالب علم تھے۔ بیانی میں ماہر تھے۔ بیرون کے بعد اشنس پر تین ہوئے کابل پہنچے۔ نادر خان کے خاندان سے رابط پڑیا ہو گیا تھا۔ افغانستان کی جنگ استقلال میں نادر خان کے ساتھ خوست کے مخاز پر موجود تھے۔ انھوں نے تو پھریوں کا بے حد مدد کی۔ کیوں کہ حساب لگائے بغیر شان کا پتہ کرنا تو پھریوں کے لیے مشکل تھا اور یہ اس خدمت پر ما مر تھے۔

جب افغانستان کے حلاں ناسازگار ہوئے تو مولانا عبد اللہ کے ساتھ روس روشن ہو گئے۔ ان کے ایک رفیق داکٹر خوشی محمد بھی تھے لیکن وہ کیونسٹ خیال رکھتے تھے اس لیے ان کے ساتھ کچھ زیادہ دیر تک بھاجا ہو سکا۔

روس میں کچھ مدت سپری نے کے بعد ترکی چلے آئے۔ استنبول کے فوجی کالج میں تعلیم و تربیت پاکستان کی فوج کے معزز ہمہ پر فائز ہوئے۔ پھر فوجی کالج میں انگریزی زبان کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ترکی میں ایک خالوں سے شادی کری۔ تو ظفر حسن ایسکے مشہور ہوئے۔ پھر پہنچن پاکستان استنبول میں حقیم ہو گئے۔ ۱۹۷۹ء میں پاکستان بھی آئے تھے لیکن حکومت پاکستان نے ان کو پاکستان میں مستقل رہائش رکھنے کی اجازت نہ دی تھی۔ ان کے تمام اتر پاکستان میں ہی تھے۔

نادر خان نے اپنے وقت میں جب فوج کی تعلیم کے سلسلے میں نئے انتظامات کیئے تھے تو ترکیہ سے چندا فخر ملا گئے تھے۔ ان میں ایک مین ظفر حسن بھی تھے مولانا اشلمی کی سیرت النبی کا ترکی زبان میں ترجمہ بھی کیا تھا۔ نو ایک کتاب اپنے حالات میں "آپ بیتی" کے نام سے میں جلدی

میں اُردو زبان میں کمھی بوشائع ہو گئی ہے۔ تاریخی معلومات کا بے بنا خیرا نہ ہے۔

(۲۷) **ڈاکٹر خوشی محمد** آپ کا تعلق ضلع جالندھر سے تھا۔ لاہور میڈیکل کالج میں ذمہ دار سے اور قید کی صحوتیں برداشت کی تھیں۔ مولانا عبد اللہ سندھی سے والیگلی ہوئی تو ان کو حکومت موقتہ کا دامتختہ نیاز دیا گیا۔ جب روس کو وفادار نہ کیا اسی احتراوس میں بھی آپ کو شریک کر دیا گیا تھا اور نام مرزا محمد علی رکھا گیا تھا جب وفتا شفیقہ پہنچا تو زاری حکومت کے حکم کے باعث گرفتار ہوئے۔ گورنر کی مداخلت سے رہا ہوئے اور واپس آگئے اور مشن بے کار ثابت ہوا۔ انگریزی حکومت اور زاری روس کی حکومت کے درمیان غلط فہمی پیدا ہو گئی۔ اسے دو کرنے کے لیے لارڈ چمنز کو خود روس چنان پڑا۔ رو سیوں نے ایک لکھ پوشائع کیا تھا جس کا نام «رسنے کی پیری» تھا۔ اس میں اس مشن کے متعلق مفصل ذکر کا درخوط و کتابت موجود ہے۔

اس مشن کے بعد کچھ مدت تو کامل میں گزاری۔ بعد مولانا عبد اللہ کے ساتھ روس بھی گئے اور کیونٹ پارٹی کے مکن بن گئے۔ اور تھرڈ میشن میں ایک عمدے پر ماوریجی ہو گئے اور احمد حسن نام اختیار کر لیا۔ ۱۸۹۸ء میں کیونٹ پارٹی میں انتشار پیدا ہو جانے سے طالین کی برادر کوئی کمکت عمل کے باعث ان کی جان بھی گئی۔

(۲۸) **عبدالباری** ایم۔ لے کا طالب علم تھا۔ سر محمد شفیع جوان گزیکی و قادری میں کسی سے کم نہ تھا کا ترقی بھی رشتہ دار تھا اس لیے ادائیں برادری کا رکن تھا اور بار ہجودا پہنچنے تمام اعمال کے اس چکر سے باہر نہ نکل سکا۔ بخی گفتگو میں وہ سب سے پہلے ادائیں تھا اور بعد میں کچھ اور۔ اور یہی اس کی سیاسی زندگی کی پائیڈر اساس تھی۔

ہمارے طلباء کے ساتھ کامل پہنچا تو رفتہ رفتہ مولانا عبد اللہ سندھی سے اس کی ملاقاتیں اکثر ہوتی رہیں چنانچہ جوں مشن کے لوگوں سے جب ملاقاتات ہوتی تو عبد الباری ہی آپ کا ترجمان ہوتا تھا۔ لیکن اس سلسلے میں وہ کچھ بھی رہنمائی نہ کر سکتے تھے۔ اس کے ساتھ مولانا بکرت اللہ جھریلی بھی ہوتے تھے لیکن ان دونوں کو عمر بھرا فغانستان۔ صوبہ سرحد۔ پنجاب۔ سندھ اور بلوچستان کا نقشہ

تک دیکھنے کا بھی موقع نہ ملا تھا اس لیے وہ مشن کی عملی کارروائی میں کیا رہنمائی کر سکتے تھے۔ کابل میں جب مولانا برکت اللہ۔ عبد اللہ سندھی اور مولانا جہزہ نہر پر تاپ کی کوششوں سے ہندوستانی مقیم کابل نے ایک حکومت موقتہ قائم کی تو اس کے صدر منتخب ہوئے۔ ان کے عذر انہم اور خیالات میں پچھلی ذریعی صرف دوسروں کی ہاں میں ہاں ملافہ کے قابل تھے۔ حکومت موقتہ کے لیے تین مرکزی تجویزی ہوئے۔ کابل، یمنپال اور شمالی مغربی بنگال۔ کابل کا مرکز البتہ مسلمانوں کو تفویض ہوا۔ اس حکومت نے ایک مشن باستبل بھیجئے کا فیصلہ کیا اور اس میں عبدالباری اور ڈاکٹر شجاع اللہ مقرر ہوئے۔ اور فیصلہ ہوا کہ مشن ایران کے راستے استبول جائے گا۔ یہ وفد ایران سرحد پر ہی گرفتار کر لیا گیا اور انگریزوں کے حوالے کر دیا گیا۔ عبدالباری نے ہندوستان پہنچ کر معافی مانگ لی۔ اس نے تمام واقعات حکومت موقتہ کے اور جنود اللہ جو قائم کی گئی تھی اور جماعت مجاہدین کے مفصل حالات تک تصدیق کیے اور باقی دو ممبروں نے اس پر تحفظ کر دیے۔ پھر عرصہ اُس نظر پر کھڑک رکھ کر ہوا کرو یا گیا۔ حکومت ہندوکش جوان واقعات کی تحقیق میں بڑی پیشان تھی اور طینان حاصل ہوا کہ اُسے مفصل حالات کی اطلاع مل گئی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں کئی خاندانوں پر کوہ المٹ روٹ پڑا تھا۔

اب عبدالباری صاحب مجاہد تھے۔ عائیت پسند تھے اور سیاسی لیڈر بھی ہیں گئے۔ انگریزی حکومت سے انھیں کوئی خوف نہ تھا اور نہ حکومت ان سے خالص تھی۔ پاکستان بن جانے کے بعد جب آبادیوں کا تباہ رہا اور فقر و اڑان نساداں نے زور پکڑا تو آپ سلم یگی میں شامل ہو گئے۔ پاکستان بننے کے بعد جب آبادیوں کا دروناک تباہ و تشرد رع ہوا تو آپ ہندوستان سے اسی طرف نکلا۔ آبادیوں کو جمع کرنے اور ایک خاص خطہ نہیں میں بسانے میں مشغول ہو گئے۔ لوگوں نے اسی طرف نکلا۔ اپنے لیے دو طبق جمع کر رہا ہوں۔ دوسری جماعتوں کو اس کا علم ہوا۔ نورہ بھی اسی دو گروپ میں نکلا۔ اور نواب محمد رٹ کی وزارت کے لیے لایخن مقذہ و فساد پر پاکیدیا اور راہنماؤں میں احتجاجات کی خلیج گھر سے گھری ہوئی جعل گئی۔ آپ مجلس قانون ساز کے رکن منتخب ہو گئے اور پھر ارشد کی حیثیت سے پنجاب میں مشروں میں سے ایک ہوئے۔ آپ کا نسبت جو تھا جنگ الکربلا، کوئی اخبار نہیں کوئی سوال پچھا نہیں کیا تو کہتے تھے "الیسا بھی ہو تو ملتا ہے"

کچند ماہ بعد ہی ان فرائض سے سبکدوش کردیئے گئے اور باقی زندگی میں گزار دی۔ سسے کو فوت ہوئے اور اپنے جنم بھوپی کی زمین ہی میں مفتوح ہوئے۔

**۴۵ طاک طاشجاع اللہ** پتید ہوئے اور ماگر نبیوں کے حوالے کر دیئے گئے عبدالباری فی جو معافی نام لکھا تھا اور جو خفیہ حالات تحریر کیے گئے تھے اس پر وظفہ کردیئے تھے۔ اور

یوں رہائی کی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ پھر مسجد ولیخان لاہور کے قریب اعلیٰ پر کیٹس شروع کردی تھی۔

شیخ عظیم اللہ فنا نس سیکڑی ابھن حایت اسلام کے چھٹے جہانی تھے۔ یہ سلسہ عمل ان کی طبیعت کو راس نہ آیا تھا پچھے عافیت کی ازندگی بس کرتے ہوئے سسے میں فوت ہو گئے۔

۲۳ دسمبر ۱۹۱۲ء کا دن ہندوستان کی تاریخ میں ایک بیادگاری دن ہے۔ اسی لیکر

۲۳ دسمبر ۱۹۱۲ء کو شہنشاہ جارج پنجم نے اپنے جنوبی شہری کی رسومات کے دروازے درپی کو آئندہ حکومت ہند کے والسلطنت ہرنے کا اعلان کیا تھا اور راس کی تغیری کا سنگ بنیاد

بھی رکھا تھا۔

اور ۲۳ دسمبر ۱۹۱۲ء کو دہلی شہر کو باقاعدہ قانونی طور پر حکومت ہند کے حوالے کر دیئے کے لیے ایک جشن کا اجتماع کیا گیا تھا۔ اس نمازیں لاڈ بارڈ نگہداری ہندوستان کا والسرائے تھا۔ لور اس شخص نے ہی دہلی کو حکومت ہند کا والسلطنت قرار دیئے میں سب سے زیادہ جدوجہد کی تھی پس حکومت بخارا کا ایک حصہ ہی بھی تھا اور یہ حیثیت اُس کی ۱۸۵۷ء میں لارڈ کیلگری کی حوصلہ تھی۔ اب دہلی کو حکومت ہند کے حوالے کیا جا رہا تھا اور حاکمی کی اس رسماں کو لال قلعہ کے دیوار پری تھی۔ اب دہلی کو حکومت ہند کے حوالے کیا جا رہا تھا اور حاکمی کی اس رسماں سے لال قلعہ نکل لائے کے لیے ایک جلوس کا اجتماع کیا گیا تھا۔

والسرائے اُن کو سیکھ صاحب احمد دیگر صاحبوں کو لیکی۔ باقی پر ہر وہ صاحب کو بھٹکایا تھا۔

یہ جلوس دیلوس سے سیٹھ سے "کوئٹہ گارڈن" میں داخل ہوا اور ٹانوں ہال کے دروازوں سے گزر کر چاندنی چوک میں آگیا جو نہیں سے جلوس گھنٹہ کھر سے آگے بڑھا تو کسی نامعلوم شخص نے تاک کر لیکیں والسرائے پر ایسا مارکہ بھاگت تو دیکھ پلا کر ہو گیا۔ والسرائے شہزادہ محمد حکمر بھی ہوش ہو گئے۔

کئی ایک دیگر صاحب ہلاک ہونے اور زخمی ہوئے بیگم صاحبہ بھی نرخی ہوئی۔

اب بالتفہم بعہ ہو دس کے غائب ہو گیا۔ والسرے کو جلد پستال پہنچایا۔ ہلاک ہونے والوں کو مناسب طریقوں سے محفوظ رکھا گیا اور دیگر نرخمیوں کو بھی پستال میں داخل کرو گیا۔ کچھ عرصہ

بھاگر پھر ہرہی۔ پھر جلوں کو بے دلی سے آگے پڑھنے کو کہا گیا۔

والسرے کو جب ہوش آیا تو آپ نے حکم دیا کہ میری ایکزیکٹو فنسٹ کا سب سیسٹر ادمی

میری نمائشگار کرے گا.....

بم کی اس واردات کو کسی ایک بنگالی کی شارت کا اعلان کیا گیا یہ کہ کرو و تفصیل نہ کھال کی

وہر سے اشتو پرا آتے ہیں۔ لیکن اس کی تفسیح کا اعلان تو ایک سال ہوا کیا چکا تھا۔ کچھ بھی

ہوا اور کوئی ہر اس کا نزل اسلامیوں پر ہی گرا اور پوری شدت کے ساتھ گرا۔ در پردہ اسے کسی

چباہ کا فعل تصویر کیا گیا تھا۔ اور اشتو کی یہ حالت تھی کہ مولانا دل انداد جیسے مدبر کو اخبار العمال میں

لکھتا ہے "جس باقہ میں قوان ہواں باقہ میں بیم نہیں ہو سکتا۔"

## فصل

### مرحد کے علاقے میں برتاؤی حکومت کی فوجی کاروائیاں

۱۸۹۱ء کے بعد مجاہدین کے ریلے کوئی ٹھکانہ نہ رہا تھا۔ وہ مختلف قبائل کے پاس پہنچے تاکہ دستور کے مطابق کوئی کاؤنٹ اجارتے پر سے لیں۔ لیکن اکثر قبائل نے الگ چاپ ایسا سروکرنے پر رضا مندی کا انعام کیا تھا۔ مگر شرطیہ کرتے تھے کہ فلاں قبیلے سے ہماری دشمنی ہے اور اُس کے خلاف ہماری مدد کرنا ہو تو یہ ہو۔ مگر یہ شرط مجاہدین کو کسی طرح منظور نہ تھی وہ کہتے تھے کہ مسلمانوں کی دُجاتھی کے درمیان ہم صلح تو کر سکتے ہیں لیکن کسی ایسکے ماتحت قبائل جنگ میں بڑائی نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر کفار اس علاقے پر حملہ کریں گے تو ہم سب سے آگے ہوں گے۔ کیوں کہ ہمارا مقصد ہی جنگ کرنا ہے اور ہم اپنا گھر پر چھوڑ کر اس علاقے میں آتے ہیں اس غرض سے ہیں۔

بالآخر مبارک خیلوں نے ٹیکلائی کا کاؤنٹ اجارتے پر دے دیا اور مجاہدین یاں آلبے تھے اور مولانا عبداللہ امیر المجاہدین کی زندگی کا باقی حصہ یاں ہی بسو رہتا۔

لوزیر کے ماسعد اللارخان اس جنگ میں پیش پیش

**جنگ مالاکانڈ ۱۸۹۸ء** تھے اور مستانان فیض کی ملائت تھے۔ مجاہدین بھی اس جنگ

میں شرکیت پڑھے۔ مولانا عبد اللہ اور آن کے بھائی عبد الوکیل ان وزن روک میں مقیم تھے جنگ بڑی شدید تھی۔ لیکن تو پہ کاموں جواب نہ تھا۔ انگریزی فوج دو ہزار تھی لیکن پھر بھی پچاس سال تھے فوجی انگریز لاک ہو گئے تھے۔ بوئنیوں نے تواہدا میں پسپا ہو گئے تھے۔ مجاہدین کا القصان حرف ایک مجاہد تھا۔

**کوہ سیاہ کی ہیں** ۱۸۹۷ء میں انگریزی حکومت تمام آزاد قبائلی علاقے کو زیر کرنے پر

بنایا پا ہتی تھی۔ البتہ ان تحریرات میں استعمال ہر لئے طالی سپاہی ہندوستانی ہوتے تھے اور زیر تربیت افسر انگریز تھوتے تھے۔

نومبر ۱۸۶۷ء میں اگرور کے مشورہ قائم اورگی پر ایک فوجی چوکی قائم کردی گئی۔ قبائل نواس

پوکی پر جملہ کر دیا۔ قبائلی شکر حسن نزیمین۔ اکاذیبوں چھڑزیوں اور پیاری کے سیدوں پر مشتمل تھا۔ انگریزی فوج کے ساتھ نواب اسپ کی فوج بھی تھی۔ خان اگر ود عطا محمد خان کو گرفتار کر لیا گیا۔ پہلے اُسے ایبٹ آباد سے جایا گیا۔ اور نسلسلہ میں اُس کی ریاست بحال کر دی گئی۔ نسلسلہ میں عطا محمد خان فوت ہوا اور اس کا بیٹا گورنر خان اگر ود عطا میں تسلیم کر لیا گیا۔ گورنر خان پھر معزول ہوا اور اب اسے لاہور لایا گیا اور حضرت ابوالمعالیٰ کی خانقاہ کے قریب ایک کوشی میں رہائش رکھنے پر محصور کر دیا گیا۔ ان تباہی کے باوجود اگرور کے قبائل مطیع نہ ہوئے۔

انگریزوں نے ایک درباری نام کے سیلسے وسیلہ کی ایک فوج ترتیب دی تاکہ اس عملاتے کو مطیع کیا جاسکے چنانچہ حسپ دستور میکری اور نندھیا کے بعد حسن نزیمین اور صالتی مطیع ہوئے پر آمادہ ہو گئے۔ میکری دوسرے قبائل نے عجائب کے ساتھ ان کر خوب مقابلہ کیا اور انگریز اُن کو مطیع نہ کر سکے۔ انگریزی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ انگریزی فوج پر باری میکری اور نندھیا میں سے اگر کوہاں پہنچی۔ انگریزی جنگاں سے گزرنے اُسے جلا کر راکھ کر دیتے تھے۔ انگریزی فوج کچھ زیادہ دباؤ نہ ڈال سکی اور شکنش کا سلسلہ جامد رہا۔

۱۸ جون ۱۸۸۹ء۔ بیہقی بیٹی اور کپتان آرٹن اپنے ساتھ چند فوجوں کو لے کر پہنچ کے۔ پہنچنے پر جنگ میں اندھوں سے دست بدست بڑائی میں مارے گئے۔ انگریزی فوج اعتمام لینے کے لیے آئی تو حسن نزیمین۔ اکاذیبوں اور پیاری کے سید خاں الفت پر مجمع ہو گئے۔ ۲۷ جون کو عبد اللہ خان ”میدان“ سے (نژد بلوہ) سے ایک سو ٹینیں مجاہدین لے کر آپنے۔ انگریزی فوج کی تعداد بارہ ہزار تھی اور اس نے اپنا ایک سرکنہ اُگی میں قائم کر لیا تھا اور دوسرے اور بند میں۔

جنگ ایک ندی کے کھارے ہوئی۔ انگریزی فوج توپوں اور بندوقوں سے آتش باری کر رہی تھی۔ قبائلی منتظر ہو گئے لیکن مجاہدین ٹوٹے رہے۔ چھترواریں لے کر جعلی کی تیزی سے انگریزی فوج پر جملہ اور ہوتے۔ دست بدست بڑائی میں بہت سے فوجی موت کے گھاث اتار دیتے گئے۔ مجاہدین بھی شہید ہوئے اور جو زخمی ہو گئے وہ قریب کے جنگل میں بنے بس ہو کر چلے گئے۔ جب انگریزی فوج اس جنگل میں پہنچی تو ان سب لوگوں کو گولی مار کر بلاک کر دیا گیا۔ یہ جنگ تو روکی جنگ کھلاتی ہے لور جنگل کا یہ قبرستان کنج شہیدوں کھلاتا ہے۔ اور بتیرک سمجھا جاتا ہے۔

اس میدان میں اٹھا سی نشیں پائی گئی تھیں ان میں اڑتا ہیں مجاهدین کی تھیں کپتان جسی اور کئی افسر بھی مارے گئے تھے۔ ہندوستانی سپاہیوں اور افسروں کی تو گنگوہی ہی نہیں گئی تھی گو نادہ تو مرے کے بیٹے تو تھے ہی اور بس۔

۳۰ مئی کو کوکمی پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزی فوج آگے بڑھی اور دیکھ کر لیا اور مارٹس کے مغربی کنارے پر پوسی اور میدان میں مجاهدین کے طبع اور آبادیاں جلا دی گئیں۔ غلط کے جذبہ سے کیے گئے تھے وہ بھی جلا دیئے جاہرین پوسی سے نکل کر کابل گرام چلے گئے۔ عربوں اور پخون کو باگزد بیچ دیا تھا۔

مجاهدین، ایک دفعہ حضرت اخوند صاحب صوات کے صاحبزادے کے پاس بھی رہے گئے تھے۔ کہ انگریزی فوج تک کی طرف آرہی ہے اور مسلمانوں کو لازم ہے کہ جہاد کے لیے تیار ہو جائیں۔ صاحبزادے اپنے علامگی میمت میں جواب دیا کہ انگریز تھمارے نہ ہی محاذ میں داخل نہیں دیتے۔ مسجدیں مسماں نہیں کرتے اور گول کھانا کو نہیں چھپتے۔ (تاکہ قبر پرستی کی رسم جاری رہے) البته تھمارے ملک پر قبضہ ہزور کر لیتے ہیں) پھر ان کے خلاف جہاد کیوں کر جائیں ہو سکتا ہے (جگ کوہ سیاہ۔ مصنف افسر جنگ یحییٰ بارڈ کن ۱۹۴۹ء)

۸۹۱ میں غازی کوٹ کی جنگ ہوئی۔

کوہ سیاہ کی اسی جم میں جا کوٹ۔ غازی کوٹ اور دیکھ کا رج پر شدید جنگیں ہوتیں۔ حضرت اخوند صاحب خود کوئی عالم شخص نہ تھا اس لیے مذہبی امور کی وضاحت کے لیے دوسروں کا محتاج ہوتا تھا اس کا ایک مرد پیغمبر خیل کے ایک گاؤں دروازاں کا رہنے والا بلوچستانی تھا۔ اس کے ساتھ مل کر اخوند صاحب نے ملکوٹھا کے خلاف "ولہیت" کی ہرا بھڑکائی اور اسے تمام قبائل میں پھیلا دیا۔ انگریزوں کی دولت اس کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ چنانچہ اس نے بہت سے علاقوں کو جمع کر کے ان سے ملکوٹھا کی "ولہیت" کا قتوں لے لیا گواہی بھی کوئی کفر کی بات تھی۔ اصل مدعاں کی ہر ولعہ زی کو ختم کرنا تھا کیوں کہ وہ محارمین سے تھا انہا انگریزی حکومت پر قصیت پر اسی گروہ کو ختم کر دینے پر تسلی ہوئی تھی۔

خانجہ ۱۹۴۵ء میں ملک حب بونیر گئے ہوئے تھے۔ وہاں باری خیل قبیلہ ان کا

بہت معتقد تھا۔ اخوند نے ایک لشکر تیار کر کے بولنیر پسچھے دیا اور باری خیال سے ان کے اخراج پر مصروف ہوا۔ چنانچہ طا صاحب چل رہے گزر کر پڑا۔ ہمی پلے گئے جو ان لڑاؤں کا مشورہ قام ہے۔ لشکر نے ان کا یہاں تک تعاقب کیا۔ انہیوں نے لشکر کا مطالیہ ماننے سے انکار کر دیا اور سادات منگل خانز کے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کیا۔ طا صاحب بخوبی تو ٹھاپنچ گئے اور یہ مقام انگریزی عمل واری میں تھا۔

مجاہدین کو حصی دیا یہ کرنکل دیشے کا ارادہ کیا گیا جو اس وقت چھتری میں گلو فریڈری میں رہتے تھے اسی ستمبری دوسری ایک تنگنا شے تھی جسے گلی پر ہال کہتے ہیں۔ امیر المجاہدین موزی عبد اللہ نے چاپسِ مجاہدین کے ایک لشکر کو ایک جمحدار کی ماتحتی میں دیاں بھٹادیا۔ یکوں کہ آپ کو حملہ کی خبر ہو گئی تھی اور یہ ایک راستہ ان تک پہنچنے کا تھا۔ چنانچہ اس گلی میں شنیدر رستہ درست چکا ہوئی۔ تمام مجاہدین شہید ہوئے لیکن وہیں کو اس قدر عظیم لقمان ہوا کہ وہ قدم آگے نہ بڑھا سکے۔ اگرچہ سرحدی علاوہ اُن کو بہت اکسیا تھا لیکن باقی ماندہ لشکر کسی صورت پر عظمت نے کے رلیے راضی نہ ہوا اور منتشر ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد مجاہدین نے گلو فریڈری کی سکونت ترک کر دی اور پوسی چلے گئے اور دہان اُن کا قیام <sup>۱۸۸۷</sup> تک رہا۔ اس دوران میں انہوں نے پچھرے عرصہ ذیب سریں قیام کیا تھا اور ایک قلعہ بھی تعمیر کر لیا تھا۔

### ملا کوٹھا کے متعلق مکمل و اعلیٰ کا بیان

مجاہدین علاقہ چھتری میں پچھرے عرصہ میں ملا کوٹھا کے متعلق مکمل و اعلیٰ کا بیان <sup>۱۸۶۵</sup> میں دیا گیا تھا۔ اسی میں دہان کے شمال میں واقع ہے لیکن دہان کے افغان اُن کو اخراج کی وصیکیاں دیتے رہے۔

فیروز شاہ <sup>۱۸۶۳</sup> میں اس مقام پر اُن سے ملا تھا۔

مولانا سید عبد اللہ غفرنی کو جب کتاب و سنت کا پیروی کرتے ہوئے غزنی سے نکلا پڑا تو وہ صوات آگئے تھے لیکن اخوند نے اُن کو ہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ عوام کا رُخ جب اُن کی طرف ہوتے دیکھا تو اُن سے بے مردی سے پیش آئے لگا اور وہ محصور ہو کر طاکوٹھا کے پاس چلے گئے۔

ملائکر نئھا کو جب اخوند کی عدالت کا حال معلوم ہوا اور صاف کے الزامات اور سازشوں سے آگاہی ہوئی تو وہ خود سیدہ جا پنچے اور بالمشانہ غفتگو میں کہا کہ آپ مجاہس میں مجھ پر بدل اعتماد کو اور مذہبی تھمت ٹا از ام لگاتے ہیں اور میں اس سلیمانیا ہوں کہ آپ اپنے سرہنوبی اور علمائی کو بلاعیں اور میں ان کے دربر و کلپنے آپ کو ان الزامات کی تھیات کے لیے پیش کر دیا ہوں۔ اگر مجھ پر فشرعی الزام ثابت ہو جائے تو مزادی جائے یا توبہ قبول کی جائے۔ اگر کوئی جرم ثابت نہ ہو تو اس کا سلسلہ بند کیا جائے۔

لیکن اخوند نے اس تجویز کو رد کرتے ہوئے محن دکھاوے کی بالوں سے اُسے طال دیا تھا۔ ہندوستان میں انگریزوں نے مجاہرین پر "دہلی" ہوتے کی تھت لگائی تھی اور اخوند نے بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے ہر اس شخص کے خلاف یہ ہتھیار استعمال کرنا شرعاً کردار جسے وہ اپنی راہ سے ہٹانا چاہتا ہے تھے۔

**حکومت برطانیہ کا مشہور و معروف وزیر اعظم اپنی کتاب My Early Life (1875ء) "میری سابق زندگی" میں مرحدی قبائل کے خلاف تاریخی کار رائیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔**

"ہم ایک نظام اور ترتیب کے ماخت ایک کاؤن سے فور سے کاؤن میں پہنچ جاتے تھے۔ ہم تمام مکانات کو جلدی کاٹھی پڑا دیتے تھے۔ جو پال کا کنٹراں نظر آتا اُس سے پہنچ کر دیتے تھے جو مینار ماستے میں آتا تھا اُس سے پیونڈ نہیں کر دیتے تھے۔ تمام بڑے بڑے سایہ دار درخت کاٹ دیتے تھے۔ کھیتی یا زمین پیداوار کو جلا دیتے تھے۔ پانی کے تالابوں کو ختم کر دیتے تھے اور غلے کے گوداں کو بے نام دلشان کر دیتے تھے۔ یہ تھیں ہماری تاریخی تحریک کا بیان۔"

واقعی ایسا کیا جانا ضروری تھا میں کہہ نہیں سکتا۔ بہر حال پندرہ روز کے بعد یہ ولادی ایک بے آب و گیاہ صورت میں تبدیل کر دی گئی تھی جو رہائش کے لیے کسی صورت بھی قابل نہ تھی۔ البتہ ہماری حضرت الحبہ کو تسلی اور اطمینان حضور حاصل ہو گیا تھا۔"

**۱۹۱۲ء کا زمانہ مسلمانوں ہندوی تاریخ میں ایک یادگار زمانہ رہے گا۔ یہی زمانہ خاص جب ان کی مذہبی۔ سیاسی صالت میں ایک انقلاب عظیم ہوتا ہوا تھا۔ سرسیند کی پیدا کردہ انگریز پرستی**

کاظم یا کیا کوٹ ٹوٹ رہا تھا۔ اس دوران میں مسلمانوں کو من حیثِ القوم سیاسی جدوجہد سے بالکل آگ تھدگ رہنے کی تلقین کی جاتی اور اسی حکمتِ عملی میں اُن کی سیاسی اور قومی زندگی کامانز سمجھنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ لیکن کچھ سیاسی زندگی کا میلان ہندوؤں کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔ مسلم یا کوٹ کا قیام عمل میں آپ کا تھا۔ لیکن اُس کی حکمتِ عملی یہ تھی کہ لیکن کی عام سماستی کی روک تھام کے لیے انگریزی حکومت کا ہاتھ بٹائے۔ عام اعلان کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کو سیاسی جدوجہد کی حقیقت کرنا چاہیئے۔

گفتگو کے چند مسلم جواں وقت کا ٹھکریں میں بھی شریک تھے اُن کے سامنے نہ اپنا کئی مقصد تھا اور نہ لاءِ منزہ کا اعلم۔ ہندوؤں کی دیکھادیکھی حقوق طلبی کا اولوی اُن کے دلوں میں جاگریں ہو گیا تھا۔ مذہبی حالت سے عوایا کیتھے کہابے پرواٹ اور بے تعاقی چھٹائی ہوئی تھی۔ اسلام کا علاقہ محض ایک بڑائی نام قومی رشتہ سمجھا جاتا تھا۔

حامیان شرح تینیں اگرچہ ملہب سے بظاہر بے گمان تھے لیکن عام و غرضی ہی ہوتا تھا کہ دنیا کو ترک کر دو۔ نمازِ روزہ اور فرائض میں زندگی بس کر دو۔ تمہیں ملک سیاست سے کیا مر و کام پختہ ترکر دو مراج خلقا ہی میں اخھیں۔

روزِ حملت خوش خبروں داند ٹو گدائے گو خوشیں تو حافظا مفروش  
اسی اتنا میں دل دربار ہوا اور قسم بیکار کی منسوخی کا اعلان ہوا۔ مسلمانوں میں اس واقعہ سے بے چینی ترمیدا ہوئی لیکن علاً گوئی قدم ہندوستان کے اندرون اٹھایا جاسکا۔

اس زمانے میں دو خبر شائع ہوئے۔ ایک روز نامہ "زمیندار" تھا جس کے مدیر ہو لانا اظہر علی خان تھے اور لاہور سے شائع ہوتا تھا۔ دوسرا ہفتہوار "الحلال" تھا جس کی زمام تحریر عولانا البر کلام آزاد کے ہاتھ میں تھی۔ ان کے باعث مسلمانوں میں قومی زندگی کی امرداد کی تھی۔

# باب سوم

## امیر نعمت اللہ

مولانا عبدالکریم کے بعد مولانا نعیت اللہ کو امیر منتخب کیا گیا جو مولانا مطیع اللہ کے بیٹے اور مولانا عبداللہ کے پوتے تھے۔ آپ میدان میں ۱۸۸۷ء

میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ آپ کے بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھی۔ ابتدائی تعلیم اپنے باپ سے حاصل کی اور پھر دبی میں مولانا سید نظیر حسین سے حدیث کا درس لیا اور پھر انحصار خشخان کے مدرسہ کے مولانا نذری حسین سے بھی سند حدیث حاصل کی۔ والپی پر حسیب ترقیت جماعت کی خدمت انجام دیتے رہے۔ مولانا عبدالکریم کے دور امارات میں جماعت کا قریباً تمام انتظام انجیس کے ذریعہ سراخجام پاتا رہا۔

مولانا محمد علی تصویری بیان کرتے ہیں کہ امیر نعمت اللہ ایک بھاری بھر کم۔ خوبصورت۔ وجسمیہ دراز قد جوان تھے۔ گفتگو میں بہت سنبھیڑہ۔ شاستر اور تین تھے۔ بڑے نیک اور مردم س خچھے ان کے خطبات خاصے دل نشین تھے۔ خوبصورت ترشی ہوئی دل طبعی۔ سر پر خوبصورت سترے پیش رکھتے تھے۔ لباس میں ٹینینڈ اور یونپی کا قریم غارہ۔ لمبا کرتا اور نیکمہ دار صدر سی پہنچتے تھے۔

سر پر عماء در رہا تھا میں نفیس چھری۔ (مشابرات کابل ریاستان صفحہ ۱۰۸)

عنان امارت سن بھالتے ہی اخنوں نے جماعت کی تنظیم نو کے لیے ہندوستان کے تمام اکابر جماعت سے ربط قائم کیا۔ پہنچ میں مولانا عبدالرحمن نجیب اُن کی امارت پر الفاق کر کے بیعت نامہ بوانہ کر دیا جو کہ رشتے میں ان کے چاہتے۔

سب سے پہلے آپ نے سلسلہ معرفت جماعت کے باہر قدم رکھا۔ اور مولانا ابوالکلام آزاد بجوس زبانی میں مملکت سے اخبار الملال نکالتے تھے سلسلہ جنبشی کی۔ اور اسی طرح ڈاکٹر محمد احمد اور حافظ اجل خان سے ربط قائم کیا اور سات ماہ میں جماعت کو از مرتو منظم کر کے اگر بزری کے ساتھ جنگ کرنے کا نیصد مکاری۔ اور اس کے لیے قبلی لوئیز میڈیا صلات کو جمع کیا۔ اس دوران میں حاجی تریکڑی

بھی اپنے ملک سے بیرون کر کے جہاں میں شرکیے ہو گئے۔ اور تمام صوات کو جمع کر کے میدان جنگ میں لانا اخیس کا کام تھا۔ تمام بونیر میں کافی اثر درست رکھتے تھے جس نے اسے مداخل امازی اور تنہلی بھی اس جنگ میں شرکیے ہوئے۔

مجاہدین نے انہیلہ کے اس میدان سے جمل ۱۸۶۳ء میں مولانا عبداللہ نے انگریزوں سے جنگ کی تھی۔ دو میل آگے بڑھ کر انہیلہ کنڈ پر کمپ قائم کیا اور اس کیمپ میں اسی حرب افتخار موجود تھے۔

اُس زمانے میں انہیلہ کنڈ پر ہی انگریزی سلطنت کی اخیری سرحدی لائن تھی۔ اور ان کی اخیری پوکی اس مقام سے ۱۰ میل بعد سرکاری سے گزر کر رستم کے مقام پر تھی۔ مجاہدین اور دیگر قبائل کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصتے نے درہ بر کاوی کے جزو پہاڑوں پر سات میل تک پیش قدی کرنے کے بعد دور چڑھنا لیا۔

دوسرے حصتے نے شمال پہاڑی پر اسی تقدیر آگے بڑھ کر دور پڑھنا کر لیا۔

تیسرا حصہ جس میں مجاہدین کی تعداد زیادہ تھی پیش قدی کرتا ہوا اسی دہ میں سات میل پیش قدی کرتا ہوا سوہاگر و گٹھ پر اپنا ابتدائی کمپ قائم کرنے میں کامیاب ہوا اعباب یہاں سے رستم کا انگریزی کمپ نظر آتا تھا۔ ان تمام کارروائیوں کے باوجود اگرچہ انگریزی فوج کافی تعلویں جمع ہو چکی تھی تھکرا جمی مجاہدین پر حملہ کرنے کی تیاری کرنے میں ہری ہڑتھی کہ مجاہدین نے ۹ شوال ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۹۱۵ء رات کو شجاعون مارا۔ تلعرستم کے خفاظتی استحکامات بڑھ سخت تھے اور اس کے چاروں طرف خفاظتی باؤ بھی کم ہوئی تھی۔

مجاہدین کے حملہ کے ساتھ ہی تلعد سے تو پس اور بندوقیں چلنے لگیں اور مجاہدین کی طرف سے بھی بابر کا جواب دیا گیا اور جنگ تمام رات جاری رہی اور روشنی ہوتے ہی مجاہدین سوہاگر و گٹھ کے کمپ میں والپرہا گئے۔ رستم کے باشندوں نے خبر دی کہ بڑانیس کے زخمی سولہ دلویوں میں مردان روانہ ہو گئے ہیں۔ گھوڑوں اور تھیوں کا بہت نقصان ہوا۔

۱۱ شوال:- دوسری حملہ مجاہدین نے ۲۲ اگست کی رات کر کیا تھا اور انگریزی کمپ میں گھستے کی بڑی جدوجہد کی تاریخ کے حملے سے معلوم ہوا کہ تلعرستم کی بارہ حصہ کے ساتھ خندقیں بھی

کھوڑی گئی تھیں۔ مجاہدین نے بڑا شدید حملہ کیا اور دوسری طرف سے شدید تر مدافعت ہوئی۔ دونوں جانب شدید گولہ باری ہوتی رہی۔ بندوقیں بھی چلتی رہیں۔ مگر مجاہدین آج کی رات بھی انگریزی کیپ میں داخل نہ ہو سکے اور دن کے وقت کیپ کا تھامہ اس طبقے ملکن نہ تھا کہ مجاہدین کھلے میدان میں تھے اور انگریز قلعہ بند تھے۔ روشنی ہرنے سے پیشتر ہی مجاہدین اپنے کیپ میں والپس آگئے۔ رسم کی بستی میں مجاہدین کے جو خیز تھے ان کی زبانی معلوم ہوا کہ صبح کو جانشی ڈولیاں انگریز نظیروں کی مرواہ ہے جانی گئیں تھیں اور کچھ مقتول رسم میں دفن کر دیئے گئے تھے۔

۱۳۔ شمال + تیکڑا جملہ ۲۴۔ اگست کی رات کو ٹری شدت سے کیا گیا تھا۔ مگر انگریزی فوج کو بھی کافی کم بہنچ گئی تھی اس لئے مدافعت بھی شدت سے کی گئی۔ اور مجاہدین انگریزوں کی تلعیر بندی کو توڑنے کے مگر انگریز افسوس بھی مارے گئے۔

۱۴۔ شمال + جوابی جملہ ۲۵۔ اگست کو تمام رات بارش ہوتی رہی۔ جس کی وجہ سے مجاہدین کا گولہ بارو دھیک گیا اس لیے کہ وہ تو کھلے میدان میں تھے اور قبائل کے پاس حفاظت کا کوئی سامان نہ تھا اور ان کا باہر دیکھو بالکل ہی ناکارہ ہو گیا تھا۔ البتہ مجاہدین کے کیپ میں نیچے نصب تھے جن کی وجہ سے ان کا باہر دھیک رہا مگر بنی کی وجہ سے زیادہ موثر نہ رہا تھا۔ انگریزوں نے اس موقع کو غیمت جانا۔ پانچ ہزار فوج۔ دوسرے سالے اور اکیس توپوں کی مدد سے مجاہدین پر جوابی جملہ کر دیا۔ صوات اور لودنیر کے قبائل اس صورت حال کو برداشت کرنے کے قبائل نہ تھے وہ والپس اور پچھے پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ مگر مجاہدین کے استقلال میں لغوش نہ آئی۔ رسائے معرب پایا رہ فوج درہ سرکھوں کے رتیلے چھتے سے آگے بڑھے جن کو عقب سے

توب خاتم حفظ دے رہا تھا۔

مجاہدین کے کیپ پر گوئے بر سنتے خروع ہوئے۔ مجاہدین نے درہ خالی کر دیا اور دونوں جانب پہاڑوں پر چڑھ گئے۔

انگریزی فوج جو پہاڑوں کی جانب سے پیش تدمی کر رہی تھی اُس کا مقابلہ مجاہدین کی اُس جماعت نے کیا جو پہنچے سے پہاڑی پر متعدد کر دیئے گئے اور دونوں جانب سے پیش تدمی روک دی گئی۔ درہ کی فوج جب سردار گرو گٹ تکت پہنچی تو وہ جگہ خالی تھی۔ مگر دونوں جانب

سے اُن پر بپاڑوں سے آتش باری ہو رہی تھی۔ اور یہ دہی مقام تھا جہاں ۱۸۷۳ء کی جنگ  
امبیلا کے موقع پر انگریزی فوج چار ماہ تک محمد رہی تھی۔

صبح ۹ بجے سے عصر کے چار بار بچنج بچج گئے۔ مگر انگریزی فوج کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکی۔  
راس کے لیے حاضرہ کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اس جنگ میں انگریزوں کے پچھے سونفروی کے  
علاوہ ایک کرنیل بھی بلک ہوا۔ انگریزی فوج کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر اسی درود میں رات چھاکئی  
تو اس لات شب خون کے ذریعہ اس کا صفائی کر دیا جائے گا اس لیے انگریزی فوج والپیں ہو کر  
قلعہ رسم میں نیا ہاؤزین ہو گئی۔ اس دن مجاہدین کے دس مجاهد شہید ہوئے اور چھے زخمی۔ مجاہدین  
کے لیے یہ مشکل پیش ہاگئی تھی کہ بارش کی وجہ سے چلنے والی میں سیلاں، الگیا اور مجاہدین تک راش  
اور کمک کے لیے چلنے والی کو بارہ مرتبہ عبور کرنا پڑتا تھا جو سیلاں کی حالت میں ناٹکن ہو گیا۔  
مقامی قبائل تو پہلے ہی منتشر ہو چکے تھے۔ جیسا کہ مجاہدین کو والپی اختیار کرنا پڑی۔ مجاہدین  
زخمیوں کے علاج کے لیے مولانا عبدالرحمیم پٹیوالی نے مولانا ابوالکلام سے کہہ کر ایک ڈاکٹر جو  
دیا تھا جس نے کئی مجاہدین کا علاج کیا اور مجاہد شہادت اللہ کا بایان باقاعدہ کا نہیں کیا۔  
شہادت اللہ صوبہ بارے کے بہتے حالتے تھے جن کو جماعت میں غازی شہادت اللہ کہہ کر  
پکارا جاتا تھا دُسرے مجاہد محمود نامی صنائع بخاری کے بہتے والے تھے جن کی ران کا لی گئی تھی اور  
آن کو بھی غازی محمود اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

جماعت مجاہدین کے امیر اگرچہ مولانا نعمت اللہ تھے مگر تمام اندکا فیصلہ مجلس شوریہ  
ہی کرتی تھی جنگ سرخاڑی اگرچہ طویل نہ تھی اور نہ اُس سے انگریز کی کچھ زیادہ تباہی ہوئی مگر اس  
کے نتائج کے نتایپ فکر و خور کا طریقہ بدلتا پڑا۔ چنانچہ مجلس شوریٰ میں یہ طبقاً کہ معمولی جھٹپٹوں  
سے خاطر خواہ نتائج برآمد ہونا مشکل ہے تو کسی طریقہ جنگ کی تیاریاں کی جائیں جو اپنے نتائج  
کے اعتبار سے فیصلہ کوں ہو دیا کم از کم حوصلہ افزائی ہو۔

اس کی ابتدا اس طرح کی گئی کہ نشر ماشاعت تیز کر دی گئی۔ اشتہارات اور رسائل جات کی

تقسیم کا انتظام بہتر نہایا گیا اور وہ دوسرے تک پھیلا دیئے گئے۔ اور بندوقستان کے مجاہدین کے تلافے بھی زیارت تعداد میں آئے خروج ہو گئے اور جماعت کا علاوه بالخصوص پنجاب میں وسیع تر کر دیا گیا۔ کیوں کہ وہ قریب کا صوبہ تھا۔ چنانچہ اس قدر زیادہ تعداد میں مجاہد پہنچ گئے کہ بالائی کا سبق بندوقیت ناکافی ہو گیا اور لوگ پنجاب سے بھرت کر کے بھی جماعت میں شامل ہوئے گے۔ اس دونوں میں جماعت کو ایک ایسا شخص مولوی محمد بشیر نامی مل گیا جو آئندہ جماعت کی مرکزی حیثیت اختیار کیا اور جو کی شانِ عمل خلوص۔ بے باک جو رحمہ محل پیغمبر کی شان و خود ہی تھے۔ دوسرے شخص مولوی فضل اللہ وزیرزادی تھے جو امیر عبدالکریم کے زمانے ہی میں جماعت سے منسلک ہو گئے تھے۔ تیسرا مولوی عبدالقادر قصوری تھے جو جماعت میں شامل ہونے کے لیے کئے ہوئے مذکور مگر زیادہ دریتک جماعت کی سخت کوشش زندگی سے تعاون نہ کر سکے۔ اسی طرح مولوی ملا محمد طے تھے جن کا نام جماعت میں مولوی محمد مولی تھا۔

جماعت کی مجلس پھر ای روز ناز بعد بماز مغرب سے نمازِ عشا تک منعقد ہوتی تھی۔ اور اسی میں جماعت کے آئینہ منصوبوں کے متعلق غور و خوص ہوتا تھا اور اہم قصیدے کیے جاتے تھے۔ مجلس شوریٰ تے نشر و اشاعت کے علاقہ یہ فیصلہ کیا کہ جماعت کو تمام آزاد تباہی میں پھیلا دیا جائے۔ مردان کے متصل پوشیر میں تو موجودہ جماعت بھی ہی۔ اس کے علاوہ الائی باللہ ہبڑہ کے علاقہ میں ایک جماعت کا تیامِ عمل میں آیا۔ دوسرا جمیند کے علاقہ میں جو تمام اقوام مہمند۔ ہاؤنڈ چار سٹگ۔ سلانگ۔ باجور صافی کو اپنے حلقو اڑیں لے سکتے تھے۔ تیسرا مرکزی وزیرستان میں قائم کیا گیا جو جنوبی اور شمالی وزیرستان سے لے کر محسود قبائل کو اپنے حلقو اڑیں لے آئے۔ چوتھا مرکزی افریدیوں کے لیے تیار کے مقام پر قائم کیا گیا۔ اس طرح پانچ مرکز قائم کر دیئے گئے تھے۔ چنانچہ ایک دند مولوی محمد بشیر کی مرکزوگی میں اس علاقہ کی جانب پھیلا گیا جن کی سی پیغمبر کی بدولت چکنڈ کا مقام تلاش کر دیا گیا۔ یہ مقام قبائل علاقہ جمیند سے گزر کر کابل کی سرحد کے بالکل متصل تھا اور اسی وجہ پر جلیلہ ملا صاحب بہڑہ کے لیے قبائل چار سٹگ کی جانب سے وقف کر دی گئی ہوئی تھی جبکہ کابل بد کر دیئے گئے تھے۔ مگر جب وہ کابل والیں چل گئے تو اس مقام کو اپنے جا شین خیر الدین شیخ کے حاملے کرتے گئے اس مقام پر طاصل ہوا۔

بڑہ نے ایک دسیخ مسجد تعمیر کی تھی جس کی تکمیل اشتاد وہ خود ہی کرتے تھے اور اس کے ساتھ کچھ زمین بھی وقت کر دی تھی۔ خیر الدین شیخ نے اس مقام کی پیش کش مجاہدین کو کی جو بخوبی قبول کیا تھا۔ باجود کے بعد قبائل محمد صافی۔ نامونہ۔ چار سنگ کے لیے مقام انصال چمکنڈ پر واقع ہے کہ جس کے حرف ایک میل کے بعد نادہ کندھ آ جاتا ہے اور یہ مقام فیروز نہ لائن کی کابل جانے کی اہم گزگاہ ہے۔

چمکنڈ کی چھٹی میں پاڑھ کا داری تین طرف سے پاڑوں میں گھری ہوئی ہے جس کے دونوں جانب پاڑھی پانی کے چھٹے بنتے ہوئے انگریزی لفظ ل کی شکل بناتے ہیں۔ اور اسی لہکے دونوں خطوط کے درمیان بالکل اور پر کے حصتے میں چمکنڈ مجاہدین کی آبادی اور طلباءہ کی تجدید ہے۔ مشرقی پاڑھ کے شفاف پانی کے چھٹے سے عبایین ایک چھوٹی نر نکال کر پانی مسجد تک لے آئے تھے اور اس طرح اس پانی سے وضو کرتے اور اسی سے کھانے پینے کی ضروریات پوری کرتے تھے۔ ان دونوں چھٹوں کے سنگم سے اور پر کی جانب نر نہ نہ کھیت تھے جس میں کوچھ یہوں جوار و غیرہ کی کاشت ہوتی تھی۔ اس مقام کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ تھی کہ تمام قبائل کی کابل جانے کے لیے یہ واحد گزگاہ تھی۔

نیز ایکریز کی درست بُرد سے بالکل باہر تھی اور دُسری جانب حکومت کابل کے بالکل مخفی تھی۔ جماعت کے کھافی پیٹے کی اشیائی کے علاوہ افغانستان سے اسلحہ۔ گول بارود کا حصہ بھی ہل تھا اور افغانستان کی آخیزی خوجی پوکی بر کانی حرف چند میل کے فاصلے پر تھی۔

افغان حکومت بھی اس سے بہت خوش تھی۔ اس لیے کہ مجاہدین کا تعلق افغان حکومت سے سید احمد کے زمانے میں قائم ہوا تھا۔ اور افغانستان کے ساتھ انگریزوں کی مختلف جنگوں میں مجاہدین نے برابر کا حصہ لیا تھا۔ اس لیے مجاہدین کو حکومت افغانستان نے بالآخر در بیان میں اولاد تھی۔ اس کے علاوہ گول بارود۔ گھوڑے دیغروں بھی مل جاتے تھے چمکنڈ کے نیام سے قبل بھی مجاہدین کے وغور کابل جاتے رہتے تھے چنانچہ ۱۹۱۱ء کو جو وفد گیا تھا اس کے سر زبانہ مولانا نعیت اللہ ہی تھے۔ جماعتی اولاد کے علاوہ کابل سے مولانا کو ایک سیاہ رنگ کی عبا بھی عنایت ہوئی تھی جو کہ دربار کابل کا درباری لباس بھی تھا۔ یہ عبا اُن کے صاحبزادے مولانا مسعودۃ اللہ

کے پاس موجود ہے۔

اب افغانستان سے براہ راست کل وقتو تعلق پیدا ہو گیا اسخان حکومت سے جو یارہ ہزار کی رقم ملی تھی وہ چڑکنڈیں استعمال ہرنے لگی اس کے علاوہ جس قدر رقم مزید دیکا ہوتی وہ استہست سے بھیج دی جاتی تھی اور مجاہدین بھی استہست پہنچائے گئے جو پوری طرح سلحہ ہوتے تھے۔ چڑکنڈیکی آبادی کے بعد یہاں ایک پریس بھی نصب کر دیا گیا۔ مجاہدین کا اخبار "جان" (الجاحہ) ماہشہ بھی یہاں سے شائع ہوتا تھا۔ اس اخبار کے ادارتی مضامین اکثر مولانا بشیر کی تھا کرتے تھے۔ اُس کا ایک نمائندہ مولوی عبد الغنی جلال آباد میں تھا جو باقاعدہ پورٹیں ہمراہ بھیجا کرتا تھا۔ حاجی اسماء اللہ اس اخبار کی تابت کرتے۔

کتاب میں یہ اخبار اسماء الرحمان اللہ خان کے علاوہ تمام وزراء اور اعیان حکومت اور مقامی اور ملی اکابر کو بھی بھیجا جاتا تھا۔ پندوستان میں تقریباً ہر خبر کے نام جا ری تھا۔ علاوہ ازیں گروپس یونیورسٹری۔ ایران اور امریکہ بھی بھیجا جاتا تھا۔ امریکی خبر وہ کی طرف سے خطوط موصول ہوتے تھے چنانچہ ایک اخباری خط میں صاف طور پر لکھا گیا تھا کہ ہم نے (امریکی نے) انگریزوں کے سلطنت سے خلاصی پانے کے لیے ابتداء میں اپنا اخبار سائیکلوٹائل پر ہی شائع کرنا شروع کیا تھا۔ اس اخبار کا پتہ یہ تھا۔

مولوی عبد الفتاح۔ (مولوی محمد بشیر اخبار المجاہد میں ادارتی مضامین عبد الفتاح کے نام سے لکھا کرتے تھے)۔ مدیر اخبار المجاہد چڑکنڈیہ اکنہ نہ ملکی سہست مشتری افغانستان۔ تیام چڑکنڈ کے پڑھ عرصہ بعد کچھ طلباء بھی بھرت کر کے افغانستان گئے تھے۔ ان میں سے مولانا بشیر کی کوششوں سے چند کو چڑکنڈ لایا گیا تھا۔ لیکن ان کے لیے مجاہدین کی لکھن نزدیک برکرنا بڑا مشکل تھا جسے وہ برداشت ذکر کے نیز تاماحد حالات کی وجہ سے جماعت مجاہدین کے پروگرام سے متفق نہ ہو سکے۔ ان کے اور مجاہدین کی جماعت کے درمیان بندیاری فرق یہ تھا کہ جماعت مجاہدین صرف اپنے وسائل ہی سے انگریز سے جنگ کر کے ہندوستان کو انگریزوں کے ہنجے سے آزاد کرنا چاہتی تھی اور جان سے بھی جواب ملے اُس سے بخوبی قبول کرنے کے لیے تسلیم تھی۔ اور جنگ کی تیاری کے بعد تمام مقابل کو اپنا ہنسوا بناؤ کر خود ہی انگریز سے جنگ کا عزم کھٹتی تھی۔ اگر کسی موقع پر افغانستان کی حکومت

کے ساتھ انگریزون کی جھوڑ پ ہو جاتی تو مجاہدین کو فوراً جنگ میں شرکت کے لیے بھیج دیتی چنانچہ امیر امان اللہ خان کے دور حکومت میں جب تارکے مقام پر انگریز سے جنگ لڑی گئی تو اس میں مجاہدین نے بھی بھروسہ تھا۔ اس جنگ میں مجاہدین کی قیادت مولانا بشیر جی نے کی تھی۔ مگر مولانا عبید اللہ سندھی مولانا منصور انصاری اور مولانا برکت اللہ وغیرہ کا پروگرام یہ تھا کہ کسی بھی حکومت کو برداشت کر کے انگریز سے کٹا دیا جائے۔ اگر وقت امیر جیسے اللہ خان کا اس پر آمادہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور آخر میں ان کو کابل کر خیر یاد کننا پڑتا تھا۔ وہ روس اور جرمنی بھی گئے مگر اپنے کسی پروگرام کو عملی جامنہ پہنچنے کے۔

مولوی بشیر صاحب کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیعت مجاہدین کی جانب سے مولانا عبید اللہ کو ایک موقع پر ایک سوپرینٹ بطور قرق حسن بھی دیا گیا تھا جس کی ادائیگی انہوں نے امیر المجاہدین مولانا نعمت اللہ کو دی تھی اس لیے کہ وہ بغیر اجازت امیر المجاہدین کے اس قدر بھاری رقم خرچ کرنے کے مجاز نہ تھے۔ اگر چہ کنڈ کے لیے اسلحہ وغیرہ خریدا جانا تو اس کی اجازت بھی امیر المجاہدین سے ہی حاصل کی جاتی تھی۔ اس لیے کہ تمام رقم ان کا مستحکم سے ہی فراہم کی جاتی تھی کہ افغان حکومت کی امداد کی رسیدات بھی سرکناست سے ہے ہی جاری کی جاتی تھیں۔ مرکو چکنڈ کے قیام کے لیے ابتدائیں مولوی محمد بشیر اپنے ہمراہ بچپن مجاہدین کا ایک وفد کے کرکٹے تھے مگر اس مقام پر مزید مجاہدین امیر حسن نے روانہ کر دیئے تھے۔

## فصل

سرکاری رسم کی جنگ کے بعد جمیعت مجاہدین عالیہ نے بدلتے ہوئے حالات کے تحت نیصلہ کیا کہ انقدر ای جنگوں یا مقامی طور پر چھاپے مارنے سے انگریزی حکومت کے ساتھ کامیابی سے پہنچنے اور ہندوستان کی آزادی کے خواب پر لشائی کو بروئے کارانا ممکن ہے یہ تک اس کے لیے ایک جامع منصوبہ تیار کیا جائے چنانچہ اس حقن میں خصوصیہ ہو اکہ "ہزارہ سے لے کر ہندوستان اور آفریقی قبائل میں جمیعت کی ذمی شاخیں قائم کر کے تمام قبائل کو ایک سلسلہ تبلیغ میں منسلک کر دیا جائے اور ہر جماعت اپنے علاقے میں بذریعہ تبلیغ انگریزوں کے خلاف "انل کوتیار اور نظم کرے چنانچہ مولانا بشیر کی صلاحیتوں کو محظوظ رکھتے ہوئے اخیں اس کام پر راہور کر دیا گیا۔ اور اخیین پھر فرنگی مجاہدین کے ہمراہ اس مشن پر روانہ کیا گیا۔

یہ جماعت ریاست سوات کو عبور کرتے ہوئے ریاست دیر میں داخل ہوئی اور دہلہ دہلش کے راستے بلڈ میٹ کے مقام پر دریا پار کر کے قلعہ منڈا ہوتے ہوئے جنوں میں داخل ہوئے جہاں کے خواجہ علی خاں کی اولاد میں سے تھے۔ انھوں نے اس دند کا استقبال کیا اور اسے تھاون کا لیقین دلایا۔

چھر قلعہ جار کو عبور کرتے ہوئے با جوڑ پانچ گئے۔ یہاں کے خواجہ علی خاں نے خار کے مقام پر مجاہدین کو خوش آمدی کردا۔ اب مجاہدین کا یہ قافلہ آزاد قبائلی علاقے میں داخل ہو گیا۔ یہ علاقہ انگریزوں کے دبار سے آزاد تھا اور خواجہ علی خاں میں اثر دوسروخ نہ رکھتے تھے۔ اس علاقے میں والند چاروں گنگ سالاری۔ ہندو اور صانی اقوام کا مسکن تھا یہ علاقہ بہت وسیع ہے۔ اس کے باشندے بہت بڑی اور جنگجو ہیں نیز یہ علاقہ جماعت کے قیام کے لیے بڑا موذوں تھا۔

چنانچہ اس علاقے پر خاص توجہ دی گئی۔ عمالہین۔ علماء اور مشائخ اور خواجہ سے رابطہ پیدا کیے گئے۔ مرکزاً متس سے ان کے نام تعارفی خطوط منگو اک لقیم کیے گئے اور ایک ایسے مقام کی بھتی لاش شروع کردی جہاں مجاہدین اپنا مرکز قائم کر سکیں۔ پڑھو جو دہلہ دہلش کے بعد چڑکنڈ کا مقام حاصل ہو گیا اور یہاں جماعت کے مرکز کے قیام کو مناسب سمجھا گیا۔

یہ علاقہ خود بھی بڑی اہمیت کا مالک تھا۔ بلا نجم الدین اور ملا صاحب بہرہ کو افغانستان کے امیر حسیب اللہ نے ملک بدر کر کر دیا تھا۔ پھر تے پھر تے وہ یہاں پہنچ گئے تو اقسام پارمنگ نے یہ علاقہ اپنیں مہبہ کر دیا اور انہوں نے اس علاقے میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ یہاں ایک مسجد تعمیر کی تھی ادا سی مسجدیں ذکر و نکل میں مصروف رہتے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد انہیں کابل والپس چلے آئے کی اجازت مل گئی تو خود بلا بہرہ صاحب تو کابل چلے گئے مگر اپنے قائم مقام شیخ خالد الدین کو اسی مقام پر رہائش رکھنے کے لیے چھوڑتے کئے تاکہ اس مسجد اور خانقاہ کی حفاظت ہوئی رہے۔ مولوی بیشرنے ملا صاحب با بڑہ۔ (با بڑہ ایک گاؤں ہے چار سوہ مروان میں) (وطن چھوڑ کر چارمنگ میں آگئے تھے اور انگریزوں کے خلاف تھے۔) سے رابطہ قائم کیا اور اقوام ہند اور چارمنگ سک ان کی رسائی ہوئی۔ شیخ خیر الدین سے بھی التحاکی کی اور بالآخر تجھے یہاں کم وہ اس سرزین کو خیال ہیں کے حادثے کرنے پر رضامند ہو گئے۔ شیخ خیر الدین جب خود ہوئے تو انہیں اس مسجد کے مغربی جانب دفن کیا گیا اور ان کی قبر آج بھی رہا موجود ہے۔ اس طرح کئی ماہ کی باری گردی کے بعد مولانا بیشرنے متعدد میں کامیاب ہوئے تو انہوں نے امیر نعمت اللہ سے مریداً فراہ و امداد کے لیے رابطہ قائم کیا کیونکہ ان کے ساتھ توصیت پختہ<sup>۱۵</sup> مجاهد تھے۔

گویا ۱۹۱۲ء میں مرکز چمکنڈ قائم ہو گیا یعنی جنگ مرکادی رسم کے صرف دوسال بعد۔ جب چمکنڈ کا مرکز تسلی بخش شکل پر قائم ہو گیا تو مولوی بیشرنے ایک اور کوش کی اور ایک گورنر مرکز لکھنؤ کے مقام پر واقع ذریعتان میں قائم کر دیا اور ہر دو مرکز کی اطلاع مرکز اعلیٰ استنس کو بھیج دی۔ امیر مرکز نے مولانا عبداللکیم صاحب تفویج کو چمکنڈ کا امیر نامزد کر دیا۔ عبد الکیم مت سک مکر معظیم میں مقیم رہے تھے اور اس دوران میں کئی بارچج کی سعادت بھی حاصل کی تھی اور بھرپوی حملہ کے اعتماد کے مقابل تھے اور مولوی محمد بیشرنے کو ضمیر، کامیں مقرر کر دیا گیا۔

اُب ان کا عندیہ یہ تھا کہ اقوام افریدی میں تیراہ کے مقام پایا یک اور مرکز قائم کر دیں جس کے متعلق تمام اخراجات کا وعدہ سلطان ترکی عبدالحیمد خان نے کیا تھا اور اس کے لیے اپ کی جانب سے خسکری بے اور خنزیری یا تاعده و معاینه کے لیے بھی آتے تھے اور ایک بمعجم بھی ہوا جس میں اقوام افریدی کے تمام بڑے بڑے سربراہ بھی مدعو کیئے گئے تھے۔

اس دران میں جب کہ تمام انتظامات کیئے جا رہے تھے کہ ہری پور بڑاہ کے قرب صوبائی سینئر کے مقام پر جماعت کے دو مبلغ و تحسیلات مولانا مجاهد اور مولیٰ احمد علی گرفتار ہو گئے۔ یا اصحاب نیکال کا درود کر کے واپس آ رہے تھے اور ان کے پاس تقویٰ اٹھ بڑا رہ پے بھی تھے۔ ان کی گرفتاری سے مجاهدین کی امارت میں بڑی تسلیش پیدا ہو گئی۔ ہر دو حضرات کو گرفتار کر کے پشاور لایا گیا۔ اور حالات کے اکشاف کے لیے انگریزی پرسیں جس تدریجی ظالم حکومتی تھی اس میں کوئی کسریاتی نہ اٹھا رکھی۔ ان کے پاس کچھ خفیدہ کاغذات بھی تھے جو امر کر لئے گئے۔ اور اس کا تیتجہ ہبہ کر دہلی کے میان بشیر الدین شیخ وابے شیخ عطاء الرحمن جو مدمر حمایتی کے بانی تھے (ان کے صاحبو سے اب بھی کراچی میں الردین میں بنائے کا کاروبار کرتے ہیں) اور کراچی کے میر عبھی (وچکے ہیں) پھاٹک جوش خان سے گرفتار کر لیے گئے۔ مولوی عبدالغنی کو ہر والی مسجد سے متعلق تھے وہ بھی گرفتار ہوئے۔

ان حالات سے بجا طور پر محیت میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں <sup>تھا</sup> اور اسے مقدمہ انبالہ کی طرح کوئی مقدمہ کھڑا کر دیا جائے گا اور شاید جماعت کے اکثر معاذین جوانانہ وون ہند میں تھے گرفتار ہو جائیں گے اور ان حالات سے عہدہ بڑا ہوتا ہے کہ مشکل اور کھشن کام ہو گا جس کا تجھے پہلے کافی سے زیادہ ہر پوچھا تھا۔ اور تحریک کی اتفاقاً ایک بار پھر ایسے حالات سے دوچار ہو جائے گی جس میں اُس کے زندہ رہنے کو اُمید نظر نہ آئے گی۔ پہلے بھی اس قسم کے بھان سے گرفتار کیے گئے اہل جماعت کو سالہا سال تک جگل کی جڑی بوٹیں اور درختوں کے پتے کھلنے پڑے تھے۔ مگر باوجود اس نیے ہر و سماں کے محیتِ المجاهدین کو قائم رکھا گیا تھا۔ چنانچہ مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ مختلف تدبیریں برخور آئیں مجملہ ان کے سید عبدالجبار شاہ سابق بادشاہ عورات اور صاحب رارہ عجل القیوم ہو ملا کر ٹھہر کے نواسے تھے اور حکومت میں کافی اثرو سوچ رکھتے تھے کہ ساتھ بالطف قائم کیا گیا۔

جب ان حضرات کے ذریعہ کامیاب نہ ہوئی تو صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے خصیہ اطلاع کی بناء پر ایک منصوبہ تیار کیا گیا۔ انگریزوں کا ایک بھاری رسی قاطلہ آرہا تھا۔ اس پر سخون ملا جائے چنانچہ یہی عمل کیا گیا اور چالیس مجاهدین اس قانٹے کو جس میں بھیس اونٹ

رسد سے لے کے ہوئے تھے اور ان کے پندرہ محافظوں کو گرفتار کر کے اس سے آئے۔  
اس وقت یہ قابل صواب میں تھا۔

انگریزوں کے وقار کے لیے یہ معاملہ ناقابل برداشت تھا لیکن جنگ عظیم اول۔ بیرونی دنیا کے پریشان کوں حالات اندھندروستان کے اندر آزادی ہند کے طلبکاروں کی پیغمبار شورش کے باعث، دہلی کی انگریزی حکومت اور لندن کی انگریزی حکومت کسی شکل میں بھی فوجی جم کی اجازت نہ دے سکتی تھی۔ روس کیپل اسی وقت مدد میں علاقے کا کشش تھا اور یہ علاقا بھی مکشتری ہی تھا اور صوبے کی شکل اس سے بھی نہیں دی گئی۔ روس کیپل نے پیش قدمی کر کے اس معاملے کے سیاسی حل کی طرف توجہ دلانی تھی اور مجاہدین سے رابطہ قائم کیا گیا تھا۔ پناچہ عبد القادر خان اُف چنڈا اور صاحب زادہ عبد القیوم کو اس کام پر نامور کیا۔

امیر نعمت اللہ اور دیگر ارکین جمیعت مجاہدین نے اپنے قیدیوں کا سوال اٹھایا۔ کافی روکدا در درود صوبے کے بعد یہ فصلہ ہوا کہ انگریز مجاہدین قیدیوں کو معمر قربات کے رہا کر دے۔ نیز اس سلسلے میں جس قدر بھی لوگ قید کر لیے گئے ہیں رہا کر دیئے جائیں۔ اور ہر جان بھی دیا جائے۔ یونکہ قافلے کے قیدیوں کو کافی عرصہ سس میں قیام کرنا پڑا تھا۔

اس کے جواب میں جمیعت المجاہدین انگریزی حکومت کے انتہی کے قافلے بمع سامان رسد اور ان کے محافظوں کو رہا کر دے گی۔ نیز یہ بھی کہ آئینہ اندرون ہند میں اس جمیعت سے تعلق رکھنے والے مجاہدین کو گرفتار نہیں کیا جائے گا اور تھی اہل جمیعت کو گرفتار کیا جائے گا۔

اس کے جواب میں روس کیپل نے یہ طالبہ کیا کہ جمیعت بھی انگریزوں کے خلاف کوئی فوجی کارروائی نہیں کرے گی۔ نیز جماعت چڑکنڈا ارکین کو بھی اس سے باز رکھے گی۔

بالآخر مجاہد اتحیں شرط پر طے پائیں۔ مختصر الفاظ میں اس معاہدے کی قراطیر تھیں۔  
(۱) امیر المجاہدین اپنی جماعت کے کل افراد کے جہاں کہیں بھی وہ ہوں گے ذمہ دار ہوں گے کہ ان سے کسی قسم کا فعل مخاصماتہ برخلاف کوئی منٹ بر طاب نیہ ورعایا تو الیمن گورنمنٹ بر طاب نیہ سرزد نہیں ہو گا۔ جس کے بعد میں کوئی منٹ بر طاب نیہ ورعایا تو الیمن گورنمنٹ بر طاب نیہ آں افزاد کوئی کے برخلاف کوئی فوجداری اور امداد و سلطان میں عائد نہ ہو ہندوستان کے ساتھ

آزادانہ آمد و رفت کی اجازت دے گی۔

(۲) امیر المجاہدین اپنے گروہ کو چھکنڈ سے اور نیز ان کی افراد مجاهدین کو جو تیرہ یا علاقہ بھندیا با جوڑ و صوات میں ہوں جس قدر جلد وہ کر سکیں والپس منتگواہیں گے۔

(۳) جن مجاهدین کے خلاف کوئی قانونی یا غیر قانونی موانعہ نہ ہو ان کو اجازت ہو گی کروہ آزادانہ آمد و رفت ہندوستان کے ساتھ رکھیں اور اگر وہ چاہیں تو مستقل طور سے وہاں رہائش اختیار کر لیں۔ بہرحال امیر صاحب یہ کوایک حقوق عرصہ کے واسطے بذاتِ خود لازم ہو گا کہ اس قرارداد کے اجراء کے واسطے اپنی جماعت میں رہیں۔

(۴) بعد ازاں تکمیل اقرار نامہ کی اشخاص جو لوگ یا پرشیہ مجاهدین ہونے کے گرفتار ہوئے ہیں چھوڑ ریئیے جائیں گے اور جو روپی ضبط ہوا ہے ان کو والپس دیا جاوے گا۔ اس قسم کی ترسیل نہ میں آئندہ کے واسطے جب تک یقیناً داد عمل پذیر ہے کوئی دست اندازی نہ کی جائے گی۔ یہ تھا وہ وقتی معابرہ جو طبقاً اور قاریں حضرات نے پہلی جلدیں میں پڑھا ہو گا کہ اس قسم کے وقتی معابرے سرحد کے معاملات میں ہوتے ہی رہتے تھے۔ اور قوری اور وقتی مقاصد کے پورا ہو جانے کے بعد یہ جماعت اپنے مخصوص مقاصد کے تحت یا تو اسے پہش نظر کتی تھی یا پس پشت ڈال دیتی تھی۔

چنانچہ مولوی مجاهد ارسلوی احمد علی پشاور سے رہا کر دیئے گئے اور جاہی صاحب تنگ زانی کے رشتہ وار بھی رہا ہو گئے۔ دہلی اور دیگر مقامات کے گرفتار شدگان نے رہائی پائی۔ انسان کے خلاف مقدمات والپس لے لیئے گئے۔ اور حکومت ہند نے جمیعت عالیہ کو دس ہزار روپیہ ادا کیا۔ جمیعت عالیہ مجاهدین نے بھی انگریزوں کے قافلے کے پچھیں ۱۵ اونٹ معد پذرہ نفر حفاظ اور سامانِ رسید کے والپس بھیج دیئے۔

مگر جمیعت کے اندر چند پُر جوش نوجوان ایسے بھی تھے جو اس صلح نامے کے خلاف تھے۔

اُنھوں نے اپنی آواز بلند کی اور میر پر جوش طریقہ پر کی۔ چنانچہ جمیعت مجاهدین کی پالیسی ساز مجلس شوریہ نے فیصلہ کیا کہ مجلس کے اجلاس بالائے جامیں تاکہ اس معاملے پر نظر شانی کی جاسکے اور جب تک مجلس شوریہ نے ایک فیصلہ کیا تو اسے پہنچ جاتی اس معابرے کو جاہی رکھا جائے۔ تاکہ تمام ہندوستان

سے رقوات اور مجاہدین کے آئنے میں کوئی رکارڈ نہ ہو جس کے لیے امیر نعمت اللہ نے جمعیت کے معادنین سے پُر نزدِ راسیل کی تھی۔ اور اندر مون ہند تمام جماعتوں نے اپنی مسامی تیز کر دی تھیں۔ اس مرحلے پر جمعیت مجاہدین نے یہ فیصلہ کیا کہ مجاہدین کے علاوہ جو فی سبیل اللہ بھرت کر کے آرہے تھے ایک اور شعیر کا بھی اضافہ کروایا جائے۔ اور وہ یہ تھا کہ تمام اقوام ہند اور باجوہ سے ایسے افراد ملازم رکھے جائیں جو تنخواہ دار ہوں اور جمعیت کے لیے میدانِ جنگ میں بطور سپاہی کام کریں اور چھاپہ مار جنگ میں بھی حصہ لے سکیں۔ اس منصوبے میں ایک یہ فائدہ بھی مذکور تھا کہ میں مرتضیٰ جہاد پر ممکن ہے کہ ان اقوام سے اور لوگ بھی جہاد میں شرکیں ہو جائیں جیسا کہ اس سے قبل جہادِ انبلد وغیرہ کے موقع پر قبائل شرکیں ہو گئے تھے اگرچہ غیر مُؤثر طریق پر۔ قبائل کی تنخواہ دار فوج قائم کرنے کے لیے قبائلی علاقوں کا دورہ کر کے ایسے لوگوں کو منتخب کرنے کا کام مولوی محمد یوسف کے پروکاریا گیا تھا۔

مولوی محمد یوسف اُن مجاہدین میں سے تھے جو مولانا عبد الکریم فتویٰ کے ہمراہ پیغمبر کے تھے جب وہ چکنڈ کا انتظام منجھانے کے لیے زوالِ ہمارے تھے اور ان مجاہدین کی تعداد تیس تھی۔ یہ قافلہ روانہ ہوا اور جب یہ قافلہ میانکلی تلعہ منڈل سے روانہ ہو کر خسوزیٰ کے علاقے میں پہنچا تو حضرت مولانا عبد الکریم امیر قافلہ نے سب کو ہوشیار ہو گئے مگر مولوی محمد یوسف نے اپنی بندوق میں کارتوں بھی اختیاراً بھر لیا۔ مگر ان کے اس فعل کو کسی نے پسند کیا اور کسی نے بُرا نہیا۔ غرض سب کو نہیں گرا کرنا مجاہدین کو یہ علم ہرگز کہاں کی بندوق میں کارتوں ہے۔ چلتے چلتے ایک سایہ دار درخت کے پیچے ستارے کو ٹھہر گئے تو مولوی یوسف اپنے گھوڑے سے کوئی شے اتارنے کے لیے چلتے گئے اور بندوق اپنی دہیں چھوڑ گئے۔ اس اثنائیں بندوق کے پاس بھائی دین محمد بیٹھا تھا جو موحدِ اصحاب کی جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس بندوق کی سببی اُٹھی ہوئی تھی اور بغیر دیکھ کر بندوق کا منڈا اور پُر کی طرف نہیں ہے یا یہ دیکھے بغیر کہ اس میں کارتوں ہے یا انہیں حالانکہ یہ سب کچھ بندوق کا منڈا اور پُر کی جانب کر کے کرنا چاہیے تھا اُنفال اُن کا انتہا بلیں پر جا پڑا جس سے کارتوں کے چلتے ہی گولی قریب بیٹھے ہوئے بھائی نائب علی بیگان کے جاگلی۔ یہ درخت قوت کا ہے اور اس کے پاس پانی کا ایک چشمہ بھی ہے۔ اور

اور شرمندی کی اختیاری حد ہے۔ اور اکثر راہ گیر ہیاں آ کر دم لیتھے ہیں اس سلیے مشہور بھی ہے جہاں تک ایک لاٹن اور تابل احترام مگر گن جماعت کا حصہ نہ ہے تو در بری طرف اس قتل خطأ عکی تعزیر اور دیست کا معاملہ بھی تھا۔ لائین حیران و پریشان تھے کہ اس معاملہ کا فیصلہ کس طرح ہو جس کسی کو بھی اس معاملہ میں ملحوظات ہوں ان کو حکم ہوا کہ وہ امارت پناہ کی خدمت میں لکھ دیں تاکہ متفقہ اور صحیح فیصلہ پر پہنچنے میں مدد ملے۔

صدرت حال یہ تھی کہ بندوق مولوی محمد یوسف کی تھی۔ اور کارتوں اس میں اخوضون نے اپنی مرنی سے بھرا تھا۔ مولوی صاحب کے حکم اور علم کے بغیر دین محمد یوسف خیال نہ کر سکا کہ بندوق کامنہ کس طرف ہے۔ لمبی دبادی۔ ان دلوں میں سے کسی کو بھی نقصان پہنچانے کی نیت نہ تھی۔ اتفاقی طور پر یہ بڑا دل بڑی نہیں ملا اما معاملہ تھا۔ جماعت کے ہر فرد کے ولی امیر الحجاء ہیں تھے۔ اور ہیاں تو کوئی کسی سے رشتہ ناطے نہ کھتا تھا اور شریعت کے مطابق ولی کو دیت اور عذر کا اختیار حاصل ہے۔ اور یہ کہ اگر دیت ہو تو وہ لوگ پر آئے گی اور کس طرح اور کس کو ادا ہوگی۔ امیر جماعت چڑکنڈ مولوی بشیر صاحب اس معاملہ میں بڑے متردد تھے اس سلیے یہ معاملہ امیر الحجاء ہیں کو کچھ بھیجا تھا تاکہ ان کا فیصلہ جماعت کے لائین کو سنادیا جائے۔ یہ قادر مولوی بشیر کے خط سے نقل کیا گیا ہے (دیکھیں خط امیر نعمت اللہ صاحب کے نام)

امیر الحجاء ہیں نے مولوی یوسف اور دین محمد دلوں کو معاف کر دیا۔ جب یہ قاتلہ چڑکنڈ پہنچا تھا تو اس واقعہ کی بنیاض مولوی محمد یوسف کو جماعت کے اندر لوگ انتظامات کے دفتری امور پر درکردیتے گئے اور ان کو تباہی میں درود کرنے اور سپاہی منصب کرنے سے روک دیا گیا۔ کیوں کہ اگرچہ معاملہ میں معافی ہو گئی تھی لیکن لائین کے دل میں کھلکھل باقی رہنا ایک قدرتی امر تھا اور مصلحت اسی میں تھی کہ مولوی محمد یوسف کو ان سے علیحدہ رکھا جائے۔ مولوی محمد یوسف کو اس سے بہت رنج ہوا۔ اب اس کام کا سریاہ لعل سید کو تحریر کر دیا گیا جو بیٹھاں قوم سے تھا۔ مگر مولوی محمد یوسف کی ولادت میں وہ اس تباہی کو تھا (دیکھیں خط مولوی محمد بشیر صاحب) مولوی صبغۃ اللہ ولد امیر الحجاء ہیں مولانا نعمت اللہ جو مندرجہ ذیل واقعہ کے عینی شاہد ہیں  
رقatel از ہیں۔

مولوی فضل اللہ فرمایا باؤ کے سہنے والے تھے اور مولانا عبد الکریم کے زبان انوارت میں جمیعت سے منسلک تھے۔ ان کو جمیعت میں قیام کرنے کی بجائے انہوں نہ تنقیح و قرائی رقومات پر امور کرو دیا گیا تھا۔ ابتدائیں صوبہ بخارا میں کام کرتے رہے بعد میں ان کو انہوں نہند بھی ان خلاف کی انجام دہی کے لیے مانور کر دیا گیا۔ آپ بھائیٰ تلامیں بھوال اور صوبہ بخارا کے علاقوں میں دورہ کرتے رہے اور قربات بھی جمع کرتے رہے اور ان کی نیت اللال میں امیر الجاہین مولانا الحمد اللہ کی زیر کر دی جمع کرادیتی تھے۔ یہ اصحاب جمیعت کے تحصیلدار کملاتے تھے اور جمیعت کے تحصیلدار کاظمیہ تھا کہ تمام رقوم کا استمت کے مرکز میں جمع کر دیا جاتا۔ اور پھر مرکز اس میں سے ہی تمام جماعت اور تمام مرکزوں کی خروج توں کے مطابق رقوم ارسال کرو جاتی تھیں۔ کوئی تحصیلدار اس رقم کو اپنے طور سے خروج کرنے کا محاذ نہیں تھا۔

جنگ سرکاوی کے بعد جب جمیعت نے اپنے دارہ کار کو تو سیع کرنے کا منصوبہ تیار کیا اور چڑکنڈہ انہیں میں جماعتیں قائم ہو گئیں تو مولانا الحمد اللہ نے انہوں نہند میں تمام جماعتوں سے اپنی کوشش کو تیز تر کرنے کی اپیل کی تھی جس نے جواب میں پیکال اور صوبہ متحدا کے دونوں صوبیوں سے خصوصاً زیادہ افراد پر بھرت کر کے جمیعت میں آئے شروع ہو گئے تھے۔ مرکز اسمی میں جو باکیں مجاہدین کے لیے بنائی گئی تھیں ان میں تو سیع کرنا تاکہ توپ ہرگز یافت۔ چنانچہ مرکز چڑکنڈہ کو مزید تین لفڑ اور پھر دوسری دفعہ ساٹھ مجاہدین روانہ کیے گئے تھے۔ گراں کل قوتے مجاہدین کو جو کانٹہ کے مرکز میں بیچ دیا گیا تھا۔

مرکز میں جو وزیرستان ہی میں ہے اور رنگوں کے مقابلہ یہ مقام ہے دہان کے لیے مولانا بشیر صاحب کے ہمراہ عبدالرؤف فیروز پوری۔ جعفردار کیم بخش دیگانی، شمارت خان بخاری۔ عبداللہ۔ عبدالستار اور سیاں معاذ بخاری۔ حافظ عبدالاصدنا پکوری پیر لاغ دین تانگ پنجابی روانہ کیے گئے تھے۔ اس درواز میں ہندوستان میں کابل کی طرف بھوت خروع ہرگئی تھی اور بہت سے طلبیاں فاندریں میں شامل ہو گئے تھے جو بخارا سے تعلق رکھتے تھے۔ مولوی برکت اللہ مولوی عبد النباق اور رلوی یعقوبی بھی ان میں شامل تھے۔ مولانا عبد اللہ سعدی بھی مولانا منصور انصاری بھی جو اس مسلسلہ میں بلور محاون مولانا ابوالکلام آنادر شامل تھے۔ ان کی اس تحریک پر سید محمد عبداللہ باروں نے ان کو پابچہ ہزار روپے دیئے تھے۔ ان کے ہمراہ ذاکر المخوضی محمد اقبال شیدلائی۔ ظفر عمر مسعود۔ عبد العزیز اور عبدالرشید بھی تھے۔

کابل میں اُندر نے ایک عارضی حکومت قائم کرنی تھی۔ مولانا عبد اللہ سندھی اس میں بطور وزیر داخل تھے۔ مولانا سندھی ۱۹۱۸ء کا ۱۳ نومبر ۱۹۱۸ء میں چڑکنڈہ تشریف لائے۔ ان کے پاس کافی تعداد میں بم اور دیگر اسلحہ تھا جن کو اندر وہنہ بند انگریزوں کے خلاف استعمال کرنا تھا۔ چڑکنڈہ میں بطور جماعت مولانا سندھی نے کچھ عرصہ تیام کیا۔ مگر انپی علیحدہ تنظیم قائم گرفتے کے عزم سے علیحدہ ہو گئے اور اپنا دارہ عمل بھی الگ کر لیا تھا۔ اور اپنے طور پر پنجاب میں بم و غیرہ روانہ کرتے رہے۔ مقدمہ تھا فیکر کر کے اس طبق بھی انھوں نے ہبی روانہ کیا تھا۔ مگر دریافتی اصحاب اس فوران پختہ کار تھے کہ انھوں نے گزیاری کے بعد خود ہبی افراد جنم کر لیا تھا بلکہ ان میں سے بعض نے سلطانی گواہ بن کر اپنے ساتھیوں کے خلاف گواہیاں بھی دی تھیں اور ان کو مراٹیں ہو گئی تھیں۔ اور یہ تمام سلسلہ تھم ہو گیا۔

مولانا عبد اللہ سندھی والپیں کابل چلے گئے۔ مولانا منصور النصاری علاقہ موزر میں مقیم رہے جو کہ چڑکنڈہ سے تغیری آئندگی میں کے فالصیپر ہے۔

ڈکر کی جنگ کی وجہ سے امیر المجاهدین نے جیسا کہ مولیٰ بشیر کے خط سے ظاہر ہوتا ہے اندر وہنہ تمام جماعتوں سے خصوصی اعلوک اپیل کر کھی تھی۔ مولوی فضل اللہ جو کہ میدی۔ تلامام اور صوبہ تھوڑے کے تحصیل دار تھے کافی رقم جمع کر کے لائے۔ حرف لکھنٹر سے مولانا عین القضاۃ نے ایک لاکھ روپیہ دیا تھا۔ مولوی فضل الہی ذری رآباد آئے تو اس رقم کے بل اپنے اخیس امیر المجاهدین بنیش کا شوق پیدا ہو گیا۔ اور انھوں نے بیعت امارت خود ہبی لینا شروع کر دی اور بہت سے لوگوں سے بغیر اجازت مرکزی امیریتھتی لی۔ مگر گذشت جمایہن۔ غلام رسول تہر اور بہت سے لوگوں میں خود ہبی رقم قیمت کرتے رہے۔ اس طرح ذری رآباد اور راطراف میں انھوں نے اپنے کافی سر بیا و سعما پیدا کر لیا تھے۔ رقویات جمع کرنے کا ان کو تجربہ تھا۔ انھی لوگوں میں صوفی عبد اللہ اور کرم الہی عرف و القرون بھی تھے اور علارہ ان کے کثی اور بھی۔

جماعت کا قاعدہ تحریر تھا کہ جو تھیلید اور رقم اندر وہنہ ہند سے لاتا پہلے اس کا متس کے مکری بست المال میں جمع کر دیتا اور بچپن میں سے تمام مرکز کے ملے رقومات قسمی کی جائیں اور ان رقومات کو بغیر اجازت خصوصی کے متحول کے خلاف خرچ نہیں کیا جا سکتا تھا حتیٰ کہ ایک دفعہ مولانا عبد اللہ کیم اور مولانا بشیر صاحب کو اپنے نیلے پتھر نہیں کی دھوپت پڑی تو مرکز سے اجازت حاصل کرنے کے

بعد خیریہ اگیا تھا (خطاب شیر صاحب بنام امیر المجاہدین نعمت اللہ عز و جل) / ۱۹۱۵ء

یہ ایک منظم جماعت تھی جس کا ایک مرکزی امیر و مجلس شوریٰ تھی۔ ترقیات کا صاحب منشی شرف الدین صاحب نوگنی دھاکا کے ہاتھ میں خط و کتابت کا تمام کام منشی محمد حسین صاحب و جعفر علی سلمی صاحب کے پر درخواجہ کار اردو فارسی میں اعلیٰ درجہ کے انشا پر وائز تھے امیر نعمت اللہ خود بھی عالم تھے اور عربی کے علاوہ فارسی پر کافی عبور رکھتے تھے۔ اپنے گھر کی پھیت پر ایک چھتر نی رکھا تھا جو کہ مرکزی ذفتر تھا اور تمام حساب کتاب یہاں ہی رکھے جاتے تھے۔ یہاں ذفتری کام کرنے والوں میں ایک شخص منشی نذیر حسین بیگ کمال بھی تھے جسے تمام عمل ذفتری امیر نعمت اللہ صاحب کا تھا اور یہی گھاس کا چھپر ان کا سید کوارٹر تھا جس میں بیٹھ کر وہ کابل سے لے کر مکملہ اور آسام میں نہ لام کا کی جماعت کا انتظام و انعام کرتے تھے۔

امیر عبدالکریم نے ۱۹۱۵ء میں خوات پائی۔ تو

### امیر نعمت اللہ کے خواصین

منشی خدا اسماعیل جو کہ امیر نعمت کے ماموں تھے امارت مجاہدین کے خواصین تھے۔ کچھ تعلیم پا فقر بھی تھے اور میاں فضل اللہ بھی تھے جو کہ امیر عبدالکریم کے داماد تھے اُن کی خواص بھی امیر منتخب ہونے کی تھی۔ مگر جب علام مجاہدین نے بھارتی اکثریت سے امیر نعمت اللہ کو اپنا فائدہ منتخب کیا اور ان کے ہاتھ پر ہی تمام مجاہدین نے جماد کی بیعت کی۔ اس بناء پر محمد اسماعیل جماعت سے علیحدہ ہو کر فواب امباب کے پاس چل گئے اور بعض وجوہات کی بناء پر جب فواب امباب نے اپنی سریاست سے برکردیا تو عبد الملک اور عبدالحنان جو اُن کے ہم نوالہ وہم پالہ تھے ہری پور بہار آگئے تھے۔ عبد الملک نے انگریزی سی۔ آئی۔ ڈی میں ملازمت اختیار کر لی تھی اور خود منشی اسماعیل نے سب اپنے پیکر لیں کے عمدہ پر نائز ہو کر مجاہدین کے خلاف معاذ بنیالیا۔ انھوں نے مدرسی مجاہدین اور مولوی احمد علی کو گرفتار کرایا تھا جس کی وجہ سے جماعت میں ایک دفعہ پھر بخار کے خاطر پیدا ہو گیا تھا۔

میاں فضل اللہ جماعت ہی میں رہے گردوں خانہ ساز شدیں کرتے رہے جس کا امیر نعمت اللہ کو بخوبی علم تھا مگر لقب مولا نا عبد اللہ بھی کہ جو امیر نعمت اللہ کے چا بھی تھے نعمت اللہ تو ایسا میرے پیغمبر جتنا بھی کوڑا پھینکو سبڑا ہی نہیں ملتا۔ ہمیشہ میاں فضل اللہ سے رواداری کا سلوک روا کرتے ہیں۔

گرمیاں صاحب کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ ان کے ہم نوازدہم پیار چند لوگ جمعیت میں خود قبے جن میں سے میں صرف دو تین افراد ہی کو جانتا تھا یہ دو بھائی سمندر والوں قلندر اتحاولو دوسرا حسین اتحا یو کہ جمعیت میں جاعت کام کرتے تھے اور ہر نئے شخص کے ساتھ لگے رہتے تھے اور امیر نعمت اللہ کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے مولوی فضل اللہ کے ساتھ بھی ان کا لاطلاق تھا۔ مولوی فضل الجی کے ہاتھ جب اس قدر بھاری رقم آئی تو مقدمہ تاضی کوٹ کا پامنڈا کر کے رقم لے کر بالا ہی بالا چڑکنے لگئے گئے حالانکہ اخیں یہ رقم مکروہ بیت المال میں جمع کر دینا چاہیئے تھا۔

امیر الْجَاهِرِیُّ بَنَتْتَهُ كَامِضِهِ زَيَادَگَايَا۔

امیر نعمت اللہ کے صلح نامہ کو بہت اچھا لگایا اور مو لانا عبد الکریم قتو جی کو اس پامادہ کیا کہ وہ اہم جا کر امیر موصوف کو اس صلح کے ترویج پر آمادہ کریں اور اس طرح ان سے اپنے لیے

www.KitaboSunnat.com

ان کے جانے کے پہلے دن بعد ہی مولوی محمد صاحب کے متعلق اخیں معلوم ہوا کہ ان کی غلطی سے ایک مجاہن اس علی بن کحالی شہید ہو گیا ہے اس لیے امیر نعمت اللہ تعالیٰ سے کشیدہ تھا اور ان کو اپنی اضافی ذمہ دالیوں سے سبد و شش بھی کر دیا تھا۔

مولوی محمد یوسف جو ایک بوجیلانو جوان تھا اور غانباً یہ رک پاس تھا۔ مگر نہ ہی علوم سے نا آشنا تھا جیسے کہ ان کے خط سے ظاہر ہوتا ہے (دیکھیں خط محمد یوسف جو اس نے امیر نعمت اللہ جو مجھے گرمیاں فضل اللہ کے گھر سے ہی ملا تھا اور جس خط کو امیر صاحب نے تک پہنچنے ہی نہیں دیا گیا تھا۔ جماعت میں یہ اس شخص کو مولوی کہا جاتا تھا جس کے ذر کوئی اہم کام ہو۔

محمد یوسف کے پاس جماعت کی اہم دستاویزات کا جب مولوی فضل المی کو علم ہوا تو اسے درغایا گیا کہ وہ امیر نعمت اللہ کو قتل کر دے اس لیے کامن نے انگریزوں سے صلح کر لی ہے۔

حالانکہ یہ بات گفتگو سے بھی حل ہو سکتی تھی (خط مولوی بشیر نسाम خذیر اعظم افغانستان) یوسف کو درپیشہ جرمنی ساخت کے سات فائز کرنے والے آٹمیک دریئے گئے تھے اور اس سے کاغذات حاصل کرنے کے بعد اسکس روکا کر دیا گیا تھا۔ اور مولوی فضل الجی خود ہی امیر الْجَاهِرِیُّ چڑکنے لگئے۔ محمد یوسف جب اسکس پہنچا تو اس کے ساتھ ایک آدمی اور بھی تھا۔ بعض لوگوں کو

محمد رسول کے ارادہ کا علم ہو گیا تھا جنہوں نے امیر نعمت اللہ کو اس سے آگاہ کر دیا تھا مگر اس کے باوجود وادھوں نے محمد رسول کے دل کے شہمات و شکر رفع کر دیئے اور محمد رسول کو یقین دلا یا گیا کہ غلطی پر ہے چنانچہ محمد رسول مطمئن ہو کر حضور کنور اپنے روانہ ہو گیا۔ اُس نے احکام اور بیانات دی گئیں تھیں اور حکومت افغانستان کے نام چند خطوط بھی جب امیر نعمت اللہ سے نصحت ہو کر تقریباً ایک میل کے ناحصلے تک پہنچا تو راستے میں ہمندار اور قائد ان کو ملے۔ اور رسول سے کہا کہ تھیں دھوکا ہوا ہے اصل بات تو یہ ہے کہ امیر صاحب نے تھیں قتل کرنے کے لیے کچھ دور آدمی بھار کھے ہیں جو تھیں راستے میں قتل کر دیں گے۔ اب بے تحمل اپنا کام ہے کہ تم اپنا ذمہ ادا کرو یعنی امیر صاحب کو قتل کر دیا خود راستے میں قتل ہو جاؤ۔ یوسف اس بات سے جبریک اٹھا۔

امیر الحادیں مولانا نعمت اللہ اپنے گھر کی چھت پر منشی محمد حنفی کے ہمراہ گھاس کے پیچرے میں بیٹھے کام کر رہے تھے کہ یوسف والپس آگیا اور اسے ہی کہا کہ میں تھا میں آپ سے کچھ فتنہ کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ آپ اُنکھے اور اس کے ساتھ ہی تھا میں اُنکھوں کو فتنہ کر دیں گے۔ پونکروہ آگے گاہ رہے تھے یوسف نے عقب سے آٹو میک پسیلوں سے چھوڑا۔ پر کیئے۔ چھوڑ گولیاں آن کے سر پر عقب کی جانب لگیں۔ شاید دو تین گولیاں لگنے کے بعد وادھوں نے اپنے سر کے سچھلے جھٹے پر باخدر کھاڑا ایک انگلی بھی اڑ گئی اور اڑ کر کھلا ہی کہہ کے کہ یوسف یہ کیا ہے اور مُرد کے بیل گز پڑے۔ دُوسرے پستول سے یوسف نے چھوڑ گولیاں آن کے دل کے مقام پر چلا میں جس سے انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔

یوسف بھاگ کھڑا ہوا اور تھا چکر کیا رہا کی بارک میں چلا گیا۔ محمد بلاں نامی ایک مجادر نے اُس سے پوچھا کہ کیوں گھبرائے ہوئے ہو تو اُس کے منہ سے نکل گیا کہ میں نے تھارے امیر کو قتل کر دیا ہے۔ ۱۳۳۹ / ۱۹۲۱ء۔ ۲۷ شعبان

محمد بلاں اب بھی زندہ ہے۔ صلح بگزہ۔ مرضیہ پارچہ کا چھیا پوستہ اس ڈیما جانی۔ محمد بلاں نے اُسے فوراً پکڑ لیا۔ اتنے میں اور لوگ بھی اگر جمع ہو گئے۔

اہل جماعت کے غیض و غضب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ یوسف کو ما تپتیتی۔ امیر صاحب کی بیٹھک میں لائے۔ اور چند ساعتوں میں تمام لوگ اکٹھے ہو گئے۔ یوسف ایک دیوار کے سہارے

بیچاروں کے لات گھومنے سے۔ ڈنڈے اور پتھر سہ رہا تھا۔ ایک شخص یعقوب کے پاس بندوق بھی جس سے اُس نے یوسف پر فائز کر دیا اور یوسف اس جگہ ختم ہو گیا۔ یہ تمام دلائل میرے چشم دیدیں۔

پچھے دیر بعد پڑھان قبائل بھی آگئے اور یوسف کو لے جا کر بھی کے کنارے بیت میں رون کر دیا۔ انا اللہ و فیما لیه راجحون جو شیلانہ جوان کسی خال میں جھیت میں شامل ہوا اور خود غرضوں کی سازشوں کا مشکار ہو گیا۔ اتفاقاً یا قصداً میان نفضل اللہ ایک دن قبل ہی پچھے فاصلے پر ایک قبائلی گاؤں میں چلے گئے تھے اگر وہ چاہتے تو وہ تین گھنٹے میں والپس آسکتے تھے لیکن وہ نہیں آئے تھے۔

### نے امیر کا انتخاب

میان نفضل اللہ کے علاوہ بھی جماعت میں کئی ایک اس لائق تھوڑی جحدہ مجبور و غیر بھی تھے۔ مگر ان میں سے کسی نے بھی اپنے آپ کو اس انتخاب کے لیے پیش نہیں کیا تھا۔ سو امام مجاہدین بہت خوبی ہو رہے تھے۔ انھوں نے نیصلہ کیا کہ رحمت اللہ بن مولانا امام اللہ کو امیر شایا جائے۔ اور یہ انتخاب اس لیے بھی صورتی تھا کہ سالان امیر کی تدبیں ست قبل دوسرے امیر کا منتخب کرنا ضروری تھا۔

رحمت اللہ صاحب، امیر نعمت اللہ کے چنان ذیہائی تھا اور برادر نسبتی بھی تھے۔ ان کو نیا امیر منتخب کر لیا گیا تھا۔

### امیر نعمت اللہ کے شماں و فضائل

موصوف کی عمر شہادت کے وقت تقریباً بیالیں سال تھی۔ سازدار بیگ۔ بھروسہ بودی۔ واطھی۔ بلند اور قدار تھے۔ شہادت کے زمانے میں اکثر بیمار رہتے تھے۔ ان کو جگہ کا کچھ عافظہ تھا۔ ایک بانس کا حصہ ہاتھ میں رکھتے تھے جس کے سر سے پر سیاہ سینگ کی ہتھی لگی ہوئی تھی۔ باس کی کھیں صاف نظر آتی تھیں جو کہ غالباً اب موجود ہے۔

نماز کی امامت کا شرخوں ہی کرتے تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں مولوی مجاہد صاحب جو کہ حافظ قرآن بھی تھے۔ امامت کرتے تھے۔

عہدیاً میر پیغمبر کی پگڑی باندر ہتھے تھے۔ گندھی تکم لالا کرنا استعمال کرتے تھے جو اپنے کے پابند تھے ان کی الہیہ بخار حلیم النساء کا بیان ہے کہ جس صحیح کوششیدہ جامیں کچھ جونکر گزی کاموسم تھا گھر کی چھت پر ہی سوتے تھے۔ صحیح کی نہان کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ آج عجیب بات ہوئی ہے۔ اب جب میری آنکھ گل گئی تو خواب میں قیرستان مجاہدین کی جانب سے رونے کی آوازیں آئیں۔ آئیں۔ واللہ عالم۔

اینا فانی مال اپنے گھر میں نہیں رکھتے تھے وہ بہن کے پاس امامت رہتا۔ گھر میں صرف بیت المال ہی ہوتا تھا۔

ایک دفعہ میرے بڑے بھائی برکت اللہ یعلیٰ نے بیت المال کے کچھ بعد پسلگن رہے تھے۔ یہ چنانچہ کے دو پلے تھے برکت اللہ نے ان میں سے کچھ اٹھا لیے۔ انہوں نے برکت اللہ کا ہاتھ فوراً پکڑ لیا اور فرمایا اسے چھوڑ دو یہ آگ ہے۔

سردوں میں مغرب کے ھلانے کے بعد قرآن کریم کے اخیری سیارہ کی چھوٹی صورتیں زیانی یا دکر لایا کرتے تھے۔ ایک دن میں نہماز مغرب کے نذر ایعدوالله سے کما بھجے بڑی جھوک ہے کھانا دیں۔ میں نے کھانا کھایا اور سوکیا۔ اسی دن پڑھنے سے معافی مل گئی۔ دوسرے دن میں نے یہی حرکت کی پھر معافی مل گئی۔ مگر تیسروے دن بتر سے الھمالٹا اور چٹائی پسی ٹھاکر غوب مرست کی۔ اور پھر سوئیں مجھے بلڈ کرنی پڑیں۔

چھپن میں ہم کرتا ہی استعمال کرتے تھے۔ ایک مرتبہ عید کے موقع پر عید کے دن میں نے والدہ سکھا کہ میرے کرتے میں کف الگادیں۔ چنانچہ انہوں نے الگادیا۔ میں بڑا خوش ہوا کہ کف والدہ نہ پہنسھے ہوں۔ نہماز عید کے بعد گھر پر جب ان کی نظر اس کرتے پر پڑی تھا اسی وقت مجھے پکڑ لیا اور والدہ سے پیچھی متکرا کر دنوں کف کاٹ ڈالے اور والدہ سے کہا کہ ان کو سامنے سے شیر حصی کر دو۔

آپ کی تقریبی عالمات اور دل پذیر ہوتی تھی۔ جمع کے روز لوگ آپ کی تقریبی نہماز جمعہ کے بعد ہوتی تھی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک بڑے شوق سے سنتے رہتے تھے۔

**امیر چھت اللہ** بست عاید اور ناہب شخص تھے۔ گھوڑے کی سوانی کے بڑے ماہر تھے۔

تلوار باری میں استار تھے۔ اس رعایت سے جماعت میں آپ کو استادِ رحمت اللہ کا جاتا تھا۔  
تعلیم و اجنبی تھی حساب کتاب بھی نہیں جانتے تھے۔ زور پر تھے تمام خط و کتابت کا  
انعام سال قدم منشی صاحبین پر تھا۔ اکثر ادوات مجلس شوریٰ کے فیصلوں کو نظر انداز کر دیتے تھے۔  
جمعیت المجاہدین کے لیے کوئی نیا امر از کپڑی پیش نہ کر سکے اور جماعت تعطیل کا شکار ہو گئی۔

امیر نعمت اللہ کی شہادت کے بعد مولوی فضل المولی خود ہی جماعتِ مجاہدین چمکندر کے بلا شکر  
غیرے امیر بن گھٹے چمکندر کے جاہین کو مولوی صاحب کی بات پسند نہ آئی اور مولوی صاحب کے  
کفے سنن کے باوجود تمام بماری اور صورتِ متحیر اور بیگانے جاہین اسم پہنچے آئے اور چمکندر نہیں  
تقریباً ۲۵ بیس مجاہدین باقی رہ گئے مجوہ صرف ذریں اباد اور گجرات کے علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔  
مگر مولوی صاحب کا اپنا امیر ہوتے کہ لیے اس قدر تعادر ہی کافی تھی۔ مولوی صاحب نے  
بیت اللہ سے اپنے لیے ایک نہایت عمده اباق گھوڑا خریدا جوان کی سواری کے لیے ہی  
خود مخصوص تھا تا انہ دو دفعہ حاصل کرنے کے لیے ایک گلائے خربی۔ مولوی صاحب کا ایک ذاتی طازہ  
لال بڑا تھا۔ ایک خادمہ مریم قمی اور بیرونی کاموں کے لیے مکمل تغیرت ہا۔ جب کہیں سفر پر تشریف  
رے جاتے تو یا نیج سات آدمی گھوڑے کے ساتھ آگے اور یا چھپے چلتے تھے۔ بعض لوگ مولوی صاحب  
کی اس شان و شوکت کو پسند نہ کرتے تھے۔ مگر انگریزی علاقے میں ان کا نام چونکہ مجاہدین کی فہرست  
میں درج تھا اس لیے وہ اور کہیں جا بھی نہ سکتے تھے۔

مولوی صاحب نے اپنے پانچ سالہ خود ساختہ دور امارات میں انگریز سے دشمنی کے دعویٰ  
کے باوجود کوئی جگہ بھی نہ ہی کوئی سرحدی جگہ بڑی تھی اور نہ ای کوئی چھاپ مار کاروائی کر سکے تھے۔  
افغانستان سے بارہ بڑا درپی کی جو اسلامی رسم طبق تھی وہ بھی مركب مکین ذریستان کو بلند  
لگی تھی جس کے سربراہ مولوی بشیر تھے۔ اس دونان میں انھوں نے اڑک چھاؤنی کے کچھ قابل  
پر چھاپے مارے تھے اور چھاؤنی کی جانب سے مکین پر چھاپ بھی ہوا تھا۔ لیکن تمام سیعود قوم ٹکڑا نہ رہ  
فضل رین کی قیادت میں اُنھوں کو کھڑی ہوئی اور اس سپہ بڑائی جہاز بھی استعمال کیے گئے۔ مولا بشیر  
کو حکم دی گئی کہ حکومت تھارے چھوں کو لا ہو رہے گرفتار کر کے سخت نراثیں دے گی جو اب

میں مولوی بشیر نے کہا اگر ان کو ہمیسے سامنے فتح کر دیا جائے تو بہت مناسب ہو گا۔ اس لیے کہ اس سے میرا خدیدہ اور بھی بیدار ہو جائے گا۔

مکین پر جب گولہ باری کی توان کے مقابلہ میں پہلے دن جن ہوچوں نے جواب دیا۔ وہ آپ ہی کامورچے تھا۔ درسرے دن مولوی بشیر نے اپنے اس ہوچے سے بھی آگے ہو رچے تیار کر لیے اور تیسرا دن اس سے بھی آگے تھے۔ جسی کہ انگریزی فوج نے اسپاٹی اختیار کری تھی۔ جب افغانستان میں منتقل اور حاجی قوم نے امیر امان اللہ خان کے خلاف بغاوت کی تو اس کے لیے اخلاقی امداد حاصل کرنے کے لیے مولوی بشیر تشریف لائے اور مکرناہم نے ایک عقد کابل بھیجا تھا اور مولوی بشیر صاحب نے اس وفد سے مل کر کام کیا تھا۔

اس سے قبل جدیاں جمعیت میں عام خیال تھا کہ امیر رحمت اللہ کے قتل کی سازش کے سلسلے میں مولوی بشیر بھی شامل ہیں اس ملاقات سے یہ شک بھی رفع ہو گیا۔

افغان حکومت نے مولانا بشیر کو ہدایت کی تھی کہ وہ چڑکندا اور انتہ کو متعدد کرنے کی کوشش کریں۔ چنان پچھلے انہوں نے کام بھی اپنے ذمہ لے لیا تھا اور چڑکندا گئے تھے۔ مولوی فضل اللہ کے ساتھ ہی چڑکندا میں کام کیا۔ وزیرستان اور جمعیت چڑکندا کو مستعد کیا اور تھام ایں چڑکندا جو حالات سے باخبر کیا۔ تو مولوی فضل اللہ کی یہ طرف نشر و اشاعت اور کراچی اور کراچی اسی ہو گیا اور اکثر لوگ انتہ سے آخلوں کی طرف مائل ہو گئے تھے۔

مولوی بشیر صاحب تحریرات سے کام لیتے ہوئے ایک وفد سے کامنہ آگئے اور امیر رحمت اللہ اور مجلس شوریے کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ ان پر جمعیت کے قول میں وصولوں کے مطابق مقدمہ چلا گیا۔ مسلسل تین دن تک داروگیہ و سوال و جواب والیات و جوابات کے بعد مولانا بشیر صاحب کو امیر رحمت اللہ کے قتل کی سازش کے الزام سے بری تزارے دیا گیا۔ اور مولوی بشیر نے امیر رحمت اللہ صاحب وغیرہ سے عہد نامہ لکھ رکایا کہ آئندہ وہ کسی مصلحت کی خاطر انگریز سے صلح نہیں کریں گے۔

سابقاً خلافی صلح نامہ جو کہ امیر رحمت اللہ نے کیا تھا اُن کی شہادت کے بعد خود بخود ختم ہو گیا۔ نیز یہ عمد بھی لیا کہ اگر مولوی فضل اللہ صاحب آجھیں توان کو معاف کرو یا جائے۔

مولانا بشیر کی آمد کے بعد لقبیہ مجاہدین بھی مولوی فضل اللہ سے برگشتہ ہو گئے۔ اب ان کے ہم فدا حرف کرم اللہ عرف ذوالقریبین اور ابراہیم وغیرہ چھت سات آدمی رہ گئے۔ مولوی صاحب نے ان حالات سے مجبور ہو کر اس سے آنسہ کا ارادہ کیا اور عازمِ عسوس ہوئے۔ یہاں ان کو بادل خواستہ قبل کیا گیا۔ ان پر بھی مقدمہ جلا جائے۔ مکروہ مولوی سرف کو رو غلام اکرامی نعمت اللہ کو قتل کرنے کے الزام سے اپنے آپ کو روی ثابت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انھوں نے جمعوں کے دن مسجد میں تمام اہل جمیعت کے مدد بردار چڑکنے کی امیری کے عہد سے سے استعفی پیش کیا اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی اور آئینہ ایک عام مجاہد کی طرح جمیعت میں رہنے کا عہد کیا۔ پھر تمام جمیعت نے اور امیر جماعت نے ان کو معاف کر دیا۔ اور وہ والپس عازم چڑکنے کیا ہوئے۔

مولوی اساعیل بخاری کو امیر کر کر چڑکنے مقرر کیا گیا اور مولوی بشیر اور مولوی فضل اللہ کو ان کے ماتحت کی حیثیت سے کام کرنے کا حکم ہوا۔ مولوی بشیر نے اس صورتِ حال کو بخوبی قبول کیا اور اپنی کام شروع کر دیا۔ مکروہ مولوی فضل اللہ اس صورتِ حال کو قبول نہ کر سکے۔ اُس وقت وہ جمیعت کے ایک عام رکن کی طرح شامل تھے اس لیے ان سے عوام کی طرح اپنے فرائضِ عبادانے کا مطالبہ ہوا۔ مگر وہ اس کے لیے بھی تیار نہ ہوئے۔

مرکز انتس سے ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو ان کو جمیعت کی عوامی خدمات سے بھی مستفی پر کوہاں۔ نیز یہ کہ ان کے خادم خاص کا الفق احمدیا اور ان کے گھر ڈا اور گھر کا خرچ بھی مفت ہے ایک دیا گیا۔ یہ رفتالیف تائب کی خاطر تھا۔

مکروہ صاحب کے دامغ میں امیری کا بخط تھا جو کہ وہ بلا مشکلت غیر سے پانچ سال تک کر سکے تھا۔ اب بھی اپنے آپ کو امیر صاحب کہلانا پسند کرتے تھے۔ اور ان کے خواص ان کو اس نام سے مخاطب کرتے تھے۔

نیز یہ کہ والپس پر جمیعت کے اٹائے۔ کاغذات۔ دستاویزات۔ اسلحہ وغیرہ سے حرف چند بندوقیں جو اسے کر دیں۔ باقی اپنی ملکیت کا دعویٰ کر کے رکھ دیں۔ اٹائے اور کاغذات دستاویزات بھی دینے سے انکار کر دیا۔

اس صورتِ حال کی وجہ سے تمام مجاہدین چڑکنڈاں سے برگشتہ ہو گئے اور ان کا باہمی کاش

کردیا گیا۔ سلام و کلام بھی بند ہو گئی۔ اس صورتِ حال سے مولوی صاحب پر پیشان ہو گئے تو اُس علاقے کے کچھ طالبوں اور ملکوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے وجہ نزاع جب رکھی گئی اور صورتِ حال کی تفصیل اُن کے سامنے رکھی گئی تو انھوں نے فیصلہ کیا کہ اس طبق غیر مولوی بشیر اور مولوی فضل الہی کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا جائے۔ اہل جماعت اس فیصلے پر مطین نہ ہوئے۔ اس سلیمانیہ کی تمام آثار اور اسلامی جمیعت کی ملکیت تھا ان کو دونوں مولوی صاحبان کا نہ کسی واحد شخص کا۔

مولانا بشیر کی شہادت کی تفصیل اس طرح اسیں بیان کی گئی۔

جمیعت کا قائد تھا اک رات کو دو بڑے دروازے تلعینہ بندی کے بندرگردی شے جاتے تھے اور چھٹے پر رات کو پہرہ ہوتا تھا۔ پہرہ ہر روز اتنی کھنٹے کے بعد بدل جاتا تھا۔ اور پہرہ داروں کی تعینات جمدار کے ذمہ ہوتی تھی۔ جس شخص کے ذمہ پہلا پہرہ ہوتا وہ گھری ویکھ کر دوسرے پہرے دار کو جھکا دیتا اور اس طرح دوسرا تیسرا کر دیتا۔ گھریاں مولانا بشیر کے کروں میں رہتا۔ ایک بیلاں لشین جبلت سہتی تھی۔ مولانا اکثر دروانے کے اندر سے کہٹی نہیں لگاتے تھے تاکہ چوکیدار کو تکلیف نہ ہو۔ تیریب ہی ایک چوکیدار ایک کتابی بندھا رہتا تھا۔

۱۳۲۵ء بھاتا بن خاں ریضاخان کی پہلی تاریخ تھی۔ مولانا نے دن کو روزہ رکھا اور رات جماعت کرائی اس کے بعد پہرہ دلایا۔ پہنچنے والی پہنچ پہاڑی اور مولانا کو اپنے کمرے میں مصلح بچا کر غالباً کچھ نظر پڑھ رہے تھے اسی حالت میں ستون سے شیک لگا۔ اور غالباً آنکھ لگ گئی۔

پہلا پہرہ دار عبدالحیم تھا۔ ابتداء شب میں کچھ آدمی بھی غالباً باہر رہ سکتے۔ عبدالحیم نے کھٹک کر کھول کر دو جا کر بازدھہ دیا۔ اور دوسرے آدمیوں کو اندر آنے کا مرتع دیا جو اس کے ساتھی تھے اور دروانہ کھول کر مولانا کو اس حالت میں دیکھ لیا۔ تھوڑا کچھ دار کھ کر دروانہ بندھ دیا اور چھپری سے انھیں ذبح کر دیا۔

اس کے بعد کوئی پہرہ دار بھی نہیں آیا۔ اور جب سحر کے وقت سب جلاگئے تو مولانا کے کمرے سے خلاف سوری کوئی آہٹ نہ آئی تو ایک شخص اہل جماعت سے آپ کو جھکنے کی خاطر کرہ میں داخل ہوا تو انہی سے میں مولانا بشیر کو اپنے دروازے کے قریب پڑا ہوا ہمایا۔ روشنی کرنے پر معلوم ہوا

کروہ تو قتل کر دیئے گئے ہیں۔ تمام اہل جماعت روٹے تو دیکھا کر وہ کمرے میں خون میں لخت پت مردہ پڑے ہیں۔

عبدالحليم کا کوئی پتہ اور لشان نہ تھا۔

دروازہ اندر سے بند تھا۔ کتاب پیشی جگہ کی بجائے چھپت پر بن دھام ہوا تھا۔ سوال پیدا ہوا کہ قاتل کے معاون کیس طرف سے تعلق بندی کے اندر داخل ہوئے۔ اس لیے کہ بہرہ دروازے مغلل تھے لب اُن کے قلعہ بندی کے اندر داخل ہونے کا استہ صرف مولوی فضل اللہ کے ہی گھر سے تھا جو تن بندی سے باہر نہیں کی طرف کھلتا تھا مولوی فضل اللہ کا اُن میں موجود نہ تھے۔ وہ اس رات ملا صاحب با بڑہ کے صاحبزادے گلی صاحب کے پاس تھے۔ مگر صحیح دہان سے بھی غائب ہو گئے۔ صحیح تقریب ادانت نجیب اہل بستی چڑکندا کو معلوم ہوا تو وہ سب صحیح ہو کر آگئے۔

اہل جماعت نے محیری کے وقت ہی اُس کی اطلاع ... ۰ ۰ ۰ حاجی صاحب تریکاری کے بیٹے باشادہ اُن کو ... دے دی تھی۔ کون چڑکندا کا ملا جھی مطلع ہوا۔ ملا صاحب با بڑہ کے صاحبزادے کو بھی بھر ملی تو یہ تمام حضرات چڑکندا اس علاقے کے با اثر اور مذہبی پیشوائتھے ظہر ک مع اپنے ساتھیوں کے چڑکندا کئے اور مولانا بیشیر کو کفن و نیو دے کر دفن کر دیا۔ مولوی فضل اللہ بھی دوسرا دن آگئے تھے۔

غرض دوسرا سے ہن جگہ بیٹھا تمام مذکورہ بالآخر مذہبی پیشوائی علاقے کے کچھ مولوی اور لک اس میں شامل تھے۔ حالات اُن کے سامنے بیان ہوئے۔ مولوی بیشیر صاحب اور مولوی فضل اللہ کی کشیدگی کا بھی ذکر آیا۔ عبد الحليم کو جن لوگوں نے مولوی فضل اللہ سے مشورہ کرتے دیکھا گواہیں ہیں۔ ملا صاحب با بڑہ کے بیٹے گلی صاحب فی کہا کہ پرسوں جب مولوی فضل اللہ میرے پاس تھے تو مجھ سے اُختری نے سوال کیا تھا کہ اگر مجھ پر کوئی مصیحت آ جائے تو اپ میری کیا مدد کر سکتے ہیں۔ تمام تفاصیل معلوم کرنے کے بعد اس جو گے فیصلہ دیا کہ یہ سب مولوی فضل اللہ کی سازی سے ہوا ہے۔ اہل جماعت اگرچا ہیں تو ان کو قصاص میں قتل کر سکتے ہیں۔ زیادہ نزدیک ابراہیم ہی تھا۔ اُس کو احاظت مل گئی اُس نے یہ عذر کیا کہ مولانا نے اپنے وصیت نامے میں قاتل کو حاف کر دیا ہوا ہے۔ اس لیے میں اس کے لیے تیار نہیں۔

وصیت نامے کی دوسری شش کے مطابق مولانا نے کھا تھا کہ میرے قاتل کو جماعت سے خارج کر دیا جائے پنا پنج اُس روز مولوی فضل اللہ کو معابر ایل و عیال اور اُس کے خاص آدمی ذذ الفرج ابراہیم اور لال کو جماعت سے خارج کر دیا گیا۔

مولانا بشیر کے قتل کے بعد حکومت افغانستان کی یہ رائے تھی کہ مولوی بشیر صاحب کے قاتل کو ایک جماعت قتل کر دیں۔ قصاص میں۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔

جب میاں معاذ اور بھائی ایوب کا وفد کابل سے اپنا ذمیفہ لینے کے لئے تلویزیون اور شاہ محمود فدیر حربیہ کابل سے بھی ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ اب تم کیا ہو۔ مولوی بشیر صاحب کا قصاص نہیں لسکے۔ تم انگریز کے خلاف کیا جہاد کرو گے۔ جاؤ۔ بھیڑ بکریاں پالوا اور گزر اوقات کرو۔ برکت اللہ صاحب جو کہ اب امور جمیعت میں کافی دخیل ہو چکے تھے خود عازم کابل ہوئے

چڑکنڈ سے ہوتے ہوئے سب افغانستان کی حدود میں داخل ہوئے تو بہلا پڑا اور دمکٹی، قلعہ بیس ہوا۔ جہاں حکومت افغانستان کا حاکم اعلیٰ مستشرقی قیام رکھتا تھا۔ اس پریے اُس نے ان کو اپنے پاسٹھرا لایا۔ اور کابل کو اس سے طلح کیا گیا اور ہاں سے جواب ملا حکومت افغانستان اس وقت بہت معروف ہے اور اس پریے ان کو ملاقات کے لیے وقت نہیں دیا جاسکتا پانچ رو ناکام طالپ آئے۔ اس طرح افغان حکومت کا ذمیفہ بارہ ہزار بھی بشیر کے لیے بندر ہو گیا۔ مگر اس کے بعد بھی وہ کوشش میں معروف رہے کہ کسی طرح یہ ذمیفہ پھر سے جاری ہو جائے تکن اُن کی اسید بہرہ آئی تھی۔

مولوی فضل اللہ مرکز سے تھے میں بوضع کو زچڑکنڈ میں چلنے لگئے اور اس کے بعد ان کو کسی نے تھڑا لگایا۔ جعلی درستادیزات تیار کر کے پنجاب کی جماعتوں سے کچھ چند سے اکٹھے کرتے رہے۔ اور اس طرح جیسے افیٹرم حکومت قائم ہوئی تو وہ وہاں سے انہوں ہند چلنے لگئے۔ مولانا ابو کلام آزاد سے ملتے کی خواہش کی مگر انھوں نے ملتے سے الکار کر دیا کہ تم ہی امیر نعمت اللہ اور مولوی بشیر کے قاتل ہو۔

بھروسہ خباب میں اپنی مسائی جاری رکھیں۔ مجھے (مولوی صبغت اللہ ولد امیر المجاہرین نعمت اللہ) بھی طاقتات کا پیناام مولوی عبد الغنی قصروں اور دلال کی معرفت پہنچا گئیں اُن سے نہیں ملا۔  
جیسا کہ مولانا ہرنے لکھا ہے کہ انھوں نے جہاد کشیر میں حصہ لیا یعنی قطعاً غلط ہے۔  
جہاد کشیر کے ہر اول دستہ میں میں خود ناچیز شامل تھا۔ اور پوچھ کی جا بھی تھیں باعث تکمیل باعث تک  
کا علاقہ ہمارے ہی مجاہدین نے ڈوگروں سے خالی کر دیا تھا۔ پھر یارہ مولیٰ کے مجاز پر چلے گئے تھے۔  
یارہ مولیٰ سے والی اور موجودہ سرحد چنان تک جگہ میں خود شامل رہا۔ اس دو ران  
میں نے اُن کی پڑائی کے کسی شخص کو بھی نہیں دیکھا۔ جگہ کشیر کی واسطہ انہی جگہ لیک  
اللہ تکمیل رکھتی ہے۔ اگر موقع طالع لکھوں گا۔

ہاں تو تین ماہ بعد معلوم ہوا کہ عبد الغنی قصروی اور لال دو تین آدمی پوچھ کی جانب گئے  
تھے لیکن اُس وقت جنگ تقریباً اختتی۔ صرف اکابر کا فائز تک ہوتی تھی۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ  
انھوں نے وہاں کیا کام نامہ سر الجام دی۔ مگر مولوی فضل الہی خود مجاز پر نہیں گئے تھے۔  
”مولوی صاحب اندر ہیں ہندووں کے کرتے رہے اور اپنے جہاد کا خوب پر ایکنہ کیا۔ اس  
سلسلے میں ایک کتاب بھی ”جہاد کشیر“ کے نام سے شائع کی جس میں اس فقیر کا بھی ذکر ہے  
گمراہ انداز سے کہ گویا یہ تمام لوگ اسی کی سرکردگی میں جہاد کر رہے تھے۔“

چڑکنڈ کا علاقہ افغانستان اور آزاد سرحد (چندنا اور باجوڑ) کی حدود کو آپ میں ملائی ہے اور  
ایک ایسے پھارٹ کے طائف میں طاقع ہے جو بہت زیخت اور شاداب ہے۔ یہاں پہنچے بھی ہیں اور  
اسی لیے پہنچنے کا پانی کافی مقدار میں مستیاب ہو جاتا ہے۔ ملک بھر میں نے جو طاہرا کے نام سے شہر و حرف  
تھے اور انداز استان اور سرحد میں بڑی عترت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اپنی سماقت اور بہترت کے  
ذریں میں اس مقام کو اپنی راہش کے لیے منتخب کیا تھا۔ لہذا انگریزوں کے خلاف تھا اکثری با مجاہدین  
کے ساتھ جہاد میں شریک رہے تھے۔ سردار عیین اللہ پادشاہ افغانستان نے شاید اس طرز عمل کی بنابر  
نہیں انداز استان سے نکل جانے کا حکم دیا تھا اسی حکم کی تعیین میں آپ نے اس مقام پر ڈیرس ڈال  
دیئے تھے۔ علاقہ ہمندیں چڑکنڈ گاؤں کے قریب پہاڑی پر طاہرا نے اپنا مرکزی مکان۔ مسجد  
اور چند مہان خانے بھی تعمیر کر لیے تھے۔ ملائے مرتبہ وقت و صیت کی تھی کہ اس مقام پر مجاہدین کی ایک

شان خز من قائم ہونی چاہئے پتنا پختہ امیر نعمت اللہ نے جو لائی ۱۹۱۵ء میں اس مقام پر ایک مرکز قائم کرنے کے لیے مولوی عبد الکریم قنوری کو دہان کا امیر منصب کر کے بھیجا تھا اور مجاہدین کا ایک شکر بھی ساختہ کر دیا تھا۔ ملادہ اسی خواہش کے مطابق دہان ایک مرکز قائم ہو گیا۔

اس پہاڑی سے تھوڑی دُر پہاڑی کی مڑھلوان پر حکومت افغانستان کی مرحد شروع ہو جاتی ہے اور اس مقام کا نام "سرکانی" ہے۔ حکومت افغانستان نے اس مقام پر ایک فوجی پھارڈی مجنح تمام کر رکھی ہے۔ چونکہ افغانستان کے ساتھ ایک محقق مقام تھا اس لیے افغانستان کے ساتھ تعلق قائم رکھنا آسان ہو گیا تھا۔

چھ عرصہ کے بعد امیر المجاہدین نے مولوی بشیر کو مجاہدین کا ایک فوجی درست دے کر چڑکنڈ روانہ کر دیا تھا۔ مکر چڑکنڈ کے امیر اگر کچھ مولوی عبد الکریم قنوری ہی رہے لیکن انھوں نے افغانستان کے ساتھ سفارت کا کام مولوی بشیر کے سپرد کر رکھا تھا۔ پتنا پختہ مولانا بشیر مجاہدین کے سفیر کی چیختیت سے کابل جاتے اور حکومت کے ذمہ دار حکام کے ساتھ اکثر ملاقاتیں کرتے تھے۔

مولانا عبد الکریم قنوری کی تیاریت میں ایک وفد کابل گیا۔ یہ وفد امیر کابل کے بھائی نصر اللہ خاں اور کابل کے قاضی القضاۃ حاجی عبدالعزیز کو ملے۔ اس وفد نے انھیں یقین دلایا کہ اگر امیر حبیب اللہ خاں کابل انگریزی حکومت کے خلاف اعلان جنگ کر دے تو آزاد قبائل کے لاکھوں بھجکو بادشاہ کے ہندوستان سے جمع ہو جائیں گے۔ انھوں نے ودقکی نمازیات کو پڑھتے تھل سے سناؤ یقین دلایا کہ وہ اسی تجویز سے اتفاق کرتے ہیں اور وفد کو پوری پوری اسلام کا یقین دلایا۔ اور وقت آئنے پر وفد کی ملاقات امیر حبیب اللہ سے کلادی۔ وفد نے امیر حبیب اللہ کو یہ بادر کر دیا کہ کوئی کوشش کی تھی کہ اب مناسب وقت ہے کہ ہندوستان پر حملہ کر دیا جائے کیوں کہ انگریز اپنی تمام تربیت یافتہ فوج کو مغربی محاذ پرے گئے ہیں اس لیے اگر انگریز رنگوٹ فوج کو آسانی سے سکست دی جا سکتی ہے اور وفد نے یقین دلایا کہ انھوں نے آزاد قبائل کو اس عظیم جہادیں شمولیت کے لیے تیار کر لیا ہے۔ لیکن امیر حبیب اللہ نے صاف، انکا کر دیا اور انگریزی حکومت کے خلاف کسی قسم کا تقدم اٹھاتے کے لیے تیار نہ ہوا۔

یہ وفد ابھی کابل ہی میں تھا کہ پانچ نومبر ۱۹۱۶ء کو سلطان ترکی خلیفۃ المسلمين نے انگریزی حکومت کے خلاف اعلان جنگ کر کے مسلمانان عالم کو ترک حکومت کی حمایت کرنے اور انگریزی

حکومت کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان فرمادیا ہے۔ مخفی فقد کے رو سے افغانستان کے پادشاہ پر شرعاً اعتبار سے جہاد فرض ہو گیا ہے۔ وفاد نے یہ اعلان بھی امیر حسیب اللہ کے ساتھ پیش کر دیا لیکن وہ شش سے مئی نہ ہوا۔

مولوی عبداللکریم قنجی ناگام والپیں لوٹے اور ملا قاتلوں کی تمام رو شیاد امیر مکر نے یہ مولانا عبداللکریم کے گوش گزار دی۔ انہوں نے دو دفعہ امیر حسیب اللہ سے ملا قاتلوں کی تھیں لیکن پادشاہ افغانستان کسی طرح بھی انگریزوں کے خلاف قدم اٹھانے پر رضا مند نہ ہو سکا۔

ہنری میکائیں لکھتا ہے اور یہ شخص امیر حسیب اللہ کی ہندوستان میں آمد کے وقت بلوجچستان کا چیف کشنر تھا اور وہر سے کے تمام انتظامات اس کے پسروں کیے گئے تھے۔

”ہندوستان سے رخصت ہوتے وقت امیر حسیب اللہ خان نے انتہائی سمجھدگی سے مجھ کہا۔

”جب تک انگلستان مجھ سے دنا کرے گا میں انگلستان کا دفادر اور عذر گار رہوں گا“

امیر حسیب اللہ کو چہ اسلام یا ہندو تین فلیم فرمی میں لاج کا کرکن اعلیٰ بنالیا گیا اور اس میں افراج ہند کے کمانڈر اعلیٰ الارڈ کچر نے نہایا کردار ادا کیا تھا اور حسیب اللہ خان نے قرآن مجید پڑھ لٹھایا تھا اور وہ قرآن مجید ارج بھی گزینہ طلاق انگلینڈ کی لائبریری میں محفوظ رکھا گیا ہوا ہے۔

انگریزی مہربوں اور سیاست دانوں کی یہ رائے صحیح ہے کہ افغانستان کا پادشاہ حسیب اللہ خان ہماری خالقت پر اتر آتا تو برطانوی فوجیں ہندوستان سے لاکھوں فوجی مخازن جنگ پر نہ لہ سکتے۔ اور جنگ کا نتیجہ بالکل الٹا ہوتا۔ غظیم برطانوی سلطنت پاش پاش ہو جاتی۔ امیر حسیب اللہ کی برطانوی حکومت کے ساتھ دفادری کی بدولت برطانیہ جنگ جیتنے میں کامیاب ہو گیا یہ سوچ کر انگریزوں کو خوشی ہوتی ہے کہ یہ درست انتوار کرنے اور قائم رکھنے میں فرمی میں نے کامیاب کردار ادا کیا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ مجاہدین کا جہاد انگریزوں کے خلاف تھا۔ اور افغانستان کی مسلمان حکومت کے ساتھ ان کے گھر سے تعلقات تھے۔ زمانہ گزر نے پر مجاہدین زیادہ تر افغانستان پر اختصار کرنے لگے۔ اگرچہ ان کو احمد اور ہندوستان سے بربر پہنچ رہی تھیں لیکن مجاہدین اپنی انفرادیت کو اسی اتحاد کے ساتھ بتوارز نہ رکھ سکے۔

افغانستان میں عیشہ کئی ایک جماعتیں تھیں جو آزاد قبائل میں سے کمبوی ایک کے ساتھ اور کمبوی دوسری کے ساتھ اپنا ناطر جو طبقی تھیں۔ امیر حسیب اللہ غان کابل کا بادشاہ تھا وہ نہ صرف انگریزوں کا طرفدار تھا بلکہ ان کا ذلیل خوار بھی تھا۔ شاہی جماعت کا مرتفع یہ تھا کہ "بزرگی اور ترقی دوسری ہیں۔ انگریز اور روسی نژاد یک ہیں۔ جب جاہین کے ڈمکڑ قائم ہو گئے ایک استنس میں اور دوسری چڑکنہ میں تو کابل کی ایک جماعت نے ایک کی پیٹھے ہٹر نکنی شروع کر دی اور دوسری نے دوسرے کا۔ اگرچہ دولوں میں کا مقصد ایک ہی تھا لیکن حکمت علی میں اختلاف تھا۔ مولانا بشیر نے کابل کے قاضی القضاۃ مولانا عبدالرازاق کے ساتھ مل کر ایک مشترک اعلان صورت کے آزاد قبائل کے بینے ایک اعلان برپا کر کے تقسیم کیا جو ان کی زبان میں تھا۔ اس کا اندود ترجیح فیل میں دیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
حَمَدًا وَ مُصَلَّىٰ وَ سَلَامٌ

## اعلانِ مقدس دینی بہہ بالی پٹھا افغانستان

(قبائل ساکنہ میان افغانستان و دریائے سندھ)

دینی بھائیو! اس وقت خدا نے آپ کو نہایت قیمتی حملت عطا کی ہے جس کی نظر صدیوں میں بھی نہیں رہتی۔ اگر آپ ذرا با تھہ پاؤں ہلائیں تو ممکن ہے کہ اس وسیع ملک کو جو دریائے الک اور افغانستان کے درمیان واقع ہے، تھوڑی سی رنجت سے قبضے میں لے آئیں۔ وہاں ایک مستقل اسلامی سلطنت قائم کریں اور کسی کی رکاوٹ کے بغیر دنیا کی سلطنتوں سے آپ کے سیاسی تحریک اور علمی روابط پیدا ہو جائیں۔ اس طرح آپ رسولوں کے سراج (صلیم) کے خلیف سلطانِ عظم کی حمایت میں آجائیں اور آئندہ انگریزوں کے گزندگ سے محفوظ ہو جائیں۔ علمائے حق کی مدد سے آپ اپنی اولاد کو دار الخلافت میں علوم و فنون سکھا سکیں گے اور تقدیر و ترقی یافتہ قوموں کے دوش بدوش تبدیل و ترقی کے میدان میں گام زن ہو سکیں گے۔ آپ کی آئندہ نسلیں دولوں جمالوں

دینی بھائیگر، تین سال سے زیادہ مدت ہو چکی ہے کہ تمہارے ہم نہ ہیں بھائی ترک لاکھوں کی تعداد میں اپنے جان ومال خدا کے لیے قربان کیتے بیٹھے ہیں۔ انھوں نے یورپ، آشیا اور افریقیہ کے میدانوں میں اپنے حلیفوں کے پسلویہ پلو مردانگی کی واد دیتے ہوئے شجاعت و شیر دلی کے جو ہر آشنا کارائیتے ہیں اور ہمیشہ کی نیک نامی حاصل کر لی ہے اور کو رہے ہیں ایک آپ اسے آفریدیل، ھروا یتو، اور ڈوس سے قبیلے والوں،! عورتوں کی طرح اپنے گھر میں بیٹھے ہو، ترک بچوں کے متین اور عتمانی عورتوں کے بیوہ ہونے کا تماشا دیکھ رہے ہو، کیا آپ کی نیت اسلامی حرکت میں نہیں لاتی اور آپ کی رگ مرمت نہیں پھٹکتی؟

عجب بات یہ ہے کہ نرمان خان کی بیاست کے چند بے ننگ نامہ میں افراد نے خدا رسول اور مولویوں سے خرم نہ کرتے ہوئے عالی جناب فیری بے پر حمل کیا، جو ترکوں کی جبل العقدر قوم کے فرزند ہیں اور اسلامی بھائیوں کی اولاد کے لیے یہاں پہنچے ہیں۔ ان لوگوں نے لا عبد الحليم شہید کو قتل کر لایا۔ اس سے بڑھ کر دونوں جماں کی رو سیاہی کا سامان اور کیا ہو سکتا ہے پذامِ کتنہ نکونا ہے چند۔ علماء کرام کے لیے یہ امر لکھنی خوش نصیبی کا باعث ہے کہ انھوں نے ان بدکاروں کے گھر جلاسائے۔ ان سے مالی تاوادن وصول کیا۔ اس طرح انھیں کیفر کوارکو پہنچایا۔ اس سلسلے میں جناب ملائیکہ اکابر خاص طور پر مقابل ذکر ہیں۔ قبلیہ کو کی خیل کا نام جبی محسودوں اور محمدوں کے روشن نام کی طرح دین کے نکر میں بست ہو گیا، بے شک کو کی خیل کے لیے افریدیوں کا نام زیما ہے، یہ اشعار ان کے حق میں القا ہرثے: دلالہ آفریدی درہ خبر کی علی مسجد کے زدیک پلیخو دکھلتے واسطے غریبوں کے لیے آسمان سے گرنے والی محلی بن گئے۔ حسب وطن کا تقاضا یہی ہے، مردانگی اسی کا نام ہے خدا کا حکم یہی ہے اور اہل دین ایسے ہی کارانا میں انجام دیتے ہیں۔ ہزاری ہے کہ ملا عبد الحليم شہید کی روح مزار پر ان کی تاریخ شہادت کندہ کی جائے تاکہ آنے والی زماں کے لیے یادگار رہے۔

اسے پڑھاستان کے مسلمانوں خدا کا شکر ہے کہ تم اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہو، لیکن تمہاری موجودہ حالت اسلام کے پیشتر درجہ بیان کے عرب بقیلیوں کی ہے۔ حضرت خاتم النبیین صلیع کے خلیفہ مبارک کے وقت عرب خیمنشیں، صحر اگر وا منتشر قبائل کا مسکن تھا۔ تمہارے قبیل

دینی بھائیز اپنے سلسلے سے زیادہ مدت ہو چکی ہے کہ تمہارے ہم نہیں بھائی ترک لاکھوں کی تعداد میں اپنے جان و عال خدا کے لیے قربان کیتے بیٹھتے ہیں۔ انہوں نے درپ، ایشیا اور افریقیہ کے میلاؤں میں اپنے حلیفوں کے پہلویہ پہلویہ الگی کی داد دیتے ہوئے شجاعت و شیرودی کے جو ہر آشنا کارکٹ ہیں اور ہمیشہ کی نیک نای حاصل کر لی ہے اور کو رہے ہیں بلکن آپ اسے آفریدیو، صواتیو، اور ڈرس سے قبیلے والو،! عورتوں کی طرح اپنے گھر میں بیٹھے ہو، ترک بچوں کے میتم اور عثمانی عورتوں کے بیوہ ہونے کا تماشا دیکھ رہے ہو، کیا آپ کی غیرت اسلامی حرکت میں نہیں لاتی اور آپ کی رُگ مروت نہیں پھڑکتی؟

عجب بات یہ ہے کہ زبان خان کی ریاست کے چند بنگ زامیں افراد نے خدا رسول اور مولیوں سے شرم نہ کرتے ہوئے عالی جناب خیری پر پر حمل کیا، جو ترکوں کی جلیل القدر قوم کے فرزند ہیں اور اسلامی بھائیوں کی اولاد کے لیے یہاں پہنچے ہیں۔ ان لوگوں نے ملا عبد الحليم رحم کو شہید کر دیا۔ اس سے بڑھ کر دونوں جمالوں کی رو سیاہی کا سامان اور کیا ہو سکتا ہے بذانہ کندہ نکونا ہے چند۔ علامہ گرام کے لیے یہ امر کتنی خوش نصیبی کا باعث ہے کہ انہوں نے ان بدکاروں کے گھر جلاشتے۔ ان سے مالی تاوان وصول کیا۔ اس طرح انھیں کیفر کروار کو بخایا۔ اس سلسلے میں جناب ملائیکہ اکبر خاص طور پر مقابل ذکر ہیں۔ قبیلہ کوکی خیل کا نام جویں محسوس دوں اور جمددوں کے روشن نام کی طرح دین کے نکر میں ثبت ہو گیا، بے شک کوکی خیلوں کے لیے افریدیوں کا نام زیبا ہے، یہ اشعار ان کے حق میں القا ہوتے: دلالہ آفریدی دڑھ خبر کی علی مسجد کے نزدیک پلیٹ دکھانے والے غربیوں کے لیے آسمان سے گرنے والی بھلی بن گئے۔ حب وطن کا تقاضا یہی ہے، مرد ایسی کا نام ہے خدا کا حکم یہی ہے اور اہل دین ایسی ہی کارناٹے انجام دیتے ہیں۔ فردی ہے کہ ملا عبد الحليم شہید کی لوح مزار پر ان کی تاریخ شہادت کندہ کی جائے تاکہ آنے والی زماں کے لیے بیار گا رہے۔

اسے پٹھاستان کے مسلمانوں اخدا کا شکر ہے کہ تم اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہو، بلکن تمہاری موجودہ حالت اسلام سے پیشتر درجا میں کے عرب قبیلوں کی سی ہے۔ حضرت خاتم النبیین صلیم کے ظہور مبارک کے وقت عرب خیمه نشین، صحراگرد اور منترش قبائل کا ماسکن تھا۔ تمہارے قبیلیں

کی حالت بھی آج کل ہیں ہے۔ عرب کے قبائل ہمیشہ باہم رشتہ رہتے تھے، اتم بھی خانہ جنگلی میں مبتلا ہو۔ عرب قبیلوں کی کوئی منظم اور قانونی حکومت نہ تھی، تمہاری حالت بھی یہی ہے۔ وہ ڈاک کے مارتے تھے، تمہارا کام بھی لوٹ مار ہے۔ لیکن حضرت رسول اکرم صلم کے انفاس پاک کی برکت سے عرب کی بدرویت دینیت میں بدل گئی، وہ بکھرے ہوئے قبیلے (اسب لوگوں بھائی بھائی ہیں) کے رشتے میں پرورشے گئے اور ایک روحانی جموروںی حکومت درجہ میں آگئی، دیکھو پرانی وقت کی نماز سب میں برادری اور برادری کے احساسات پختہ کرنی ہے۔ نکولا و بیت المال قمت کی اجتماعی عمارت کے لیے مادی بنتیا اور مالی اپشتیانی کے ضامن ہیں۔ روزے کے ذریعے سے مسلمانوں میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے مشقت برداشت کرنے کی عارض پکی ہوتی ہے۔ پیغمبر اللہ کا لمح دنیا بھر کی مسلمان قومیں کے درمیان تجارتی، سیاسی اور دینی رابطے پیدا کرنے کا ذردار ہے۔

اس زمانے کے سب لوگ جمالت کی وجہ سے مژدوں کی مانند تھے۔ رسول اکرم صلم کے انفاس پاک روح بن کر ان کے بدنوں میں دوڑ گئے۔ حضیر نے ان کی جمالت کے واعظ دھوڑا لئے ان کی کاہل مثادری۔ ان کو عقل بخشی اور زبانی بھر کی حکومت دے دی۔ بکھرے ہوئے اجر اکٹھا کر کے حضیر نے ایک عالی شان قوم بنادی اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کے رشتے میں وہ سب بندھ گئے۔

حالات پر غور کرو، جناب رسالت آپ نے کس طرح عرب کے وحشی قبائل کی کالا یا بیٹ کر کر کھو دی۔ جسیں کئے کے اندر گرد کے قبیلے حضرت پیغمبر صلم کو (خاک بہ دین) مغل کرنے کے درجے ہو گئے تو حضیر کے سے نکل کر مدینے چلے گئے۔ ۱۲۔ سیمیح الدعل کو درہاں پہنچے۔ پہنچ چا جزا کے لیے ایک حصہ اپنا کر جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد پڑا۔ دیہ مدد و مدد کے دہ سال قیام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ واصحیح علیہ السلام میں بنفس نفس شریک رہے ان کی تعداد اٹھائیں بتائی جاتی ہے اور سر پر لیعنی جن جنگوں کے لیے آنحضرت نے لشکر بھیج چکیں تھے۔ جن اٹھائیں جنگوں میں حضیر صلم بنفس نفس شریک رہے ان میں سے توہین دہمن سے بڑائی کی نوبت آئی۔ باقی یا تو صلح ہو گئی یا التواریخ جنگ پر معاملہ طہ ہو گیا یا سرے سے مقابلے کا موقع ہی نہ آیا۔

آخری مرتبہ ۲۶ صفر ۱۱ھ کو آنحضرت نے مرض الموت میں ایک لشکر امام بن نیدر کی سرکردگی میں بھیجا۔ ۱۲۔ ربیع الاول کو گویا وہ سپتے بعد سیدنا کوئین صدیم اس جہان فانی سے ہمیشہ قائم رہنے والی دنیا کو تشریف لے گئے۔ سچنا اور عزز کرنا چاہئے کہ حضرت پیغمبر صلعم نے دس سال کی مدت میں عبادتوں اور بخاروں سیاسی، معاشرتی اور قضائی معاملوں کے یادجو درجہ اسی جنگوں کا انتظام بھی فرمایا۔ یہی کارکردگی، یہی چیزی اور مستحدہ ہی، یہی بیدار مغزی تھی جس نے خدا کی طرف سے بشریت کی تاریخ کے دھارے کا رُخ بدل دیا۔ سچ ہے، انسان کے ہاتھی کچھ نہیں مگر اسی قدر کہ وہ کوشش کرتا ہے۔ ۱۔ اے پھٹاستان کے مسلمان! وقت آگیا ہے کہ تم ام قبیلے پیغمبر اسلام علیہ السلام کی پیروی میں سیاسی اتحاد پیدا کریں۔ تمام قبیلوں سے دیکل اور نمایاں نے منتخب کر کے ایک متحدہ حکومت بنائی جائے۔ بلاشبہ تمام داخلی امور میں ہر قبیلہ آزاد رہے گا، لیکن یہ ورنہ یہ لوگوں سے تعلقات دروازہ بھاٹ کے باب میں حکومت متحده جواب دہ ہوگی۔ اس کام کو موجودہ جنگ عالمگیر کے درجنان میں پورا کر لواز جناب خیری بے کے الافق رائے سے تم ام قبائل کے لیے ایک منصوبہ بنائ کر انگریزوں پر غارت گرانہ چھاپوں اور جہاد کا آغاز کر دو۔ صلح ہونے سے پہلے دریافت کے اس پار (سمت مرحد) کی زمین قبیلے میں لے آؤ تاکہ آپ کو خلیفہ معظم کی طرف سے استقلال کی سند اور ہر قسم کی مدد مل سکے۔ شیعہ سنی وغیرہ کمپلائے انتہلانات بھلا دو اور تمام قبیلے جماں جماں بن جاؤ۔

تم پردوین ستاروں کی طرح جمع ہو جاؤ اور بلندی کے آسمان پر پہنچو، اگرذ بدن کی طرح بکھرے ہو گے تو خاک کے سرا تھا لا کوئی مکان نہ ہوگا۔ شیعہ ہوں یا ہابی آخر سب قرآن کے فرمان بردار ہیں۔ مسلمانوں اتحادی خانہ جنگل کا یہ تیتجو ہے کہ نصاری اس جہان کے حکمران بن گئے۔ تھیں نہ اپنے عقول عطا کی ہے، پھر جیلوں کی خصلتیں کیوں لیے بیٹھے ہو جو درجن کے ایسے ملکن ہے تھمارے لیے کیوں ممکن نہیں؟ انسان خدا کا خلیفہ ہے، وہ اس کائنات کا حاکم ہے بھلی، بھاپ، دریا سب اس کے خادم ہیں۔

السان بلندی پر نظر آنے والے ستاروں کی شان، نعل و حربت، اور ایک درسرے سے دُوری کا اندازہ کرتا ہے، اس کی عقل آسمان کی ترازو ہے۔

یہ خبر من کر عالم اسلامی میں آجیان پیدا ہوا کہ نواب دیر پلے عمر اخاء رئیس جندول کے بیٹے عبد المتن خان کا مدھگار بنا اور اس کے مردوں ملک کو دوسروں کے تعجب سے آزاد کرنے میں کامیاب ہو گیا، لیکن بعد میں خود غاصب بن کر جندول پر غالب ہو گیا۔ سچے مسلمانوں کے دل اس موقع سے زخمی ہو گئے میں مسلمان کیس طرح یوں وعدہ شکنی کا ترکیب ہو سکتا ہے؛ قرآن مجید کا ارشاد ہے: اے مسلمانوں تر قانون الہی تمہاری خواہش کے تابع ہے اور نہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی خواہش کے تابع۔ قانون الہی یہ ہے کہ جو کوئی جزا میں کرے گا، اس کی نزا پائے گا۔ چاہئے کہ نواب دیر لفاق سے تو بکر کے اپنے دینی بھائی اور دوست سے عہد بنا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ ہو کر طبی فتوحات کا امیہ حاصل ہے۔

اسے معجزہ عالم! اور جلیل القدر طلام! آپ لوگ نبی علیہ السلام کے وارث ہیں۔

حضرت پیغمبر صلیع کے ذود مستور دل پر بطور خاص توجہ کیجیے، اول یہ کہ آپ کی دشمنی رفع کرنا اور قبائل کو متعدد روایا اسلام کی بنیاد ہے جیسا کہ قرآن گواہ ہے: یا کو خدا کا العام جنم پر نازل ہوا۔ جب تم آپس میں دشمن تھے پس اس نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کرو۔ دوسرا دستور یہ کہ جب مسلمانوں کے درمیان دینی اخوت پیدا ہو گئی اور قبیلے کے درمیان اتحاد کا الیط مظہر ہو گیا تو جناب پیغمبر نے دشمنان خدا و رسول اور بد خواہ این السانیت کے خلاف بجہاد شروع کر دیا۔ ان درستوروں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان جہان کے مالک بن گئے۔ اس ارشاد کے برعکتب کہ رسول اللہ کی پیری میں تمہارے عیسے نیک نہیں ہے۔ آپ لوگوں کو بھی چاہیے کہ ان ذو خصیت اصولوں پر ضبط سے جم جائیں۔ قبیلوں کو اتحاد کے رشتے میں پروردیں۔ خدا کے دشمنوں پر حلاکو اور ہوں۔ پھر اس کو ایک مستقل ملک بنالیں اور قبیلوں کو ہمیشہ کے لیے انگریزوں کے آسیب سے محفوظ کر دیں۔

اس جگہ وطن پر وطن کا نکتہ بھی موجود ہے۔ صلح کے اوقات میں انگریز اور روس مسلمانوں کو اتفاق کا موقع نہ دیتے تھے اور ہمیشہ ان کے درمیان خالافت و لفاق کا یہیج یوتے رہتے تھے۔ اب یہ دشمن خود صیست میں مبتلا ہیں، ہمیں چاہیے کہ فرصت سے فائدہ اٹھائیں۔ اس فرصت سے غفلت وطن اور اہل وطن سے غداری کے مترادف ہو گی۔

جس شخص کے دل میں وطن کی محبت نہیں اسے مرد نہ سمجھو، وہ انسانیت کے ریلے باعث شگ ہے۔ اس پر خدا کی لعنت ہے۔ اے خدا تو ان لوگوں کا مدگار ہو جو دین محمدؐ کے مدگار ہیں اور ہمیں ان میں شامل کر ادا ان لوگوں کو رسما کر جو دین محمدؐ کی رسولی کے درپے ہیں اور یعنی ان میں شامل کرہے۔

**مولانا الشیر**

اصل نام عبدالرحیم تھا۔ عبدالرحیم تو بیش زام اختیار کر لیا۔ آپ کے والد فیروز پور کے ایک کاؤں کاہلول کے باشندے تھے اور زام رکھنے تھے۔ انھوں نے سید احمد شہید کی جماعت کے ایک فرد مولوی حیدر علی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی جو اس موضوع میں آبستے تھے۔

مولوی رحیم نخش دہلی کے تو روہاں کچھ عرصہ قیام کیا اور اس دوران شیخ انگل سے حدیث کی سند حاصل کی اور لاہور کی مسجد چینیاں والی میں امام بنادیتے گئے۔ یہ مسجد اندر وون شہر کی ایک مشہور گلی اور تکمیل سادھوں کے تربیت واقع ہے اور کافی دسیخ ہے۔ اس مسجد کی المامت کے دوران ہی نکاح کیا تھا۔

عبدالرحیم ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے سلسلہ تعلیم کو اسی مسجد میں کمل کیا۔ جب جوان ہوئے تو باپ نے نکاح کر دیا اور بیری سے نپکھے پیدا ہوئے اور آپ پھر طلبے بن بیٹھے۔ کتاب فتویٰ کا شغل شروع کر دیا اور روزی اچھی خاصی کمائے لگے۔ جاہدین سے رابطہ تو والد کے ذریعہ تھا۔ اور اس نیسے انگریزوں کی مخالفت ان کی لکھنی میں پڑی تھی۔ دعوظ بھی دلنشیں کرنے لگے اور حکومت کی نظروں میں آگئے۔ جب پندرہ طالب علموں نے ہجرت کی تھی تو ان طالب علموں کو مولوی فضل اللہ اور مولوی عبدالرحیم (مولانا الشیر) کے خواجے کو دیا گیا کہ ان کو جاہدین کے کیمپ استمس میں پہنچا دیں۔

پہلی عالمی جنگ شروع ہو کی تھی۔ حکومت کے خلاف با غیانت برگرمیوں کے باعث ان کی اگر قاتمی کے مارنے کی بھی جاری ہوئے کوئی تھے کہ ان کو اس کا پتہ چل گیا۔ گھر پر چھوڑ کر اور تمام خاندانی معاملات دستے کر کے اس سررواد ہو رکھئے اس عمر کے ساتھ کہ پھر تعبد نزار مہند میں والپیں نہ آئیں گے۔ بڑے سے مستعد اور کام کرنے والے نوجوان تھے اس لیے جلد ہی استمس بیکانی اعتماد پیدا کر لیا تھا اور وہاں خاص عزت کی لگاہ سے دیکھنے لگے تھے۔

سرکار اور ستم کی جنگ ۱۹۱۵ء میں امیر نعمت اللہ کی سرکردگی میں ہوئی تھی۔ اس سے غالباً  
بستہ تاثر ہوتے تھے اور حرب پار جا کر باقاعدہ جماعت میں داخل ہونے کا شاید یہی بدبختی  
مولانا بشیر کے متعلق ظفر حسن ایک کا بیان ۔

**مولوی بشیر احمد صاحب** مولوی بشیر حسن کا اصل نام عبدالرحیم تھا لاہور کے رہنے  
کے درمیان واسطے کی خدمت سرخاں دیتے رہے تھے۔ مجاہدین اور حکومت انہی نے  
کی بحث کرنے کے بعد اپنا اہل عبادی اور کاروبار چھوڑ کر جماعت مجاہدین میں شامل ہو گئے تھے اور  
جماعت کے لئے اپنی جادو بیانی سے ایک نئی روح پھونک دی تھی۔ ان کا پروگرام یہ  
تھا کہ جماعت مجاہدین کے اماکن کو نئے ہمپیڈیاریں سے سلح کیا جائے اور ان کے مرکز مصروف  
کے مختلف آزاد قبائل کے علاقوں میں فائم کیے جائیں اور قبائل سے دوستہ تعلقات برپا  
کر جاؤ کوہا ہستہ انگریزوں کے برخلاف منظم کیا جائے تاکہ ان کی پھر کبھی انگریزوں کے خلاف ہندوستان  
میں آزادی کی تحریک پڑھلے پا فغانستان پر پھر انگریزوں سے ہجڑ ہو جائے تو انگریزی فوجوں  
پر حربیں کا ایک متعدد حملہ کرائیں۔ انھوں نے مجاہدین کی نئی تنظیم کے لیے عبدالرشید  
محمد حسین (یعقوب) کو اپنا مشیر اور ساختی بنیا ہوا تھا۔

عبدالرشید کو اس سے مرجویوں کا لیے ایک چھوٹا سا اخبار لکھنے کا کام دیا گیا جو ایک کلوٹال  
سے چھاپا جاتا تھا۔ محمد حسن یعقوب کی مرکر دگی میں جماعت مجاہدین کا ایک مرکز دزیرستان  
کے ایک علاقہ میں قائم کیا گیا تھا۔ انھوں نے اپنے ٹھہر نے کے لیے چھکنڈ میں بھی ایک مکان  
بنوایا تھا اور اس میں ایک سکرپٹ اپنے لیے تخصیص کر دکھا تھا۔

سرحد پر انگریزوں کی اب حکمت عملی یہ تھی کہ مجاہدین کے لامہاؤں کو قتل کرایا جائے اس  
سے مجاہدین کی سرگرمیاں ماند پڑھائیں گی اور اس کے لیے صائبزادہ عبد القویم کو اپنا آلہ کارپیا  
تھا جو ایک مشہور و معروف روحانی پیشرا کا نواس تھا۔ ان کا کام یہ تھا کہ لوچانوں کو جباری قبیلیں  
بطریقہ شریت دے کر مجاہدین کے سر آورہ اصحاب کو ہلاک کرایا جائے۔

ایک رات مولوی بشیر حضور کنڈیں اپنے کمرے کے اندر سوئے ہوئے تھے کہ ان کے

وہ مخالفین نے جو کمرے کے دروازے پر منعین تھے ان کا گلا تلوار سے کاٹ کر شہید کر دیا۔ یہ اگرچہ پہردار تھے لیکن انگریزوں نے ان کو بیسے دے کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اور انہوں نے اس مجاہد اسلام کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔

اس فدائی اسلام کی ساری عمر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے وقف تھی۔

کابل میں ہمابروں نے آپ کے قتل پر جلسہ عام کرنا چاہا تاکہ انگریزوں کے خلاف اجتماع کیا جائے لیکن افغانی حکومت نے اس کی اجازت نہ دی۔ صرف کابل کے محلہ (وہ افغانان کی مسجد میں) ان کے لیے دعا میں مغفرت کی گئی اور فاتح خوانی ہو رکی۔

ظفر حسن ایسکے کا بیان

”آپ بیتی“ کتاب میں

رمضان السبارک کے اوائل میں چوتھے چوتھے سے خبر آئی کہ مولانا محمد بشیر کو شہید کر دیا گیا ہے۔ مجیت عالیہ مجاہدین کا دوسرا استون بھی گر گیا۔ تمام جماعت میں کھلمنج چ گیا۔ امیر نعمت اللہ کے بعد یہ دوسرا قتل تھا۔ اتسیں میں جو کچھ چوتھے چوتھے معلوم ہوا یہ تھا۔

ایک شخص عبد الحکیم نامی ہماری جماعت میں آیا اور اُس نے مجیت کا رکن بننے کی خواہش کی تھی۔ چند اصحاب نے اس پر شبہات بھی کیے۔ مگر مولانا بشیر نے اس سے مجیت کے قانون کے مطابق حلف نامہ کر جمیت کا رکن بنالیا۔ اب عبد الحکیم باقاعدہ جماعت میں داخل ہو گیا اور رہتے رہا۔

عبد الحکیم کو بعض لوگوں نے مولوی فضل اللہ سے گاہے لگاہے مشرب کرتے دیکھا تھا اور مولوی بشیر کو خبر دار کیا گیا۔ اور شبہات کا اظہار کیا مگر مولوی بشیر صاحب نے حلف نامے پر اعتبار کیا اور فرمایا۔

”جب تک اُس کی جانب سے کوئی واضح ثبوت نہ ملے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔“ مگر اس کے ساتھ دُو صیت نامے بھی تحریر کر دیئے تھے۔ جو کہ ان کے قتل کے بعد ان کے بیکس سے برآمد ہوئے تھے۔

(۱) امک و صیت نامہ ۶۷ ذی القعده / اپریل ۱۹۳۸ء کو لکھا گیا جو مجلہ و مختصر تھا ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بعد سلام مسنون کے اور دو اخري کے سب بجا یوں بجا ہیں ہندی چھڑکنڈ کو معلوم رہے کہ اگر بقضاۓ الٰہی میں الفاقیہ مارا جاؤں یا انپی مرت جلد مرحاؤں تو حضرت امیر صاحب کے امس سے نیا حکم پا صدر آنے تک ہیرے بعد جماعت چھڑکنڈ کے امام اور صدر جناب میان معاذ صاحب رہیں گے اور سالار میں جمیعت یعنی جنگ و ملاحت کے سرنشودار اور مشیر خاص میان معاذ صاحب کے بجائی ایوب صاحب ہوں گے۔ خدا کچی بھی بدستور میان معاذ ہیں گے یا بجائی ایوب جیسا کہ ان کا الفاق ہے۔

بجائی عنایت اللہ پرستور      مجدد رہیں گے اور ان دونوں کے حکم کو ہیرے حکم کے برابر ہائیں۔

عزیزی ارجمند ابراہیم۔ علام علی بنیز عبد القدوں خان ان تینوں کی ہربات میں خصوصی معادوں یاد رہو کر جماعت کو سنبھالیں ہاتھی سب بجائی عزیز ایوب اللہ۔ اانا۔ و سمندر عاکبر دیمیر غلام و فیرزند بھی ہوشیار ہیں اور پوری تعلیمی میں ان سرداروں کے رکن خدا اور رسول کو راضی کریں۔

میر قائل صحاف ہے۔ اُس کا معاملہ خدا پاک پر چھوڑ دیں۔ البتر جماعت سے خارج کر دیں۔ متفقہ ۲۶ ذی الحجه ۱۴۳۸ھ۔ فقیر محمد بشیر لشیق علم خود ایوان چھڑکنڈ  
اسی تاریخ کو مولانا نے ایک وصیت نامہ لکھا جس میں مختلف امور کے متعلق براہیت تھیں۔  
وصیت نامہ بشیر متعلق ابراہیم دیغرو۔

بعد سلام مسنون۔ سب بجا یوں اور خاص کر حضرت امیر صاحب امس اور چھڑکنڈ کے صدر و سالار صاحبان کو بخوشی (جماعت چھڑکنڈ یا کسی اور یگہ ذاتی روپ یہ پیسے و رشی میں نہیں چھوڑا۔ زائد ایک حصہ اکٹھا کرنا کہ نیچے (اندر ہون ہند) اپنے کسی عذر زیور شودار کو روڑان کیا اور خود بھی اپنا گزارہ اس معیار پر کھا جس سے کہیں نہ کر سکتا تھا۔ اس لیکے اج خانع الہ  
خداء متعالی کی رحمت پر توکل کر کے اُس کی بانگاہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔ اگر ہو سکے تو جب کبھی  
بھی یاد آجاؤں دعا سے فریوش نہ کریں۔

جب عزیزی صاحبزادہ صبغت اللہ چھپ کر کندہ سے رخصت ہو کر اس گئے تو جو در تفصیل  
میں نے ان کو بیس کیے وہ میرے ذاتی ہی تھے۔ تیر تفنگ پر جاری ہجوا برائیم کے پاس ہے وہی  
بھی میرا ذاتی ہے دیہ تفنگ عزیزی ارجمند میشل فرنڈ براہیم ہم کی ملک جانتے یا جمعیت  
سے اس کی قیمت دے دیں۔ دراصل یہ زمانہ المغلاب اگر شرط افغانستان کے وقت لگایا ہوا  
تین سو روپیہ کابل کے عرض لیا تھا۔

حضرت امیر صاحب کی خدمت میں عرض ہے۔ عزیز براہیم کی شادی بھیت میں کسی موزوں  
جگہ کرانے کا تھا اور میں عزیز ارجمند سے وعدہ بھی کر رکھا تھا مگر خود موقع پر نہ جاسکا۔ الگ اپ  
میرے اس خیال و وعدہ کو جو براہیم سے کیا تھا جو خدا کاری اور صداقت کا پلا ہے۔ رشتہ  
کر دیں گے اور اس کو اس میں یا چھپ کنڈ میں خوش رکھیں گے اور کام لیں گے تو میرے بعد  
بھی مجھ پر احسان کریں گے۔

چھوٹا ہشت بلکہ جو منی تفنگ پر جو خود میرے لگے میں ہوتا تھا۔ نیز ایک مشہدی صافہ  
یقینی جو مجھے تھخنا لاتھا۔ نیز میں لشمنی دو پڑے سرکاری اور آپ کے حضور میں پیش ہونے  
کے ہیں۔ دونوں گرم چیکن میرے سیاہ و خاکی بھی آپ چھے چاہیں دے دیں باقی کپڑے  
براہیم کے علم واللایع میں ہیں میرے چکروں میں سے ایک شاہی نعمت اللہ صاحب کو  
دے دیا جائے۔ سفید چیکن کام کے نہیں رہتے تاہم چھوٹا میاں صاحب معاذ اور بڑا  
بھائی ایوب یا حاجی صاحب عبدالسلیم لے لیں یادو چھے دے دیں۔ موٹا تفنگ پر بھی منع  
موڑے کار تو سوں کے جو غالباً میرے ٹرنک میں ہیں سرکاری ہے ممن درج بالا ہشت بلکہ جو منی  
تفنگ کے کچھ کارتوس بھی میرے ٹرنک میں ہیں۔ الگ چوہ بھی میرے ایک دوست نے  
تحفہ اگاری ہے تھے۔ سرکاری ہی سمجھے جائیں۔

البتہ میری خواہش نہ ان کو حساب میں خیال کر کے الگ چھپ کنڈ کے دقاوی جمعیتی بھائیوں کو  
نی لفڑا کیک ایک روپیہ بھی کے لیے دے دیا جائے تو خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔  
میرے ٹرنک میں جو کاغذات ہیں ان میں سے بعض جماعت کے لیے بہت قیمتی  
سنarat۔ تصدیقات خدمت اسلام پر حاولی ہیں۔ کسی ناقابل اعتماد اور لے پورا ہا تھیں نہ

جانے چاہیں۔ اعناء خاص جمعیت و کھیس اور حفظ رکھیں۔ بفضل تعالیٰ چھڑکنے کا کتب خانہ بھی خوب ہے۔ مفید کتب دینی فنا ریخ پر حادی ہے۔ سارگ حفظ رہے گا اور کبھی کبھی دھوپ لگا کہ اس کو کپڑوں سے بچاتے رہے تو جب کھلی کر ٹی عالم جدید جمیعت میں آجائے تو اسے بہت کام دے گا۔ اس لیے اس کی بگداشت و حفاظت میں پوری کوشش کرنا چاہیے۔

حدود افغانستان میں روغن زدہ اور غلہ اور لفانگ کی آزادی کا فرمان مجری حکومت حافظہ بھی طفوف و صیت نامہ ہے۔ انسان جدید صدر کی نہاد راستخط سے بھی حکومت اس لطف و نہایت کو جاری رکھے گی جو خود یہی نہ سے دہ رکھتی ہے۔

جمیعت سے استدعا ہے کہ چھڑکنے میں ہوں یا کسی اور جگہ اگرچہ میں نے اپنی طرف سے اپنی طاقت بشری کے طبق اس معیار پر نتار کی کوشش کی ہے کہ چھڑوں کو فرزندوں کی جگہ اور تہزوں کو بھائیوں کی مانند سمجھتا ہم میں ایک گناہ کا انسان ہوں اور انتظام جمیعت کی ذمہ داریوں کا تیراہ و وزیرستان نئک مشقوں رہا ہوں۔ کسی کو مجھ سے کسی قسم کا کوئی رنجش اور ختمی ہر تو معاف فرمائیں۔ دوسروں کی ہر قسم کی زیادتیاں جو کوئی نے دیدہ و داشتہ یا سہواً میرے حق میں کیں جسے اللہ معاف کر جانا ہوں۔ سب رخصتی و راعی سلام قبول کریں۔

مرقومہ ۲۶ ذی الحجه ۱۴۲۹ھ۔ فیقیر محمد بشیر تعلیم خود از چھڑکنے

جادی الثاني  
۱۳۱۸ھ

## مکتوب خصوصی ممبر ۶۹۳

مورخ ۱۹۔ سنبده ۱۲۱۱ جمادی الشافی ۱۳۱۵ھ

بخصوص جناب عالیٰ قدر حاکم مأب سردار افخم و شفیقی معظم  
والا حضرت صدر اعظم صاحب دام اقبال

سلام مسنون کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولوی فضل الہی صاحب کے  
جمیعت عالیہ مجاہدین میں داخل ہونے کی رگڑشت کو قدرے تفصیل سے لکھوں۔  
تاکہ اس مقام کے سمجھانے میں سہولت ہو۔ چونکہ یہ دس سالہ واقعات ہیں اس  
یعنی اس کے طویل ہونے کے امکانات ہیں مگر آپ پر یہ طوالت گرانہ رگڑے  
اس ریلے اختصار کی کوشش کروں گا۔ تاکہ صحیح حالات آپ کے علم میں آسکیں۔  
تمحید ضروری قبل ازیں کہ اصل مسئلے کی طرف متوجہ ہوں چند تمهیدی یاتیں  
عرض کرنی ہیں۔

۱۔ اہل اسلام پر جس قدر بھی آفات نائل ہوئی ہیں یا جن کے ہونے کا مکان  
ہے وہ زیادہ تر پارٹی یا ری اور نااتفاقی کی وجہ سے ہوئی ہیں۔

اس یعنی اس فقیر کے خیال میں مسلمان جماعتوں کے اندر تفرقہ ڈالنا فخری  
سے کہزادہ قلبیع تر نہیں۔ اس یعنی میں نے اپنی اٹھارہ سالہ دوران ہجرت میں  
ایضاً تمام تر کوشش اسی پروفیشنال ہائی اس کو میں نے اپنادستور العلی بنار کھا ہے کہ بغیر  
اتحاد اتفاق کے کوئی کام تعمیر خیز نہیں ہوتا اور یہی سبک جمیعت کے اداروں میں اختیار کر کھا ہے۔

۲۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی فضل الہی اور جمیعت عالیہ کے بار بار صلح ہو جانے  
کے بعد بھی صلحت ٹوٹتی رہی۔ جو کہ آپ نے بارہا پڑھا ہوگا۔

اُمید ہے کہ آپ اس کو اہل جماعت کی سادگی یا انعام کی نامجھی پہنچوں کر کے تجھ بہنیں کرس گے اس لئے کہ اہل جمیعت اپنے اصل مقصد کے حصول لی خاطر ہمہ شر اصلاح و اتفاق کی کوشش کرتی رہیں یہاں انعام کارنا کامی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ جس کے لیے میں معدودت خواہ ہوں۔ مولوی فضل کا اول باجمیعت میں داخل ہونا۔ ۳۔ مولوی فضل الہی ان لوگوں میں سے ہیں جو کہ ہندوستان جماعت کے لیے مخین یں بتتے سے اولادی رقامت حاصل کر کے روانہ کرتے۔

جمیعت ایک سو سال سے زیادہ انھیں مختصر طبقت کی خیر اعانت پر بسا رفات کرتی رہی ہے۔ اور یہ خدا ہی جانتا ہے کہ کس قدر فراہم کرتے اور کس قدر اسال کرتے مگر جو نکل یہ جمیعت انگریزی حکومت کی ورزخ خلافت ہے کوئی صافت کرنے والا کسی بھی شخص کے سامنے اقرار نہیں کرتا کہ میں نے منہ کی حکومت موجودہ کے شہریوں کے ساتھ را بطر کھا ہے۔

۴۔ جس وقت مولوی فضل الہی ہندوستان میں تھے اس جمیعت کے چند کارکن عورتیں فوج کے بھرت نے ۱۹۲۰ء سے متعلق تھے ہندوستان میں پستول اور بیم پھانسے کا پروگرام بنایا جو کہ انگریزوں کے اعلیٰ حکام کے قتل سے متعلق رکھتا تھا۔ ان میں سے ایک رکن گوجرانوالہ میں گرفتار ہو گیا اور ہندوستان کی انگریز حکومت کو نہایت حالات کا علم ہو گیا۔

مولوی صاحب اس وقت ہندوستان میں اپنے فاعل کے سطح میں معروف سفر تھے ان کو اولاد مل گئی اسی وقت مولوی صاحب نے ترک وطن کا ارادہ کر لیا اس لیے کہ گرفتاری کی صورت میں نہ زرا لازمی تھی اور اولادی مدارت سے اپنے خصوصی معلومین کو آگاہ کر دیا۔

۵۔ مولوی صاحب ہندوستان سے پہلی زمرت میں سفر جانی رکھتے ہوئے مرکز چرکنڈ پہنچ گئے۔ انہی دنوں میں جمیعت عالیہ کے مرکزاً ساسی اسمیں اور چونڈو ریسیں المحاہدین مولا نافعۃ اللہ کے درمیان بعض سیاسی اور طائفی کار

بیں کچھ شہمات کی وجہ سے ایک کو را خلاف تھا جس کا کچھ دن قبل مولوی صاحب کو بندوستان میں آئی عمر کی گیا تھا۔ اور میں بھی ان حالات سے پری طرح واقف تھا مگر ان ایام میں یہ بندہ خدا مخدوش چینہ کنڈ میں موجود تھا اور جو کسے بیلب کی وجہ سے جس نے جندوستان سے کابل کا ریخ کیا تھا۔ انفاسان میں ہی کابل کے عین العمارہ میں مقیم تھا۔

ہم۔ اچانک مولوی فضل الہی اس وقت صدر چینہ مولانا عبداللہ کریم کے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت میں اور مولوی یعقوب حسن صاحب کابل میں جمعیت کے رکردار کی حیثیت سے مرکز جمعیت وزیرستان میں ڈیلوٹی پر تھا اور جناب حاجی عبدالعزیز کو بھی بعض کاموں کی انجام دہی کے لیے کابل روانہ کیا گیا تھا۔ جب مولوی فضل الہی کو معلوم ہوا کہ میں اور مولوی یعقوب حسن، ہماجرین کے سلسلہ میں کابل میں مقیم ہیں تو مولوی عبداللہ کریم سے درخواست کی کہ انھیں بھی جامعیت حیثیت سے روانہ کر دیں۔

چنانچہ صدر چینہ نے مولوی محمد یوسف کے ہمراہ ان کو کابل روانہ کر دیا اور ہم ان سے کابل میں مل کر بہت خوش ہوئے کہ اب ہم کابل میں ایک جگہ میں قیام کریں گے۔

اعلیٰ حضرت غازی (نادر شاہ) نے جو کہ اس وقت سپر سالارا وزیر زبان تھے ایک دن مجھے وزارت زبان کے دفتر میں طلب کیا اور چونکہ ان دونوں وزیرستان میں حالات تشریش ناک تھے حکم دیا کہ ہم دونوں مولوی یعقوب حسن کے ہمراہ جا کر کام کریں چنانچہ ہم روانہ ہو گئے۔ اور چند دنوں کے بعد مولوی فضل الہی بہ محیت مولوی محمد یوسف چینہ کنڈ واپس چلے آئے۔

۸۔ مولوی فضل الہی کی چینہ کنڈ میں کارگزاری

اور پر ذکر کیا جا چکا ہے مولانا الغوث اللہ کے ساتھ چونکہ اسکی آئس کے لیے تھے۔ چند طریقے کار کے بارے میں کچھ شہمات موجود تھے مگر اس وقت ہمیں آنحضرت خدمات کی وجہ سے اختیار غریبی حاصل تھا۔ اور مولانا عبداللہ کریم صاحب جو کہ پہنچتا ہیں سال سے محیت میں خدمات انجام دے رہے تھے اور جبکہ

اُنھوں نے سالانہ ججاز مقدس میں قیام کے دوران کئی جج بھی کیے تھے۔ جعیت میں بہت زیادہ اثر و سورخ رکھتے تھے کہ کسی بھی نامزد بات سے امیر نعمت اللہ صاحب کو باز رکھ سکتے تھے۔ اور میں نے بھی ان اختلافی امور کے متعلق امیر نعمت اللہ سے سلسہ خط و کتابت شروع کیا ہوا تھا۔ اور اصلاح احوال کا یقین ہو گیا تھا۔

۹۔ مولوی نفضل الہی نے چونکہ پس پہنچتے ہی مولانا عبدالکریم صاحب کو آمادہ کیا کہ۔ کہ وہ فرداً اسیں جائیں اور اپنے اثر و سورخ کو کام میں لا کر متاذ عمر امور کے اصلاح کی کوشش کریں۔ مگر مولوی عبدالکریم کے بنائے قبل مولانا عبدالکریم کے ہاتھ سے قائم مقام صدر چونکہ کی سنداپنے والے حاصل کر لیں اس تدبیر سے انھوں نے مرکز چونکہ کے تمام دستاویزات و سندات جمعیت بحکم مولوی محمد یوسف کے تبصرہ میں تھیں بھی ان سے حاصل کر لیں۔ میں اس وقت وزیرستان میں تھا اور ان حالات سے بالکل بے خبر تھا۔ مگر جب کہ آپ اب بر انتدار تھے۔ ان حالات سے واقع ہو گئے تھے۔ ۱۰۔ بہر کیف مولانا عبدالکریم کی روگنگ کے فوراً بعد ہی مولوی یوسف بھی اسیں چلے گئے۔

چاشت کے وقت جب کہ مولانا نعمت اللہ بغیر کسی محافظت کے اپنے گھر کی چھت پر بیٹھے تھے۔ مولوی یوسف نے ان کو جرمی پیش کی چند گولیاں مار کر قتل کر دیا اور ان کے تصاص میں معداً ایک اور پنجابی ساختی کے خود بھی قتل ہو گئے۔

۱۱۔ مولوی یوسف کے ہاتھ مولانا نعمت اللہ کے قتل سے مرکز چونکہ اور مرکز وزیرستان میں بڑھنی پیدا ہو گئی اور تمدنوں جما عتیں علیحدہ علیحدہ ہو گئیں اور جمعیت مجاہدین ایک گونو انتشار کا شکار ہو گئیں مگر تمدنوں مراکز قائم رہے بنیادی مرکزاً مست میں مولوی نعمت اللہ کے چنان و بھائی منصب المارت پر فائز

ہو گئے اور چھر کنڈ پر مولوی فضل اللہ نے غلبہ حاصل کر لیا اور میں مرکز وزیرستان  
بمقام مکین کا سرکردہ کیمین رہا اور اتفاق تسلیم امیر المجاہدین مولانا نعمت اللہ کے پانچ ماہ بعد  
مولانا عبدالکریم بھی وفات پا گئے۔

۱۲۔ امیر شسید کے واقعہ قتل کے بعد میں بھی وزیرستان کے کاروبار جہاد سے  
فارغ ہو گیا۔ بعد فراغت وزیر صاحب کے طلب کرنے پر صوبہ خودست سے  
اعلیٰ حضرت کی والپی پر کابل پہنچ گیا اور آپ (اعلیٰ حضرت) سابق شاہ سے  
رخصبت ہو کر وزیر حربیہ کی معیت میں صوبہ قطعن و بخشش تشریف لے گئے  
اور آپ کے ہمراہ حسین کوٹ میں رات رہے۔

۱۳۔ عشاً کی نماز کے بعد جب اعلیٰ حضرت جل (نا در شاہ) سے تخلیقیں طلاقات  
ہوئی۔ اخخوں نے مندرجہ بالا واقعات و حادثات و اتفاق پر بہت ہی افسوس  
کا انظمار فرمایا۔ اور مجھے ہدایت دی کہ جس طرح بھی ہو ہر سر جا عتوں کا تعداد  
اتفاق کے لیے کوشش کروں۔ پنا پنچ یہ خاکسار (محمد شیریخ پچ عرصے کے بعد کابل  
سے چڑکنے پہنچا اور از راہ ایثار مولوی فضل اللہ کے ساتھ بجنخوں نے مرکز  
چڑکنڈ پر غلبہ حاصل کر کے عمدہ صدارت سنچال رکھا تھا)۔ کام میں شریک ہو گیا۔  
اور ان حالات کی روپرٹ جناب وزیر دفاع حال اعلیٰ حضرت خازی کو تحریک کر کے  
رومانہ کر دی جس پر موصوف بہت خوش ہوئے اور مرا سلہ روانہ فرمایا جس کو  
بطور ضمیمہ بنبر احمدست میں روانہ کر دیا ہوں۔

۱۴۔ مگر یاد جو دکھی مرتباً خطوط کتابت کے مرکزاً امس سے صلح کا کوئی امکان  
نہیں پیدا ہوا اور اسی دوران چار سال کا عرصہ گز گیا۔

منگل قوم کی بغدادت کے نقشی سے فارغ ہو کر جب چڑکنڈ والیں گیا تو  
میں نے فیصلہ کیا جو کچھ بھی ہر خدا کے لئے تل پر اپنی جان لے کر امس و چڑکنڈ  
کے مرکز کے اتفاق کی خاطر اخیری کوشش کروں۔ حالانکہ اس میں مجھے اپنی جان کا  
بھی خطرہ تھا اس لیے کہ جمعیت امس کے ارکان مجھے بھی امیر نعمت اللہ کے قتل

میں تحریک احمد ملوث گردانتے تھے۔ پایا ہے ایک ماہ کے سفر کے ناصلہ پڑھتے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مولوی یوسف میر شاگرد تھے اور ان کی بعض علمی خوبیوں کی وجہ سے میں ان سے مجتہد کرتا تھا۔

۱۵۔ بہر کیف میں جب اکسمس پہنچا تو تین دن کی ہمانداری کے بعد میں مقدمہ قتل امیر نعمت اللہ سے قطعی برہی ثابت ہو گیا۔

اور مولوی فضل الہی کے متعلق میں نے مرکرده حضرات جمعیت و امیر المحاہرین سے پوشیدہ طور سے وعدہ بھی لیا کہ آئندہ بھی قتل امیر المحاہرین کے الاہم کی تحریک میں شرک کو معاف کر دیا جائے اور یہ قصاص کے معاملہ کو پھر سے نہ اٹھائیں۔

اور امیر المحاہرین سے میں نے ایک ایسا حلف نامہ بھی حاصل کیا کہ وہ ہمیشہ اپنے اسلام کے منسلک سے منسلک رہیں گے اور انگریز سے کسی قسم کی درستی بھی باطنی یا ظاہری نہ کریں گے۔

اس کی نقل بھی ضمیمہ نہیں شامل مکتوب ہے۔

مگر میں نے ذاتی بیعت امیر نہیں کی اس لیے کہ چمکنڈ والیں ہو کر باتی اکان جمعیت کےاتفاق اور اتحاد سے منسلک ہو کر متفق ہو جائیں۔ کے بعد میں ہم تمام لوگ بیعت میں داخل ہو گئے۔

۱۶۔ مگر مولوی فضل الہی۔ تحریکی انجام اطاعت کی بجائے پانچ چھر رنقا کے ساتھ میر کی طرح بمانہ ہو گئے۔ مگر وہاں جا کر اپنے آپ کو تحریک قتل کے جرم سے بچنے کا ناکام رہے۔

پھر بھی جناب امیر المحاہرین اور دیگر درشا امیر شمیم نے وعدہ کے مقابلے تحریک قتل کے جرم اور معاف کر دیا اور مولوی صاحب نے بھی عاجز از منصب حکمرانی چمکنڈ سے بروز جمعہ تمام اکان کے سامنے استعفی دیا۔

اور وحدہ کیا کہ چونکہ واپس جا کر جمیعت کے تہام امانت و اسلحو و دستاویزات جمیعت کے امینوں نے سپرد کر دیں گے اور خود جمیعت سے بقدر سچھداری اپنے اوباری و عبایل میں گزر اوقات کر دیں گے۔ اور امیر مجاہدین کے ہاتھ پر بیعت رکے جمیعت میں ایک عامی آدمی کی طرح متعارف رہیں گے۔

۱۴۔ مگر جب ان کی مرکزی بوئینر اسوسی ایٹس پی ہری ٹو ایک رکن جماعت مولوی محمد اسماعیل کو صدارت چڑھ کر تھوڑی تھوڑی ہری ٹو اور ان کے ساتھ تین سو نفر مجاہدین بھی آئے انہوں نے چونکہ اپنے فتح کو جب مولوی فضل اللہ سے امانت و دستاویزات و اسلحو کے حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا تو دو بنده قیاس اور کچھ تعمیر کا غذاءت حوالہ کر کے باقی اشیا کی حوالگی سے انکار کر دیا مگر اکابرین و مشائخ و علماء علاموں کی جانب سے جب دباؤ ڈالا گیا تو مولوی فضل اللہ صاحب نے باقی تمام اشیا کو ذائقہ ملکیت قرار دیتے ہوئے حوالگی سے انکار کر دیا مگر جب میں نے ان تمام رسیدات کو ظاہر کیا ہجت کی رو سے حکومت افغانستان نے وہ اسلحو وغیرہ دیا تھا تو وہ لا جواب ہو گئے۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ

مقتندرین و مشائخ نے مولوی صاحب کے زبانہ اتفاق کے اسلحو و رقومات وغیرہ کو میرے اور ان کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا چنانچہ اس فیصلہ کی نقل بھی ۳ شعبان ۱۳۷۵ھ اللہ کی تحریر یہ کروہ بطور ضمیمه عہد مطعٰ کر دیا ہو۔  
۱۵۔ لیکن جیسے کہ یہ فیصلہ جمیعت چونکہ کے لیے ناقابل قبول تھا اسی طرح امیر المجاہدین اسمس اور دیگر اداکارین و اکابرین جمیعت اسمس نے بھی اس کو تسیم کرنے سے انکار کر دیا اس لیے کہ جمیعت کے اصول کے خلاف تھا پرانچے بعض برکردارہ سترات مخدود با جزو کو اس کے خلاف اپنے اختلافات سے مطلع کیا اور خطوط لکھ کر اپنی نازارہنگی کا اظہار کیا گیا۔

جس کی ایک کاپی بھی ضمیمه عہد کے طریقہ پر منسلک کر دیا گیا ہے۔  
۱۶۔ اور تنقیبہ کے طور پر مطابق حکم امیر المجاہدین مولوی فضل اللہ اور ان کے

صرف پھر رفقا سے قطع نعلن کیا گیا اور ان سے سلام و کلام بند کر دیا گیا۔  
اس کی شکایت کے لیے مولوی فضل الہی صاحب امیر امان اللہ خان کے زمانہ میں  
کابل گئے چنانچہ ان کی شکایات پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ ان کے ساتھ جو جرگہ  
مہمند قبیلے کا گیا تھا اس کی سفارش بعض قبول نہیں کی گئی۔ حتیٰ کہ ان کو والپی کا  
سفر خرچ بھی نہیں ملا۔ (جو کہ ہر جو گہ کرنے کا دستور تھا)  
اس وجہ سے مولوی فضل الہی تنگ ہو گئے۔

میر جو رہہ ذیرِ دخانِ حکومت اس وقت مت مشن کے حاکم اعلیٰ تھے حکومت  
کابل کے حکم تحریری کے ذریعہ دونوں پارٹیوں کو جلال آباد میں طلب کیا۔ اور  
مولوی فضل الہی اور عوام جمیعت کے درمیان ایک فیصلہ نافذ کیا گیا جو کہ بطور  
ضمیمہ غیرے شامل کر دیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔  
اس فیصلہ کے مطابق مولوی صاحب کو تمام امانتوں کی رونے کو کھا گیا  
تھا جس کا اہل جمیعت بڑی شدت سے مطالبہ کر رہے تھے جیسا کہ آپ  
ضمیمہ نہیں میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔

انھی دنوں مولوی فضل الہی صاحب کابل گئے اور حکومت سابقہ سے  
مطلوبہ کیا کہ حکومت کابل کی جانب سے جمیعت کو جو وظیفہ (۱۲۰۰ روپے)  
ملا کر تراہے اس میں سے مجھے بھی حصہ دیا جائے جس کی نقل بطور ضمیمہ  
اس مکتوب کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے۔ اور جمیعت کی اشیا کی پروگر  
کے مسلسلہ میں پانچ عدد بندوقیں اور وہ چیزیں کہ جن کا حساب کتاب نہیں تھا  
اس میں بڑی مقدار میں کارتوں اور نقد روپے بھی تھے نہیں دیئے حالانکہ  
امیر امان اللہ کے دور میں افسوس نے خود تحریر کیا تھا۔ اس کا وہ اقرار کرتے ہیں  
مگر غدری ہے کہ وہ انگریز کے خلاف جنگ میں استعمال ہو چکے ہیں ان کا یہ خود تحریر  
کروہ موجود ہے بوجہ طواتیت اس کو شامل نہیں کیا جا رہا ہے۔ اگر اس کا مطالبہ  
ہوا تو اس کو بھی پیش کر دیا جائے گا۔

بہر کیف قاعدہ کے مطابق ایک رپورٹ امیرالمجاہدین اسمس کو روشن کی گئی۔ اور ان کو صلح کی کیفیات اور بندوقوں وغیرہ کے متعلق جو کہ مولوی صاحب نے نہیں والپس کی تھیں اور ان سے اس کا بحث طلب کیا گیا تھا اس کی نقل بعض ضمیمه نہیں کے طور شامل رپورٹ ہے۔

۲۱۔ بس باوجود قرارداد صلح کے مولوی صاحب تمام اشتایا پر القاضی رہے اور جمیعت کے سپرد نہیں کیا اور اپنے مصادر کے لیے جمیعت سے ایک عجیب وصول کے مستحق نہیں تھے۔ امیرالمجاہدین کے حکم کے مطابق موصوف کے لیے جمیعت کے درجہ اول کے افراد کا خرچہ دینا بجویز کیا تھا مولوی صاحب نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لیے کہ وہ جماعت کی عمومی خدمات سراخاب نہیں دے سکتے تھے۔

پس امیرالمجاہدین کے مکتوب کے مطابق جو کہ غشی نذر حسین صاحب منظم جمیعت کے نام لکھا گیا۔ جمیعت کی عمومی خدمات سے ہی آپ کو بری الذمہ قرار دئے دیا گیا۔ جو کہ ضمیمه نہیں اس کے طور شامل رپورٹ ہے مگر مولوی صاحب اور ان کے اہل خاندان جمیعت میں مقیم رہے۔

(ایک شعبعد کا انال)

۲۲۔ جب بھی کوئی شخص اس جمیعت میں داخل ہوتا ہے تو تمام دینوی آسائیشوں سے دست بردار ہو کر صرف بغرض خدمت اسلام و فدا کاری تمام ان آسائیشوں سے دست بردار ہو کر ادنیٰ ترین محیا زندگی اختیار کرتے ہوئے امتیاز چھوڑتے اور ٹھیسے۔ عالم دعویٰ یہی کوئی فرق نہیں کہ زانچنا خپر مرکز چرکنڈ میں اس قسم کی کوئی تیز نہیں ہے۔ البته مرکز اسست میں کافرین کو ایک گونہ سہولت دوسریں کے نسبت ہوتی ہے۔ جمیعت کا ہر شخص صرف خواک اور لباس جو کہ اس کو ملتا ہے بلا معاونہ جامعی خدمات انجام دیتا ہے ہاں درجہ اول کے افراد کو اشد هندری حالات میں ایک روپیہ یا آٹھ آنسے ماہلو دریا جاتا ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی

کے پاس استھانیت ہوتو وہ شخص جمعیت پر یہ بوجھ بھی نہیں ڈالتا۔ ہاں درج اُدال کے لوگ پہاڑ سے لکڑیاں کاٹ کر لانے اور اپنی باری پر روٹیاں اور دال پکانے سے مستثنی ہوتے ہیں۔ وہ بھی اس لیے نہیں کہ اس کام میں ان کی توبہ ہوتی ہے یا اس کو باعث تحریر سمجھا جاتا ہے بلکہ ان کے ذمہ ایسے فرائض پر ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ان کو ان فرائض کی انجام دہی کے لیے وقت میری نہیں ہوتا۔ اور کبھی سال یا چھ ماہ بعد تین روپیہ جس کے انفصالی چھ روپے ہوتے ہیں دیئے جاتے ہیں۔

اور تمام ایکسین جمعیت کی خوراک دال چاول یا دال روٹی ہے اور پلاو وغیرہ ایک ماہ میں صرف ایک مرتبہ ہے وہ بھی اگر میسر آجائے۔ اور گندم کی روٹی لازمی نہیں ہے۔ یکہ کمٹی یا جو۔ جیسے بھی میسر ہو۔ جمعیت اس کی محمل ہوتی ہے اور لباس بھی اس میں شامل ہوتا ہے۔

## اصل مطلب کی جانب رجوع

۴۴۔ ان بالتوں کے باوجود اہل جمعیت ان کے ساتھ احترام کی راہ اختیار کے رہے اور ان کی سواری کا گھوڑا اور گائے دودھ کے ریلے جمعیت کے خواص پر پورش پاتے رہے۔ مگر یہ بھی وہ مرکز چکر کنڈ پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش سے باز نہیں رہے۔ اور ہندوستان کے بعض علاقوں میں خفیہ خطوط روانہ کرتے رہے اور صدارت چکر کنڈ کے نام پر اپنی شہرت بخشتے رہے اور رقویات اماری منگوکر ہضم کرتے رہے۔ اس لیے امیرالمجاہدین اسم نے بارہ اس خواہش کا اظہار کیا کہ مولوی صاحب کو جماعت سے خارج کر دیا جائے۔ مگر چونکہ حکومت انگلستان نے اور میر دنیاع کی شاہنشہ میں فیصلہ کیا جا چکا تھا مولوی صاحب کے دخول کو جمعیت میں با آکارہ برداشت کیا جاتا رہا جن کے متعلق بہت سے خطوط امیرالمجاہدین کے میرے پاس موجود ہیں جو کہ برائے ملاحظہ پیش کر سکتا ہوں۔

۲۵۔ بڑے افسوس سے عرض ہے کہ:

اس بارے میں مولوی صاحب محدث عسیال جشن افغانستان کے موقع پر مجھ سے پندرہ بیس دن پہلے کابل پہنچ گئے اور ہماری شکایت کی۔ اور آپ وزیر دفاع نے مجھے اور مولوی صاحب کو وزارتِ دفاع میں طلب کیا۔ اور مولوی صاحب کی شکایات کی۔ ابتدئ مجھ سے جواب طلب کیا اور فرمایا کہ جب ہم نے اس سے قبل آپ دونوں کے درمیان صلح کرادی تھی اور آپ دونوں نے اس کو کشادہ ولی سے قبول کر لیا تھا۔ تو پھر خلاف و روزہ کے کیا معنی ہیں۔ میرے حوالہ پر مولوی فضل اللہ صاحب نے بڑی درشتی سے کہا آپ اس وقت حاکم اعلیٰ سمت مشرقی تھے اور اس میں میرے ساتھ سارے علوم کیا گیا تھا اور وہ صلح تو پار بیج سال کے ریلے تھی نیز یہ کہ باقی چار بندوقیں بھی نہیں دوں گا۔ باقی پار بیج بندوقیں بھی اور بعض دوسری چیزیں بھی جمعیت کر دیں گے۔ ان کی والپسی مجھے قبول نہیں۔

۲۶۔ اللہ تعالیٰ وزیر صاحب کو جزاۓ خیر دے کہ آپ نے ایسے نامناسب کلمات سننے کے باوجود صرف اس قدر کام کر اگر مجھ پر آپ کو اعتقاد نہیں ہے تو میرے پاس آئے کیا حضورت ہے۔

اور یہ بھی کہ میں نہ آپ کو جانتا ہوں اور نہ مولوی بشیر صاحب کو البتہ اجتماعی ہمیت جماعت کو پہچانتا ہوں جو شخص بھی رئیس جمیعت کا اعتماد نامناء پیش کرے گا حکومت اسی سے معاملات طے کرے گی چاہے زلفیف جمیعت کا ہو یا کوئی اور معاملہ میرے کام کا عموم جمیعت سے ہے نہ کہ کسی ایک شخص سے۔

۲۷۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جمیعت میں کوئی بھی شخص ہو چاہے امیر الحادیین اسکے ہوں یا یہ فقیر محمد بشیر کوئی بھی اپنے ریلے جلاکانہ تنخواہ کا ایک پیسے کا مالک نہیں ہے۔ جو کچھ بھی جمیعت میں ہے تمام جمیعت کی ملکیت ہے۔

اور جناب کی جانب سے جو کچھ بھی ملتا ہے اس کی رسید بھی جناب امیرالمجاہرین امسس کی طرف سے وصول ہونے پر حکومت کی خدمت میں پیش کردی جاتی ہے اگر امسس یا مرکز چڑکنڈ میں کوئی شخص اپنے لیے علیحدہ حکومت سے حصہ وصول کرنے لگے تو ہر جمیعت کی صورت کس طرح باقی رہ سکتی ہے یہی سبب ہے کہ مولوی فضل اللہی صاحب چڑکنڈ میں رہتے ہوئے اگر حکومت افغانستان سے علیحدہ حصہ وصول کرنے لگے تو جمیعت کے اجتماع کی ہدایت میں برا دستور پیدا کر دے گا اور دوسریں کے لیے بھی بُری افتادہ اور فرقہ بندی پیدا کر دے گا۔ جمیعت کو یہ ہرگز پسند نہیں ہوگا کہ ان کے لیے اس صورت میں جلاگانہ حکومت کی جانب سے کچھ دیا جائے۔

۲۸ - ہاں اگر موصوف ہمیشہ دار الحکومت کابل میں یا حکومت نادرشاہی دور میں کسی اور جگہ قیام پذیر ہو جائیں اور پھر حکومت ان کے لیے کوئی پیغمبر کر دے تو جمیعت کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا اور دیگر صورت حال یہ ہے کہ یا غستان میں جمیعت سے علیحدہ ہو کر کز معروف جمیعت ہند بجاہرین سے دور مقیم ہو جائیں اور پھر جلاگانہ طریقہ پر حکومت ان کے لیے کچھ متعدد کر دے تو پھر بھی جمیعت اس پر اعتراض نہیں کرے گی۔ لیکن جمیعت کے اندر رہتے ہوئے اگر حکومت کی جانب سے کچھ رقم خواز حکومت سے علیحدہ کردی جائے اور وہ اس کو حاصل کرنا شروع کر دیں تو یہ جمیعت کاشیزانہ منتشر کرنے کے متادف ہوگا اور جمیعت کی مشکلات میں اضافہ ہو جائے گا۔ کسی بھی شخص کے لیے ہو جمیعت اس کو پسند نہیں کرے گی مولوی فضل اللہی ہوں یا کوئی اور ہو۔

۲۹ - حالانکہ عرصہ چار پانچ سال قبل مولوی فضل اللہی جمیعت کے رکن کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ حالانکہ اس کو امیرالمجاہرین کے اعلان کے

کے مطابق جمیعت کا باغی قرار دیے دیا گیا تھا۔ اور تمام ارکین جمیعت ان سے سلام تک قبول نہیں کرتے تھے آپ کے واسطہ سے صلح ہوئی۔ وزیر دفاع نے اس کو معاف کیا تھا مگر پھر بعض عوام جمیعت کی نگاہ میں باغی جمیعت ہی رہے۔ اور میں اور میرے زنقاً ان سے سلام و کلام پسند نہیں کرتے تھے۔ ۳۔ ان حالات میں موجود کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ کابل میں رہیں یا وزیرستان یا تیرہ میں اپنے لیے جدلاگانہ کوئی جگہ حاصل کر لیں اور اپنے لیے جدلاستہ اختیار کر لیں۔

اور جمیعت کے باقی ماندہ کاغذات والیوں در قوات جو کہ مولوی صاحب کے قبضہ میں ہیں جمیعت کے حوالہ کر دیں اور یہ وسائل جمیعت کے لائق آجائیں تو پہنچوگا۔ ورنہ اگر یہ کاغذات دغیرہ انگریز کے ہاتھ لگ جائیں تو پھر اس تک جمیعت کی رسائی ناممکن ہو جائے گی۔

تو جمیعت کے پاس بجز صبر کے اور کوئی چارہ کا رہنیں رہے گا۔ اور ارکان جمیعت کا تو صبر شدیو ہے اس لیے جب بھی کوئی جمیعت میں آتا ہے تو اپنی ذاتی املاک و طعن اور اپنے اقرائ سے دست بردار ہو چکا ہے تو اسے اور جمیعت کی یہی سرشت و ضمیر اول دن سے ہے۔

اسی نوع کے خیالات و حالات سے جناب امیر المجاہدین اکنس کو لکھ کر روانہ کر دیا گیا ہے۔

۴۔ مضمون طویل ہو گیا ہے اور جناب والا کو بہت تکلیف دیا معانی کا خواستہ کار ہوں اس لیے کہ ان خیالات کا اظہار اور احساسات و جذبات کی تشریع کرنا امیر افرض منصبی ہے خوشی سے نہیں بلکہ اضطراری و مجبوری سے زحمت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ ہر یا و دست کے وجود کو اسلام داخل اسلام کے لیے ہر اکٹھی زمینی و آسمانی دینی دنیاوی آفات سے اپنی قدرت کا علم سے سے محفوظ

فرمائے۔ اور دنیاوی اور فرینی مراتب پر فائز رکھے  
 آمین یا رب العالمین  
 مخلص تدیم و— دکیل عمری جمیعت مجاہدین  
 (بیخط فارسی میں لکھا گیا تھا) فقیر محمد بشیر نقلم خود

## ایک خط مولوی محمد بشیر بنام امیر نعمت اللہ صاحب

۱۹۱۶ء

بسم اللہ ارجمن الرحمہم  
 آپ حضرۃ المکرم و معظم جناب امیرالمجاہدین صاحب  
 من الفقیر الحنیر محمد بشیر۔  
 الاملعد  
 السلام و علیکم و علی من لا یکم

خدا کا شکریت کے بنا پر کامجت نامہ لا جو کو مصدق دیا آید درست آید جس سے احوال مزدیس کے آگاہی ہوتی اور جو کہ اس سر ماہی میں جو کہ ہم کو جناب سے رخصت ہوئے گزری بہے سب سے پلا مکر متنه رہتا۔ آپ آسانی سے ہماری فرجت انساط کا اندازہ نہیں لگا سکتے جو ہمیں اس مشتعل نورانی مکتب سے حاصل ہوا ہو گا۔ کیوں کہ ہماری سب کا گزاریاں جناب کی جانب سے مفصل احکام موصول ہونے کے بغیر ہوئی ہیں اب ہم بجائے انہیں کے روشنی میں آگئے ہیں۔  
 جواہر اللہ خیوا

آقا من جناب کامل کی ہر قیاس اختر کے احوال تو آپ ان لوگوں کی زبانی سن ہیں یہیں گے جو اس سفر صعب کی مصیبتیں جھیل رکھے ہیں۔ میں چند مزدروی امور پر روشنی ڈالنے اور بعض بالوں کے متعلق اپنی کمزور آواز کو جناب کی سمع تک پہنچانے کے لیے تلم کو ہاتھ میں لیتا ہوں امید ہے کہ ان لاماطخا کسار سے در گزر فرمائے ہوئے الگ کوئی مغید بات ہو تو اس کا اہمام فرمائیں گے۔ واللہ المرفق الی الخیر۔ عالی جمال۔

یہ تروہ زناہ ہے کہ بڑے بڑے دول عظام کی بڑیاں پس رہی ہیں اور کوئی گنام اور گری ہوئی پسخانہ قریں بوجہ خفارت جن کو کوئی عزت کی نظر سے دیکھتا بھی نہ تھا عزت و فقار کا تاریخ سرپر کھٹے کر ہیں۔ اور جہاں بڑے بڑے مشہور و معروف جن نیلاں فرج کے سرخاک و خون میں لختے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بعض دل نکشی خاک نشین اشخاص اپنی بہت مردانہ اور وقت شناسی و کمار گزاری کے باعث ماتمہ شمس نصف النہار۔ دنیا کو محو حیرت کر دینے والے میں۔ الوقت کام بھی ہو سوچ کر اور جو حرکت بھی کی جائے بڑت و استقلال سے۔ اگر پچھے ہیں تو حکمت و دانائی سے۔ یہ نہیں کہ ہماری بہت مردانہ اور مقاومانہ اور درست نشانہ حرکت اضطراری قرار پائے اور والپی ولپی پائی قرار ہو اور جہاد شکنی کا الزام ہم پر لگواتے نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم مواقع طعن سے بہت بچا کرتے تھے۔

اللهم شئت نابا القول الثابت فی حیاة الدنیا و فی الآخرة

اس اجال کی تفصیل لعل سید زبانی عرض کرے گا۔

اسلام کرام کی جفا کیشیوں اور میتیوں اور رحمتوں کے ثمرات کے منبع ہونے کا اگر کوئی وقت ہے تو یہی سے اور بزرگوں کی آرزوں کے پورا ہونے کا اگر کوئی وقت ہے تو یہی۔

جناب جیسے نکندر س رمحاطم فہم ذریک سرناج کی خدمت میں کچھ عرض کرنا  
(لقمان راحمدت اموختن) کے مصدقہ ہے۔

ما ہم ہر انسان اپنے کندھوں پر کچھ نہ کچھ ذریعہ داریوں کا اپنے خدا کی طرف سے اور قوم کی خیر سکالی کی بناء پر بجهہ رکھتا ہے۔ امّا اس خاکسار نے بھی جسارت کی۔ اللہ الہمنا شد اذ قات من شر و المفنا۔ جناب کو حامل رتعبد کی زبانی معلوم ہو گا کہ وہ سفر اجور وسلطنت ہے پچھے ان سے کسی کو بیات نک کرنے کی اجازت نہیں (اشارة امیر جلیل اللہ کی جانب ہے) دی گئی اچھے جاییکہ اس قسم کی تحریک کی جاتے۔ جس کا ذکر حضور نے حاجی صاحب طالے مکتب میں کیا ہے کوئی سلطنت اس

بات کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا کرتی کہ میرے والبستگان دامن دوروں کی طرف نگاہ اٹھیدی ہیں۔ لگے جیسے حضور ارشاد فرمائیں گے یہ خاکسار اس کی تعیل اپنا فرض منصبی تصور کرتا ہے۔ تاہم اتنا ضرور کریں کہ ایک اور خط حاجی صاحب کے نام ارقام فرمادیں۔ جس میں اس تحیر یک کاذکر تھا۔ اور ان کے اس دوگاہ احشام شکریہ ہو۔ اور ان کے لیے کسی قسم کا ہر یہ بھی ہر جو پیش کیا جائے۔

**فائدہ یاد بید المحب**۔ (اس سے محبت زیادہ ہوتی ہے) اور مرید ہر ممکن حد اس گروہ کی کرنے کی تاکید ہدایکن کوئی خاص چیز مطلوب نہ ہو و نوں خط پاک رکھ کر میں خود حاضر ہوں گا۔ زبانی معلوم کروں گا اگر موقع پایا تو اس تحیر یک والا خط بھی پیش کر دوں گا۔ درست اقرار کروں گا۔ آئینہ اپنے ہاں کی جملہ جزوی و کلی واقعات دحالات کی صحیح کیفیات تایخ وار میرے نام رواثت فرمایا کریں اپنی مہران پر ضرور ہو۔ یہیں الیسی طرز سے لکھی جائے کہ یہ گروہ جہاد کے لیے ہر وقت بے چین ہے۔ یہیں ملک دارے رخنے ڈالتے ہیں۔ بعض تدابیر جن کا ذکر کیا گیا ہو ان کی چالوں کو کاٹ کر یا بعض اور با اثر دار سوچ اشخاص پاچا ملا صاحب۔ حاجی صاحب و مرتو فقیر صاحب کے ساتھ۔ ان کو بار بار جہاد پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اگر بغیر کسی وقت فرضاً بالکل جواب ہی دے دیتا ہے تو دعا دلائی کی طرف کام کرنے لگتے ہیں۔ اور یا ادھر سے کوہستان کی پاٹراؤں کو لا کر بغیر کو جہاد پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اور نواب درپند سے اپسی چال چل رہی ہیں کہ وہ بھی جہاد میں شریک ہو جائے۔ اور جہاد ہزارہ تک ترقی کرے بلکہ جہاد کے اختام کا در دروں کو بھی نہ در دیتے ہیں۔

صوات سنتیں آدمی اپ کے جہاد کی کیفیت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اپنی کارگزاری میں تعلیم مبالغہ آمیزی سے کام نہ لیا ہے۔ اور بالکل ایسے انداز میں لکھا جائے کہ کاریک بین بھی اس کو تھا۔ بعض پر مجبور ہو جائے کیون کہ اس وقت ایسے ذرا لاغ نہیں ہیں جو اصل و اتفاقات کو دوڑتا کم پہنچاتے ہیں بلکہ ہم کو بھی جو اس وقت ہمتد میں ہیں جہاد میں سستی نہ کرنے اور انگریز کو چین نہ لینے دینے کا اندر سے حکم دیج ہوا ہم کو قش

کرتے رہیں۔ اگر ہم انگریز سے کوئی علاقہ نہ بھی رہ سکیں تو ان کو چین سے بھی نہ بیٹھنے دیں اس قسم کے خطوط مہر لگا کر لکھتے رہا کریں اور ان سب پڑائیں ابتداً القعد کی ہو۔ دوسرا خطوط پر زوال الحجۃ کے ابتدا کی تاریخ ہو۔ اور تینیں شامل رقعة کے توں کے مطابق ہمہ الحمد للہ کم پائیج صدر روپیہ پہنچ گیا ہے اور حاجی صاحب نے ایک رقعة میں لکھا ہے کہ یہ بالخاص فعل سید کو بندوق وغیرہ کے لیے دیئے ہیں۔ طلبہ کے متعلق ہمیں امید ہے کہ چار پائیج روز تک پہنچ جائیں گے۔

جناب سید احمد حکیم سوانح عمر اور مولوی محمد جعفر کی تواریخ ایک ایک ہزارہ انہ فراہیں۔ جو کتب یہیں نے مولوی عبد الواسع صاحب سے ما انگلی تھی وہ بھی ہزارہ روانہ کر دیں۔ لفضل خدا اس جمعیت کو چھرکنڈ جیسا مرکز ملنے والا ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکا تو ہمندہ کے علاقہ میں ایک اور جگہ ہے جو ان ایک اہلگار ملا گزرا ہے وہ جگہ بھی بہت عدہ ہے۔ اور اس کمیہ جہاد جو عید الفتحی کے بعد ہونے کو ہے عضن ان خاکساروں کی سعی ہو گا درعا کرس اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کامیابی دے۔

چند لائن اشخاص ہزارہ روانہ کر دیں اگر ایک شخص نئے انگریزی قواعد انہوں سے اجائے خاص کر امام الدین تو بہت اچھا ہو۔ ہمی قواعد کی بولی جانتے والا بھی ایک ہو۔ تلوار کا کام سکھانے والا ہر اور دھال بازی والا بھی اس طرح موجود کا کام جاننے والا بھی چاہیئے۔

اگر کچھ سامان اور بھی از قسم اسلحہ وغیرہ خرید لیا جائے تو اچھا ہو۔ اس کے لیے کچھ روپے روانہ فرمائیں ورنہ خرچ کے لیے ابھی ثابت رقم باقی ہے۔ شیخ عبدالرحمن کے پھر تو روپے مل گئے ہیں لقول حامل رقعة کے طباکی الیکٹرو، روپے صرف ہونے ہیں۔ میرے ایک دوست نے روپوں کو چالیس روپے روانہ کیے ہیں جواب تکہ ہیرے پاس تھے وہ ہیں نے اب سرکاری رقم میں داخل کر دیئے ہیں۔ بلکہ پائیج زائد بھی کیونکہ گویا سرکاری صرف دو روپے خرچ ہوئے ہیں۔ ہم اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ احتساط سے صرف کرتے ہیں مروجع اور ہزارہ سے خدا پاک

سے دعا کریں کہ وہ ہمیں نایت اخلاص سے اسلامی خدمات انجام دینے کی توفیق دے۔ میں نے اپنے خطوط میں جنگ کی خبریں اس وجہ سے نہیں لکھیں کہ شامل جہاد لوگ خود ہی جانب کر کا گاہ فرمادیں گے۔

بُو شخاص جو آپ سے پندرہ روپے لے گئے تھے وہ یہاں کے فرستاءہ نہیں تھے اور نہ ہی یہاں پہنچے۔ جانب نے ایک مکتوب پاچا صاحب کے نام بھی ارتام فرمایا ہے۔ اگرچہ والپس اسلام پورچلے گئے ہیں تاہم ان تک پہنچا دیا جائے گا۔ اب قولفضل خداوندوں بہت بڑھ کیا ہے اللہم زد فزیر۔ اگر مناسب فرمائیں تو محل سید ہی کو دوبارہ جلدی والپس کر دیں۔ وہ کمال و متعلقات سے خوب داقت ہو چکا ہے۔ حاجی صاحب سے میرے روبرو شیر زمان کی شکایت کی تھی ساروں لفظ نابذر لا ایشہ اللہ تعالیٰ شخاصہ ترمذیں کمال کے کام کے لیے چند جفاکش افراد رکاریں کر دیاں جا کر اپنا ذاتی سوال نہ پڑوڑ کریں۔ خدا کی شان عرض مدد کے لیے کام کریں۔ فقط۔ محمد شیر۔ ۱۹۷۴ء

(یہ خط اردو میں لکھا گیا تھا)

# ایک خط مولانا محمد شیر صاحب

بنام

امیرالمجاہدین مولانا نعمت اللہ صاحب

۳۳۳ھ - ۲ جمادی الاول

جناب مرتضیٰ طلب حضرت امیرالمجاہدین صاحب۔

السلامُ علیکم و رحمةُ اللهِ و برکاتُه خیرت بانیں نیک مطلوب یاد  
خدا کے فضل سے صورت سے مسلطہ مکر خیروں غافیت مولوی صاحب۔ کامہ کے مقام پر  
پہنچے دہان سے خوانین باکروہ سے ملما تینیں بر تے ہوئے پندرہ روز کے سفر  
کے بعد اپنی اقامت کا گاہ چڑکنڈ پہنچے۔ خدا کا لاکھ شکر ہے کہ سب کو خیرت  
سے پایا۔

راستہ میں جس طایا خان نے جناب کا مکتوب دیکھا۔ عزت و حرمت سے  
پیش کیا۔ البتہ نواب دیتک تھا۔ رسائی نہ ہو سکی۔ البتہ اس کے امراء کے نام اور  
بعض ان لوگوں کے نام جن سے راستہ میں خواہ جواہ ہمارے قائلہ کرواساطہ  
پہنچے کا احتمال ہوتا ہے معلوم کر لیے ہیں۔ آگے چل کر عرض کروں گا۔

ان کے نام مناسب مضامین کے خطوط جناب کی طرف سے لکھے  
جانے چاہیں تاکہ راستہ کی حفاظت کے لیے ہر مکن کوشش کو کام میں لا کر محفوظ  
رکھا جاسکے۔ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ

ڈاکٹر صدیق الدین بھی میرے آنے سے ایک روز قبل کابل سے لوٹ کر ہاں پہنچ  
چکے تھے۔ اپنی جماعت کے کسی شخص سے بات نہیں کی۔

البتہ حاجی صاحب ترینگ نری کے متعلقین اور مولوی فضل ربی کے ہاں جا کر

خوب زور شور سے مشور سے ہوتے رہے۔ جن کی کیفیت کی ہمیں کوئی خبر نہیں  
لائی ہیوں فی کثیر مون بخواہم۔ پر محول کرنا پڑتا ہے۔

ان انظمن لَمْ يُخْفِيْ مِنَ اللَّهِ شَيْءٍ کے مصداق جب تک کابل پنج کر  
اپنے بعد کے ماقعات اور داکٹر صاحب کے طرز عمل کا پتہ نہ الگالوں کوئی بات  
چھٹکی سے نہیں کی جاسکتی۔ کیوں کہ ہمارے سامنے یہی بات ہائی جاتی ہے کہ  
دوسروں کے خیال کو لوئی (جماعت) کی طرف سے درست کرتا ہیوں والعلم عند اللہ  
جب شروع میں آئئے تو اس آنے کے لیے بے قرار تھے فضل محمد اور مولوی عبدالعزیز  
وغیرہ سے ملاقات ہر اُنیسوڑا ہو گیا ہے۔

اگر اسیس آئیں تو احتیاط رہے کہ۔ پنجے (اندوں ہند) اپنے فریضوں کے ہاں  
اگر کوئی تحریر روانہ کریں۔ تو حکیم عبدالواسع سے غور سے سمجھ کر رحمانہ کریں۔ بہر کیف  
بننا ہر استقامت رہے۔ لیکن ایسا بھی نہ پڑھایا جائے کہ آداب قافلہ سے آزاد ہوں  
اور امیر صاحب کی دلجمی حرمت کی بھی پڑھاہ نہ رہے۔ بہر کیف ایسے لوگ کا نہ طے دار  
شاخ گل کی طرح ہوتے ہیں ان سے فائدہ حاصل کیا جائے اور کاشtron سے  
احتیاط کی جائے کہ لہو لمان نہ کریں۔ بندوقیں یہاں الگی پچھلی ملا کر اکتا لیں عذر خریدی  
جا چکی ہیں۔ اکثر بندوقیں اچھی ہیں۔ بندتی سی جرمی۔ اور انگریزی ہیں۔ کچھ عشقی بھی  
ہیں لیکن اچھے کار بیکری یا انگریزی پزوں سے بنائی ہوئی ہیں۔ جہاد کے لیے بیشتر  
تماری خیں کیے بعد دیگرے مشترک جائیں۔ مولوی صاحب نے (مولانا عبداللہ کریم  
از رہہ دوراندیشی گزارہ کے لیے کارتوں سمجھی خرید فرما لیے تھے۔ کیوں کہ بندوقیں زیادہ تر  
باریک کارتوں کی ہیں۔ روپیہ جو آپ کے ثنا کرم کی طفیل ہمراہ لایا تھا دو چار سو ہی  
باقی رہتا ہے اور اپنے تقریباً بھیں بھائی بلا بندوقی ہیں۔ بندوقوں اور کارتوں پر  
اس وقت تک یہاں تقریباً چھ بزار کلدار خرچ ہو چکا ہے۔ اور باقی بندوقوں کے

علام صوفی اپنے قصبہ کامرہ کا نام سے مشور ہے۔ باعڑ بالدرہ دیر کی سرحد پر ایک مقام ہے۔  
(دیکھیں صفحہ ۱۹)

لیے اور روپیہ کی ضرورت ہے۔ یہاں وقت پر خالہ اتو نکا: ابھت بُرا اثر پیدا کر لگا۔ ارجمند اسے موجود ہے اس قدر تو یہاں ہر وقت موجود رہنا چاہیے۔ آپ کی اولوالعزم ان جرأت سے امید ہے ایک معقول جماعت اس وقت تک الائچی جا چکی ہو گی میری تمنا ہے کہ اشارہ معلوم ہو جائے کہ پیچے والے (اندر وہ ہند) بزرگوں کے آپ کے جدید کابل علی کاظمی فی کریم قسم کے خیالات خلاہ کیتے ہیں۔ آپ اپنے کیا یا کسی اور مقید مشترے سے رہبری کی۔ یہ معلوم کرنے کی آزو اس لیے ہے کہ آئندہ کے لیے بصیرت ہو۔

اگر کوئی اچھا اشتمار چھپا ہو تو اسال فرما کر منوں فرمائیں۔

کیا آپ یہ خوشخبری سن سکتے ہیں کہ پنجاب و پندرہستان سے کتنے خدام اسلام کو خدا نے آپ کے آغوش میں آنے کی توفیق رحمت فرمائی۔ اور کس قابلیت کے لوگ ہیں خدا کرے کم از کم دو سو ہوشیلے اور صدقہ و امانت سے یہ فرقہ میں کام کرنے والے حضرات ہذا جلد لائے۔ دل تو اس سے بھی زیادہ تعلوک کا ممکنی ہے مگر فیر مردست اگر اس وقت استثنے ہی آدمی آکئے تو ہست بندھ جائے گی۔

عزیز اہل عبدالرزاق اور علیشی عزیز الدین کیسے ہیں اور جناب کی فرمابوداری کے متعلق ان کا کیا حال ہے۔

جناب حکیم عبد الواسع کا وجود اس کوئی کے لیے نہایت ہبہم ہے۔ امید ہے کہ جناب کی مشفقاتانہ اور سر بیان نہ کاہیں مثل زمانہ حاضر ان کو خوش درخواست کیں گی۔ داکٹر صلاح الدین عجمی ایک صاحب ہزار ادمی ہیں جہاں تک ممکن ہے ان کی طبیعت کی ایسی اصلاح کرتے رہ کر ان کو کوئی میں جذب کرنا چاہیے۔ ایسے ہر مندرا شخاص کم ملا کرتے ہیں۔

میں کابل سے والپس اگر ان کے متعلق تفصیل سے عرض کروں گا انشاء اللہ۔ جناب آتاب بشیک افسوس سوچنے ہوں گے یہ شخص خرچ کی مدینیں بہت بتاتا رہتا ہے۔ سچ عرض کرتا ہوں اور علیم بنلات العصود یہ شخص کی اندر وہی شخص یا اولاد میں

سے واقع تھے۔

میری خواہش یہ ہے کہ اسلاف کرام کی صد سالہ شہرت دنیک نامی کی اس موقع پر لاج رہ جائے۔ دنیا یہ شکر کر

بہت شر سنتے تھے پلو میں دل کا!

جو چیز تو اک قطہ خون نکلا!

بلکہ آپ کے ہمت افزا۔ اور کفر شکن کاموں کو دیکھ کر لوگ گفت حضرت میں کا ایسی بڑی خادم اسلام جماعت سنت جنکہ ہم کیوں نہ ملے۔

یوم بعض البطالت علی یدیہ فیقول بالیقینی الخدلت مع الریسل سبیلہ و ماذک

علی اللہ لغز نیز۔

میری بڑی آرزو تھی کہ فقیر خاکیا اسمس سے ڈاک لے کر روانہ ہو جائے گا اور میرے کابل جانے سے قبل ڈاک مل جائے گی مگر ایسا نہ ہوا یا بھول گیا تھا کہ نواب (اٹب) کی بیعت کے لیے حکیم صاحب گئے یا نہیں کیا نتیجہ ہوا اگر مفتی اسماعیل کا کوئی خط آیا کہر سے قراس ناچیز کو ضرور روانہ کیا کریں۔

خادم محمد بشیر۔ ۲۳ جماد الاول ۱۳۳۴ھ

(اسی خط کا ضمیمه)

میں آتے ہوئے عرض نہ کر سکا کہ اس خاکسار کے لیے کوئی پستول مرحمت فراہم کیں تو کسی آنسے والے کے ہاتھوں معد کافی مقدار کا ترسوں کے روانہ کر دیں۔ جناب مولوی عبدالکریم صاحب کے لیے بھی مرحمت فراہمیں۔ یا خیریت کی اجازت مرحمت کریں ہم ہاتھوں سے خالی ہیں۔

۲۱ بخاری الثانی کو عمر انہاں (آف جنبل) کے بیٹے خود پہنچ گئے اور ما مند قدم میں ملک محمد ملین خان کے ہمان ہیں۔

ایک خط نواب دیر کے نام بھی اس مضمون کا ہو کر۔

ہر چند کہ ہمارے تمہارے تلبی تعلقات تو از زاہ برادری اسلامی مت

سے تھے لیکن اب پچھکر ایک طالفہ جمندیں ہمارا قائم ہو چکا ہے اور راستے میں تھمارا علاقہ پڑتا ہے اپنے راستے کے منتظرین کو احکام حفاظت مجادین جاری کر دیں کہ مجادین کے کسی شخص کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اس غرض کے لیے بہترین خاص اعلان و علانہ کرتے ہیں۔ آپ لوگ ہمارے انصار ہیں اور آپ ہی پر ہماری امیدوں کے برائے کا انحصار ہے۔ ہماری تھماری یک جتنی اور آنحضرت سے اسلام اور مسلمانوں کے لیے بہت سے راستے نکل سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ نیز جناب کی تھر کے اور نام کے ساتھ فقط امیر المجادین بھی ہر۔ اور اس خط کو کوچھ اضافہ کر کے منتظرین کو ایسا کر پیش کر دیں۔ اور نائب الریاست دیر کے نام بھی ہر۔ اسی قسم کا ایک خط سپر مسلمان اور ریاست دیر بھی ہو۔ نیز یہ کہ جس طرح تلوار و شمن کو مغلوب کرنے کے لیے تمہیں پر دیکھی گئی ہے۔ اسی طرح جماعت کی تائید بھی آپ پر لازم ہے۔ نیز عمولی تعریفی خط مشتمل بر مضمون۔ نگہداشت اغراض بنام شاگہ ملک۔ قاضی جمعد محل صاحب و قاضی خالی شخص ہمیشہ قافلہ کی نگہداشت کرتا ہے۔ خط شکرہ پر مشتمل ہو اور اسی انداز سے جاری رکھنے کی ترغیب بھی ہر۔ ایک خط بنام زہل خان اخون زادہ و عبد الجلیل خان اخون زادہ اور حضرت سید اخون زادہ۔ عبد اللہ خان اور شہزادے خان۔ اور بر غربی ملکا کے نام اور طولا خان اخون زادہ۔ اور محمد اشرف اللہ صاحب قلعہ نگار اور بنام سید عارف اخون زادہ ارتقام فرمائیں۔

اور یہی مضمون ہو کہ آپ لوگوں کی طرف سامنا و دینا کو دین کے لیے چھوڑے ہوئے لوگوں کے لیے ہے اور آینہ بھی ہمیں آپ کی ہمدردی اور خدا پرستی سے پورا اعتبار ہے کہ اس گروہ کے مجادین کے لیے ہمیشہ ہر مکن مدد پیغما کر منون کرتے رہا کریں گے خط واقعی بست ہو گئے ہیں لیکن ایک مخصوص اور صادق درست کی تائید و مشورہ کے مطابق عرض کیا گیا ہے۔

یہ خط اگر مناسب ہوں تو نکھر کر ہمارے پاس روانہ کر دیں یا پھر ٹے لفافے والے خطوط خال کے قاضی جو گل کے مشورہ کے مطابق راستے میں دینا اور۔ اور بڑے

لغافوں کے تین خطوط ادھر لتیا آئے۔ میں کابل سے واپس آ کر اس کے ہاں لے جاؤں گا۔ بلکہ قاضی صاحب خال۔ اگر مشورہ دیں تو چھوٹے خطوط بھی ادھر ہی آ جائیں۔ قاضی صاحب خال کے لیے ایک صافہ سفید خاصہ کا آنا بہتر ہو گا۔

خاکسار محمد بشیر۔ ۲۳ جادی الثانی ۱۴۳۷ھ

مہمندوں نے فضل بند وغیرہ کے سمجھا ہے اور لشادر سے اپنے قیدی و متعلقین کو چھڑانے اور یا غستان میں لے آنے کے لیے۔ ایک دن ماہ کے لیے صلح کرنی پڑے۔ اور یہ انتظام ہو گیا ہے کہ جب چاہیں صلح توڑ دیں اور حاجی صاحب ترنگ کرنی خاص تیرہ چودہ اقرباً کے سواباتی تمام قیدی رہا ہو گئے ہیں۔ یہاں کے تافلہ کا انتظام منظم حالت میں ہے اور دن بہ دن حالات میں بھری ہو رہی ہے۔

بیش

ہنخور دو کلاں سرداروں اور جمعداروں کو سلام عرض ہے کہ جماعت کی خدمت میں السلام عینہم وطلب دعا پہنچاویں۔

میں جن دنوں میں آیا ہنخور دار برکت اللہ علیل تھا چونکہ ناچال اس کی صحت و عافیت کی ثبیر نہیں ملی طبیعت مشوش ہے۔

یہاں بھی اس کی صحت کے لیے دعا بہتری رہتی ہے امید ہے کہ خدا نے ان کو شفا غایل درے دی ہو گی۔

خاکسار: محمد بشیر

۱۳۲

# مولانا محمد بشیر کا ایک خرط

بسام

## مولانا نعمت اللہ امیر المجاہدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم: نحمدہ و نصلی علی رَسُولِہِ الکَّریم  
بگرامی خدمت حضرت سامی جناب نامی مخدوم مناو مکر مناو مولانا ناریںیں المجاہدین و  
امیر المجاہدین دام الطافہم۔  
السلام و علیکم و رحمۃ اللہ۔

بعد طلب عایفیت و خیریت ای متفقدا۔ و دعوت فتح و فقر عالم اسلام دلائلت دلائلت  
کفار امام۔ واضح و لاحچ بزمی پڑھنا پڑی ۱۴ شعبان ۱۳۳۷ھ کو جناب کا ایک محترم نامہ  
درانی خان محمد کی معرفت والہ ہوا۔ دوسرا ۱۴ شعبان سندر و محمد حذیف جہانی والے بھائیوں کی  
معرفت اور تیسرا ۱۴ رمضان کو حضرت مقرر مولانا عبد الکریم والے قافلہ کی معرفت اور چوتھا آج  
۱۴ رمضان کو ۱۳۳۷ھ شیخ علیم الدین کی معرفت موصول ہو کر موجب اکٹاف و حالات ہوا۔  
اپھر سے ڈاک کی ترسیل کی دبیری محسن ہر روز نئی حالات کے سیماں لفڑا و عدم طainت  
حالات کے سبب تھی۔

جب سے بندہ نے جناب کو آخری ڈاک بلائے کے اسی شیخ علیم الدین کے باقہ روائزی تھی  
تو دولت خدا را (افغانستان) کی فوج کا تھی تھا میں تمام گناب علاقہ محمد میں اور ہم خود معطا صاحب  
باظہ پڑھا یا جا چکے تھے۔ امید یعنی تھی کتاب کے خوب بھاد ہو گا اور جیلے دلوں کا غبار خوب  
نکھل گا لیکن الفاقا ۱۴ شعبان کو بھر ملی کر علی الصبح پڑھیاں میں کفر فوج معرفت پادشاہ شاہ مہاب  
اسلام پوری و دیگر ماڑون ان گنابر والیں چلی گئی ہے حالانکہ اور کوئی بسب کسی نے بیان نہیں کیا حالانکہ  
یہ وہی دن تھا کہ اوضحت فوج (انخانی) اور اپھر ہم مورچہ پر فھری اومنہ کے مقابل اترنے والے  
تھے۔ عمر بن الجد تحقیق بوجہ رجوع عسکر اسلام ہم لوگ بھی بادل پھر تو اسہم چرکنڈ والیں چلے آئے۔

لورگ، اس امر کو شیخ بادشاہ و سرگردہ محمد عثمان کی خود عرضانہ سازش پر معمول کرتے ہیں اور سخت دشمن دیتے ہیں۔ واقعی اگر اس وقت فوج والپس رہاتی۔ تو اقسام میں جو جوش تھا اس سکافی سے زیادہ بڑے بھاد کی امید پیدا ہوئی تھی۔ جب ہم چونکنڈ والپس آئے تو جناب مولیٰ عبد اللہ صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مولوی خوشی محلہ از طلباء و مجاہرین و پیغمبر تا دیکر ہمارا بیان تشريف فرمائچر کندھ تھے۔

ہم کو بہت فکر تھی کہ شاید فوج امیر صاحب (انغانستان) کے حکم سے والپس کی یا پس پالا رہی نے اسے ایسا حکم دیا۔ کیا واقعہ ہے مگر مولا نام سے ہم نے ایک اعلان بھاد عالم پایا جو کہ امیر صاحب کابل نے تازہ اپنی رعایا کے نام جاری کیا اس کی نقل بندر کی علامت سے ہے اس کے مطابق سے اطمینان ہوا کہ شکر ہے کہ امیر صاحب اپنے سالقہ عزم پر قائم ہیں۔ اور یہ کہ یہ کام شیخ باشنا اور جو گھنے اپنی ذاتی راستے پر کیا ہے نہ کہ اعلیٰ حضرت کے اشارہ سے۔

اگر ہر دوسرے روز جناب حاجی عبدالعزیز بھی جو کہ کئی روز سے اقسام چارٹنگ و ماموندر سکالزی دجندول بغرض تحصیل و ترقیت کے دروازہ کر رہے تھے۔ فوج کی والپسی کی وحشت ناک بندر من کروالپس چونکنڈ آگئے چنانچہ بعد تحقیق جو بہر والپس فوج معلوم ہوئی تو خود ایک سفضل خط میں آن جناب کے نام نامی پر اقسام فرمادی جسے ملا کے نشان سے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

ان کو امیر صاحب (انغانستان) نے مرصد کے متعلق امید سے بڑھ کر کل اختیارات عنایت کر دیتے تھے۔ چنانچہ خود اعلیٰ حضرت کے فرمان کی نقل عرب کے شمارہ کی خبرست سے ارسال کر رہا ہوں۔ اسی لیے مرتضیٰ کی مناسبت کے لحاظ سے اس ناپیش نے آپ کی قسمی تحریز کو عملی صورت میں ملبوس کر دیا جناب حاجی صاحب (ترنگ زنی) اور یونیورسیٹ کوہستان بلال کے ہجن ہن خوانین ملازوں کے نام معلوم ہو سکے خطا جہز نہ کھو کر اسال کیتے یہ تعداد میں ۲۹ خطوط ہیں جیسے کہ جناب حاجی صاحب نے آپ کے خط میں لکھ دیتے وہ آپ کے لیے امیر صاحب کے ذمہات ہر قسم کی پوری کوشش کریں گے خدا انہیں کامیاب کرے۔ مرسومت یہی خط حاجی صاحب کے (مضمون حاصل) انشا اللہ اآپھا اثر سب طرف پیدا کریں گے ان خطوط میں لفظ نواب اضافہ کیا گیا ہے خدا کے یہ خطاب اسم بالمسی تابت ہو۔ اس اثنائیں خبر آئی کہ جلال آباد میں اپنی پھیل گئی ہے۔ اور اسماں کی طرف بھی فرنگی بڑھ کر آیا ہے چنانچہ اس بخیر سے سب کو تسلیش

ہوئی چنانچہ حاجی صاحب مولوی یعقوب صاحب خان عبدالمتین خان و دیگر شوانین جلال آباد آئئے تاکہ اصل احوال معلوم کریں۔ اور یاعتنان کے لیے آپ کی تحریر کے مطابق جدید فوج لنسنے کی سفارش کریں۔

چنانچہ یہ سب قائل ۱۳۷ افسران و سپاہیوں کے وسماں کے ساتھ جو کہ فوج اسلامی کے گذاب کی خبر سن کر خود پڑیاں میں انگریز کی فوج سے صد بندوقوں اور سماں کے بھاگ آئئے تھے۔ ۲۰ شبیان کر جلال آباد روانہ ہو گئے۔ میں نے آپ کی طرف سے ایک خط امیر صاحب (اعتنان) کی خدمت میں مولوی یعقوب کے ذریعہ لکھ دیا ہے جس کا میں نے سپسالار صاحب کے آخری خط کے پتھنے پر جناب سے عرض کیا تھا کہ لکھنا چاہیے۔ مولوی یعقوب اور حاجی عبد الرزاق کی روائی کے دوسرے دن اصحاب ارشیف حصہ برادر حضرت مولانا عبد الکریم صدر مع +۵۹+ پنجاہ وہنہ فخر شریف لائے چنانچہ ایک اور حاجی کے ذریعہ یہ بھی حاجی صاحب کو پہنچا دی۔ مولوی یعقوب نے جو خط جلال آباد سے لکھا ہے روشن خدمت ہے اس پر علما کا عدد لکھا ہے یہ سب لوگ موڑ پر سوار ہو کر کابل روانہ ہو گئے ہیں جو ان کو کامیاب کر لائے جلال آباد میں سب طرح کا انتظام مکمل ہے اور اسلام کو بھی چرال کی پتوں کے مقابلے کے لیے نئی پلشیں اور رسائے وہرنیل آگے خدا کے فضل سے انگریز شکست کھا کر کنٹر کے سارے علاقوں سے چرال بھاگ گیا ہے البته جلال آباد سے سپسالار صاحب محمد خاں زخمی ہونے کی وجہ سے کابل چلا گیا اور اس کے بعد نے محمد عتنان خاں حاکم مزار شریف نامی سالار ہمکار برگیدیر کی جگہ غلام علی خاں جن سے میں کابل میں خوب آشنا ہو چکا تھا اگئے ہیں اور سب کام بدستور جاری ہے۔ اور شہر کی آبادی سزا سرمی ہے۔ برگیدیر کی یعنی ہدایات جو اس نے ہم کو لکھی ہیں یہ ہیں کہ مولوی یعقوب و حاجی عبد الرزاق صاحب کی بڑی محربانی اعلیٰ حضرت کی خدمت میں کابل روشن ہو گئے ہیں اور آپ کی سی سے دوسرے مجاہدین کے وفاد مہمند سے لے کر بلوغ نیر تک ان کو جمال کے لیے تیار کرنے کی اور ان کو آمادہ کرنے کی کوشش شروع ہو گئی ہے تاکہ جس قدر آدمی بھی میر اسکیں جہاد کے لیے تیار کیے جاسکیں۔ انھیں دونوں ذمہ پر نذر شور سے بھاد ہو رہا ہے۔ کرم و چهرہ

و کو طور پر بھی تیزی اور کامیابی سے کام شروع ہو گیا ہے۔ اس خط کے لکھنے تک کوئی تازہ ذاک کابل سے حاجی عبدالرازق اور مولوی یعقوب کی جانب سے نہیں آئی ہے کہ مرید کیفیت سے آگاہ ہی ہے۔ آپ نے جن بجدید اختیارات و امتیازات کے ساتھ مولوی عبدالکریم کو چڑھنہ روانہ فرمایا ہے اور اس قافلہ کے ساتھ جو تقابل اور پرشیا اور فروخت کیے ہیں اس کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اسے ہمارے سردار خدا آپ کو دنیا میں بہت بڑائیک نام الوالا مراد عقبی میں انہیاً و اکابر کا ہم رکاب بنلتے آئین اد و اخبارات منجانب امام اللہ خاں معز چند اعلانات کے ارسال خدمت ہیں۔ ایک پرچہ نواب درستند کے لیے معز اعلانات۔ اور ایک خود ملا خطر فرمائیں۔ جب آپ پرچہ مطالعہ کر لیں گے تو وہ میاں گل والی سوات کو روشن کر دیں گے۔

جس قدر خوشی ذہرت مولوی صاحب دلے قافتی کے یہاں پہنچنے سے ہرئی ہے اس قدر خوف دہر اس ایک وحشت ناک معاملے سے ہر اجر کو اس قافلہ کو دوران سفر پیش ہیا واقع ہے کہ جب یہ قافلہ میانکلی سے روانہ ہو کر شمودی کے علاقے میں داخل ہوا تو مولانا نے سب کو ہوشیار ہو کر چلنے کا حکم دیا لیکن مولوی محمد یوسف نے اپنی بندوق میں احتیاف کا رتوس بھی بھر لیا۔ بغیر مولا ناکے علم کے۔ تو ان کے اس فعل کو کسی نے پسند کیا اور کسی نے بُر امنا یا۔ غرض سب نہیں تو اکثر بھائیوں کے علم میں یہ بات آگئی کہ ان کی بندوق میں کا رتوس ہے۔ اتفاقاً جب چلتے چلتے راستے میں ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھنے کو درا ٹھہر گئے تو مولوی یوسف بندوق رکھ کر اپنے گھوڑے پر سے کوئی چیز اترنے کے لیے کھڑے کر اتنے میں اس بندوق کے پاس بھائی دین محمد جعفر صاحب لی جاعت کا اس کے پاس آبیٹھا اور اس کی بلبی اٹھی ہرئی دیکھ کر بغیر اس خیال کہ بندوق اگر بھرنا ہو یا دبانا ہو تو مذاد پر کر کے سب کچھ کرنا چاہیے۔ یا اس کی تحقیق کرنا چاہیے کہ اس میں کا رتوس ہے یا نہیں۔ غرض اتفاقاً ان کا ہاتھ بمبی پر جا پڑا جس کی وجہ سے کا رتوس چل کر پاس ہی بیٹھنے ہوئے بھائی نائب علی کی ران میں جا لگا اور اس شدید صدمہ سے جان بترہ ہو سکا اور راستہ میں داعی اجل کو لیکیں کہا اور مرحوم کی تجھیز تکفین ان کئی میں کر دی گئی۔ جہاں ایک طرف مرحوم

موصوف جیسے لائن و قابل رکن کی وفات سے جماعت کو ناقابل بلکہ صدر برپا ہے دوسری جانب اس تسلی خطاکی قدربرید دست کامشلہ ہے بعض لوگ یہاں کچھ حیران تھے کہ کس طرح فیصلہ ہوئے اسی سیاست معااملہ کی وجہ سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ کسی کو اس معااملہ کے متعلق جو کچھ بھی معلوم ہو اور جس قسم کا بھی خیال ہو لکھ کر آں امارت پناہ کی خدمت میں روانہ کردے تاکہ جناب ہر پولو پر غور کو کے صحیح فیصلہ پر پہنچ سکیں جماں دین محمد نے اپنے خیال میں سرکاری مال کی خیرخواہی کے اصول پرستہ کہ کسی عرض کے حکم ہے۔ صورت حال متفقہ یہ ہے کہ بندوق مولوی محمد یوسف کی تھی اور انہوں نے اپنی مرثی سے اس میں کارتوں بھر لیا تھا اس کے مولانا کے حکم سے اس کی بیبی دباری اور خیال نہ کیا کہ بندوق کامنہ کس طرف ہے۔ ان دونوں کی نیت کی مسلمان کو ضر پہنچانے کی تھی ایک مقدار متعاقباً الفاقی و اقعات سے ایک نہایت سخت دل ہلا دینے والے واقعہ کو نتیجہ میں ظاہر کیا جماعت کے ہرزد کے ولی آپ ہیں۔ یہاں کسی کو کسی سے کوئی رشتہ ناطر نہیں ہے شرعیت نے ولی کو دست اور معافی کا اختیار دیتی ہے پس براؤ کرم ہو یعنی فیصلہ قریائیں الایہ کو دست کرس پساتی ہے یادوں پر اور وہ کس طرح ادا کریں گے جو بھی فیصلہ فرمائیں یہاں طبع قبولیں تاکہ جماعت کو سنا دیا جائے۔ اب مولوی عبداللہ (سندهی) کی یہاں تشریف آوری کے باہر میں پہنچ رکھر رکھ رہا ہوں۔

مولوی صاحب حکومت ہو گئے کی جانب سے وزیر رواخLR کی حیثیت سے یا یا گستان آئے ہیں اور اپنے ہمراہ بھم کے گروں کی کافی تعداد لائے ہیں تاکہ دولت برطانیہ کی خدمت کرنے میں آسانی ہو اور سر زمین ہند کا اندر بنی جنت بھی برکات بھاد سے محروم نہ رہے۔ مروست مولانا چکنڈیلیں ہی قیام فرمائیں میں نے بغرضِ لازمی خود جماعت کے سابق ۱۰۰ پونڈ کے قرض کی پاد دہانی ان کو کراں لیکن عدم موجودگی کا عذر کر کے آئندہ اس بارگاں سے سبک دوش ہونے کو کہا۔ چند روز تک لٹک سے اخنوں نے مولوی کھانا کھایا۔ اب چند دنوں سے اپنا ذاتی خروج سے انتظام کیا ہے۔ بطور پیش کش پانچ انگریزی پونڈ جماعت کی امامت کے لیے اُخنوں نے جماعت میں داخل کیے۔ شیخ عبدالرحمٰن اخنیں کے کام کے لیے بو شیر رہے ہیں۔ لیکن کریں گے وہ سب کچھ خود چناب کے ارشاد کے مطابق یمناع گوں ہے

سمی بڑے سبب بڑے دشمن کی تواضع ہوئی چاہیے میں نے آنکرم کے ارشاد کے مطابق  
شیخ صاحب کو پوری پوری اپنی طرف سے حفاظت کا اطمینان دلایا ہے آنکرم نے جہاد  
کے لیے جو سائی جمیلہ انجام دی ہیں ان کو اللہ باراً اور کرے۔ یہ وقت واقعی بہت بڑی  
زیر باری کا ہے لیکن بحالات موجودہ میرے خیال ناقص میں خود آنکرم کو طبعی کسی  
ہندو (بنیا) سے ہی قرض کا اپنے طور پر انتظام کرنا ہو گا۔ جیسا کہ مولوی یعقوب کے خط  
سے آپ کو پتہ چلا ہو گا کہ جلال آباد کے میگرین اور خزانہ کا القحان امیر صاحب اپنا چکے  
ہیں اور جہاد کے کام کے لیے خود چندہ جمع کر رہے ہیں۔ بنی اپنی ذائقی جائیداد بھی دے  
دی ہے اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ تو کوئی نے جب کبھی جہاد کیا۔ تو ہندوستان کیا نام  
دنیا کے مکون نے چندے اور علیے دیئے۔

اس وقت افغانستان اپنے آپ کو دوسروں کی مدد کا مستحکم خیال کرتا ہے خواہ لئے  
کوئی قرضہ دے یا ہبہ کرے۔

کہیں کہ امیر صاحب (امان اللہ خاں) کو امدی دصول کرنے کا کوئی موقع ملا ہی نہیں  
اور تخت پر بیٹھنے کے بعد خرچ پر خرچ ہی ہوتا چلا گیا۔ اور اس جہاد کے خرچ تو بے  
حساب ہیں اس وقت بروست سوائے اس کے چارہ نہیں کہ ہر خرچ خواہ اسلام ان پر لو چھ  
ڈالنے کے بغیر خود اپنے وسائل سے کام لے کر خواہ چندہ ہو یا قرض کا انتظام کر کے  
خدمتِ اسلام میں شامل رہے۔

انگریز (امان اللہ خاں سے) صلح کی اخواہ پھیل رہے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ اجنب کو  
اخبار۔ ڈبی پشاور۔ اور ڈبی نیوز میں بھی اس کی تردید چھپ گئی ہے۔ حرفِ رمضان کے  
سبب بڑا حملہ نہ ہو۔ بعد بڑے بڑے ہونے کے اور شاید عید سے قبل ہی زبردست  
جنگلیں شروع ہو جائیں گی۔ جو سی سی فیر بھی افغانستان پہنچ گئے ہیں اور دولتِ اسلامی نے  
ہوا تی جہانوں کی فراہمی کی کوششیں شروع کر دی ہے جس میں الشاہ اللہ کامیابی ہو گی۔ یہ منی اور  
سلطان نے بھی اس جنگ کی خبریں کو صلح پر مستخط کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ باوجود ان  
تمام امر کے حاجی صاحب کا خط آنے پر فحیلہ کو سکون گا۔ قرض و الی آپ کی تحریز کمال تک

چل ہے تمام جماعت کی خدمت میں ہم سب کی طرف سے عموماً اور صیان صاحب استاد حجۃ  
مولوی مجاہد و تمام معلم اران کو خصوصاً سلام قبول ہا۔ موخر ۱۵ رمضان یوم شنبہ ۱۴۲۶ھ  
ہم نے کابل اور جلال آباد ریافت کیا ہے کہ (۱) کہ میں جا کر جمادی اجازت ہو۔  
یاقوتان کی بہت سے لوگوں کوئے کر جاہی صاحب ترکیزی۔ ملا صاحب چکور سے مل کر  
ڈکر پرشیف لے گئے ہوئے ہیں۔ منیر وغیرہ سے حواشی و ملائیں کے خطوط محفوظ رکھ لیں۔  
اس کے بعد جب ہماری طرف سے دوسری ڈاک پہنچے تو حصب مزدت اس وقت ان کو تقسیم کریں۔  
فیقر محمد بشیر از پیر کندڑ (یہ خط اردو میں لکھا گیا تھا)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
بخدمتِ خیاب اشارات و نجابت آکاپ میں محترم حافظ محمد صدیق صاحب  
میانگل سرخانی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ خیریت جانین مطلوب ہے۔ آپ کا خط جو کہ خلوص وہدیت نیک بحقیقی  
پر مشتمل تھا۔ صدر مرکز چرکنڈ مولانا محمد بشیر صاحب کے ذریعہ موصول ہوا۔ آس جناب سید محمد پاچاو دیگر رفقاً چرکنڈ  
پرشیف لائے تھے۔ یہ آپ جیسی جمیعت کے سچے و مسترد کی بحث کا ثبوت ہے۔ آپ نے مولوی فضل اللہ کے فیصلہ  
کے متعلق بغیر کسی غور کے چلبازی کے فیصلہ سے قطع قلعن کا اظہار کیا ہے۔ (یہ فیصلہ بعض مکون وغیرہ نے جمیعت  
کے اثناء فاتحہ کر مولوی فضل اللہ و مولوی بشیر صاحب کے درصیان برقرار قسم کرنے کا کیا تھا) اور اسی کے ساتھ ہی آپ نے  
میوناہش ظاہر کی ہے کہ جمیعت مولوی فضل اللہ کو معاف کر کے دیگر مجاہدین کی طرح سلوک کرے اور تمام اخراجات اور شکار و  
پیداوار کا سلوک رواز کھیں۔ آپ لیقین جانیں کہ اگر یہ حاصل میں ذاتی ہوتا تو جیسے کہ ان کو میں نے اپنے بھائی امیر نعمت  
کے قتل کے محاملہ میں جو کوئی قطعی شہادتوں سے ثابت ہو گیا تھا کہ یہ ان کے اشارہ سے ہوا ہے معاف کر دیا تھا۔ اور چند  
بندوقیں اور فقد و جنس جو کہ ان کے قبضے میں تھا ان کو بھاوسے دیا تھا۔ لیکن جمیعت کے عکوئی حقوق کے متعلق میں  
تمہارا معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اگر کوئی شخص جمیعت کی کوئی چیز یعنی جمیعت سے حاصل کر کے اس پر اپنی ملکیت  
ذاتی کا دعویٰ کرے اور جمیعت کے حقوق کو غصب کرے تو خطرو ہے کہ اس طرح جمیعت کا شیزادہ محدود ہے ہی عرصہ  
منشتوں جو جانشی کا اور جمیعت کی بنیادیں ہو جائیں گی۔ مولوی فضل اللہ کے متعلق جیسے کہ میں نے ایک اعلان کا

فریبہ اپنے تمام اصحاب و مشفقین کو لکھ دیا ہے اور اس کی ایک نقل آں جناب کو بھی بدلیں گے  
مولوی محمد شیر صاحب اس خط کے ساتھ بذرکر کے روانہ کر دیا ہے باز جو کیم اُنھوں نے قوان کیم  
پر حلف اٹھا کر بیعت فرمانبرداری کی ہوئی تھی۔ جب بھی موقع طلاق اس سے اخراج کیا اور سرکشی اور  
نزیاقتی اور غلبہ حاصل کرنے کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اس طرح اُنھوں نے اپنا اعتبار  
کلیتاً جمیعت سے آخری حد تک ختم کر دیا ہے، کہ جمیعت مجھے ان کو قبول کرنے کی اجازت نہیں  
دیتا، ہاں اگر وہ تمام امانتیں اور ہر وہ پیغام کہ جمیعت جس پر عومنی رکھتی ہے پوری کال پوری جمیعت  
چکر کر دے کے حوالہ کر دیں۔ اور خود اپنے متعلقین کے ساتھ فرمانبردار ہو کر اس میں میرے سامنے  
حاصل ہو جائیں تاکہ اپنے کھوئے ہوئے اعتماد کو بحال کریں۔ اگر ان کی روشن پہلے ہی کی طرح  
رسہے اور یہ صورت ان کو قبول نہ ہو تو اس سے بہتر سے کہ ہماری جمیعت ان سے بدستور قطع  
تعلق رکھے اور سلام و کلام منقطع رہیں۔ جب تک وہ ظاہری اور قلبی اطاعت قبول نہ  
کریں تاکہ اور کوئی شخص اس طرح خود سری کر کے تمام جمیعت سے بدمول مول نہ لے۔  
اللہ تعالیٰ آپ کو جزاً خیر دے کر آپ نے محض خدا کی رضامندی کے لیے بعض ارکان جمیعت  
کے اصلاح کی جانب توجہ کی۔ اور ہم کوشکر گزار فرمایا۔

کاش کہ آپ بزرگوار کے کئے پر عمل کرتے ہوئے مولوی فضل المی صبح راستہ اختیار  
کیئے رہیں اور دوسرا سے سیکڑوں مجاہدین کی طرح فرماں بردار ہو کر زندگی گزاریں قوان کے لیے  
بھی اور عومنی جمیعت کے لیے بہت مبارک کام ہو۔ آپ کی خدمت میں اور بڑے میان  
گل صاحب اور جناب مکرم عبدالکریم میان گل صاحب اور آپ کے تمام متعلقین و احباب و  
شذام کو سلام قبول ہو۔

مر :- خادم المجاهدین

فقط :-

۲۵ ذی القعده ۱۴۲۵ھ

فیقر رحمت اللہ

# مولوی فضل الہی فریادی

مولوی فضل الہی ذریرہ اور بخار کے رہنے والے تھے۔ ان کے بیان کے مطابق، ہر مصان بیک

برف جد سنه ۱۹۴۸میں صحابہ عالم شہر میں آئے یعنی سیداحمد شہید سے تقریباً ایک صدی بعد اور

وفات ۱۹۵۱میں پائی گئی تھی۔ ۵ ربیع الاول ۱۹۵۱میں پائی گئی تھی۔

ابتدائی تعلیم و ذریرہ اباد کے مشن ہائی سکول ریسیٹری کے قائم کردہ سکولوں میں پائی گئی۔ اور اس سکول

سے بیک یعنی ذریرہ جماعت کا اتحان سنه ۱۹۶۷ء میں پاس کیا۔

عربی اور دینیات کی تعلیم ان کے بیان کے مطابق مولوی عبد اللہان سے حاصل کی۔ وہ خود تو حافظ قرآن

اور نابینا تھے لیکن اس کے باوجود مجاہدین کے مرگ کلدوں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ جو مجاہدین سردار پر جاتے تھے ان

کے بیٹے ان کام کا ان بھی تھکانہ تھا یہاں ان کو کھانا بھی ملتا تھا۔ گروہ ان کے بیٹے یہ بھی ایک منزل حقی مولوی عبد اللہان

ذریرہ اباد کی مسجد کے امام بھی تھے جو اپنی حدیث کی سچائی تھی۔

مولوی فضل الہی نے تعلیم سے فارغ ہو کر بلوے میں ملازمت کر لی اور حافظ عبد اللہان کی خدمت میں

ذرآن مجید حفظ کرنے کی شہان لیٹکیں یہ آڑو پوری نہ ہو سکی۔ مجاہدین کے مختلف حالات تو معلوم ہوتے رہتے تھے۔

چنانچہ ان سے لگاؤ پیدا ہوتا تو سنه ۱۹۴۳ء میں امیر المجاہدین کی خدمت میں استس حاضر ہوئے اور باقا عده بیعت

کر کے اس جماعت میں شال ہو گئے۔

مرکز مجاہدین کے مردم شناس اشخاص نے انھیں حکم دیا کہ وہ ہندوستان جا کر مجاہدین کے بیٹے چندہ اور مجاہدین

جس کوں جزویاً ذریرہ بخار سے تعلق رکھتے تھے۔ اس سے پہلے یہ کام حافظ عبد اللہان امام مسجد ابی حدیث

ذریرہ اباد کے مر رکھا۔

مولوی فضل الہی صاحب اپنے فرانسیسی طریقی عوش اسلوب سے ہندوستان کے اندر سراخام دے رہے تھے اور

اس سیستم میں مختلف اور لوں اور شخصیتیں سے ان کی طاقتیں اور مراسم جاری تھے۔

اس سمن میں ایک دن آپ کھنڈ پیچھے۔ کھنڈ میں ایک قدیمی دینی درس گاہ ہے اور اس میں ایک درس گاہ

یعنی الفضات بھی تھے جو روانا اشرف علی کے پوتے تھے اور زنگ محل کھنڈ میں ان کے جدا جمد کی قائم کردہ ایک شہر

وینی علوم کی درسگاہ بھی تھی۔ اور سولانا دلایت علی فے اس درسگاہ میں تعلیم پائی تھی اور یہی وہ منام تھا جو اس آپ سیدنا حمد شہید کی تحریک میں شامل ہوئے تھے۔ اس لیے لکھنؤ کی یہ جماعت اندر وہ ہندو کے اہمادی مراکز میں اور یہیں مرکز تھا۔ ہندو کے تمام مراکز اس تحریک کے لیے جاہد اور مال اور اور فراہم کرتے تھے۔ لکھنؤ کے اس مرکز نے مالی اہماد کے علاوہ بہت سے تابعی تریں جاہد بھی سیاسی کیٹھے تھے۔ چونکہ یہ ادارہ علم و فن کا گواراہ تھا اس لیے یہاں کے اسال کردہ اکثر حضرات مجیت کے بڑے مرکزی اسٹریڈیں قائم ہوتے تھے۔ مثلاً سولانا پابدیکم تھوڑی جو مرکز چڑکنڈہ کے امیر مقرب ہوئے تھے اسی ادارے سے تعلیم رکھتے تھے مولوی حطیمی جو کہ مجیت کی سات جماعتوں میں سے ایک جماعت کے امیر تھے۔ جو کلمہ اللہ کی جنگ سرکاوی رسمی میں زخمی بھی ہوئے تھے اور مجلس شوریہ کے سرگرم رکن تھے اسی ادارے سے آئئے تھے۔ امیر نعمت اللہ کے صاحب ارادگان کو آپ ہی تعلیم سے بھرو درکرتے تھے۔ آپ نے مجیت کو دو گھوڑے بھی تحریک کر دیئے تھے اور ان کا خرچ بھی آپ ہی برداشت کرتے تھے۔ آپ قدریج کے ترتیب حصہ گماج منصر کے رہنمے والے تھے اور اپنے کام تھے خادم نبیت خادم ان سے تعلیم رکھتے تھے۔ مولانا عبدالغفرن صاحب جو کہ امیر نعمت اللہ کے نام و نظری امور کے مہتمم تھے اور نام و ستایہ زادات و کاغذات آپ ہی کے زیر یاد نظم خیں مولانا میں العضات کے روانہ کرہ اشخاص میں سے تھے۔ آپ کا پندرہ کے حلپیٹ پھر لگنے کے زردیک گورنمنٹریان کے رہنے والے تھے۔

آپ کے علاوہ مولوی سیمیم اللہ کے نائب یا ہمیلہ دار مولانا شہزاد علی بھی تھے جو اسی مرکز کھنڈتے تھے۔ رکھتے تھے اور ریگر عباہرین اور ان کے ساتھی بھی اسی حلقو سے آئے ہوئے تھے۔

مولانا فضل المحب بکھنڈ پہنچتے تو سولانا میں العضات میں ایک لاکھ روپے کی رقم خلیل آپ کے حوالے کر دی تاکہ اس سرکر کے خواستہ میں چھوڑ کر دیا جائے۔ لیکن مولوی فضل المحب نے اس پر عمل نہ کیا اور اس رقم خلیل کے کر دزیر آباد میں اڈا جا لیا۔ اور دوسری حدیث کی اپنی ایک ملکہ و پارٹی بنانے میں مشغول ہو گئے۔ رقم قوانین کے پاس نیلر تھی اور جاہین اکٹھے کرنا اور رقم فراہم کرنا پوچنکر ان کے فرائض میں تھا اسی لیے ابتداء میں کسی کو اس پر شک و شبہ نہ کرو اور جاہین کا ہر سحد و دن سے واپس ترہ۔ جاہین زیر اکابر کے اور اگر دے علاقتوں اور رجمنی پنجاب سے حاصل کیے گئے تھے۔ جب آپ کے اس کاروبار کے حسب منتشر جماعت ہیچ ہو گئی تو آپ چڑکنڈہ کے گھر جمال نولانا پابد کی صفائح سے مرکز قائم ہو چکا تھا اور مولوی عبد الکریم تھوڑی اس کے ہاتھ مدد امیر مقرب کیے گئے تھے۔ اس کے مرکزی ادارہ کی طرف سے بیکن اسکس کی طرف مولوی فضل المحب نے جائیکے جاں ان کو جانا چاہیے تھا۔ چڑکنڈہ بڑے

ٹھاٹھ سے رہنے لگے۔ اب ان کے پاس کافی مال بھی تھا اور شاید لپشت پناہی بھی اور اپنے آپ کو امیر الحرام  
چڑکنڈہ شہر کر دیا اور اسی نام سے اپنے آپ کو کبلوانا شریع کر دیا اور یہ مسلسل تقریباً پانچ سال تک قائم رہا۔  
اس دروازے میں موجود فضل الہی نے اپنے الہی دیوالیں کو بھی جڑکنڈہ بلا لیا تھا۔ لیکن جمعیت المجاہدین بیرون پر ریشان تھی  
کہ یہ کیا باجوہ ہے۔ گویا یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ اب یہ مرکزیلیک میلیجہ اور ادا مرکز ہے۔ جو عسکر کے مرکز کے  
سماں و بالستہ نہیں۔

چڑکنڈہ میں آپ کی مرگ میں کئے حلاکات ایک درس سے مقام پر مفصل درج ہیں دیکھو۔  
یورپ کی پہلی جنگ عظیم شروع ہو چکی تھی اور انگریزی حکومت کی زیادت نظر تو جو یورپ اور ایشیا کے دیگر  
جنگی محااذوں کی طرف تھی۔ اور چند سو سن کی رہبر کام معاشر ایک شانداری حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ انگریزوں کو  
ہوت کے تجربے کے بعد معلوم ہوا کہ مجاہدین کو کتنے تو غربی طاقت سے شکست دی جاسکتی ہے اور نہیں وزر  
لٹانے سے۔ اگرچہ ان ذرا بیچ سے ذمی طور پر مقصود حاصل ہو جاتا۔ لیکن "جاد" کے جذبے کو کسی صورت، بھی  
فیکا نہیں جاسکتا تھا۔

اب اس کی صورت یہ ذہن میں آئی کہ ان را ہمچنانے مجاهدین کو راستے سے بٹا دیا جائے جو انگریزوں سے  
کشمکش پر صلح کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ پھر اپنے صاحبو را وہ بھیں اور روس گیپل کی سازشوں سے پہلے  
امیرالمجاہدین نعمت اللہ نواخیں کیمیک مریع کے ہاتھوں قتل کرایا گیا۔ اس کا تفصیل کسی احمد مقام پر سچے اور تحقیقات  
سے ثابت ہوا کہ موجود فضل الہی بھی اس سازش میں ایک آلمگار تھے۔ تفصیل دیکھیں متن میں اور مولانا بشیر  
کے خطوط اور تصویت نامے میں۔

درس ساخت کوش را ہم ملانا بشیر تھے جو انگریزوں کے خلاف دھماکے سوا اور کچھ جانتے نہ تھے۔ اسی  
لیے ان کا راہ سے بٹانا بھی حضوری تھا۔ رزک کی چھادنی اگر دست تک قائم نہ ہو سکی تو اس کی وجہ ملانا بشیر  
کی جدوجہد تھی اور اس میں کئی دفعہ انگریزی فوج کو نزک اٹھانی پڑی تھی۔ تفصیل متن میں دیکھیں۔

مولانا بشیر کی شمارت کے بعد ایک سرحدی جگہ منعقد ہوا جس میں علاقے کے بڑے علمائ مشائخ  
اور خواجیں شامل تھے اور موجودی فضل الہی بھی موجود تھے۔ اگرچہ ان کے اسی گردان کے چند حواری بھی موجود تھے۔  
تفصیل متن میں دیکھیں۔ جو گئے تفصیل کیا کہ اسی ہجوم کا اصل جرم موجودی فضل الہی ہے اور اسے تقاضا میں قتل  
کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت مولانا بشیر کا سب سے نزدیک اور ابراہیم ہی تھا اسے قضاۓ بینے کے لیے

کہا گیا تھا س نے یہ کہہ کر مولوی فضل اللہ کو قتل کرنے سے انکار کر دیا کہ مولا نا بشیر نے اپنے دیست نامے میں صاف  
ٹھاکرے کر میں تھا تو کوہ عاف کر دیا یہے البتہ اُسے جماعت سے نہ رہیا چاہیے۔

مولوی فضل اللہ کی جان ترقیت گئی تھیں ان کو جیش کے لیے مجاہدین کی جماعت سے خارج کر دیا گیا تھا۔

اس مقام کے بعد مجاہدین میں سے نہ تھے اور نہ اس بات کے سزا ہو کر ان کی داستان تحکیم مجاہدین کی  
داستان میں درج ہو، وہ ایک میلحدہ منصور تھا میکن پونکر دادا پتے آپ کو اور اپنی شفروناشیت میں مجاہدین کا  
لفڑا استھانا کرنے کے خاری تھے اور اپنے آپ کو امیر المجاہدین ہی کہلاتے تھے اس لیے ان کا ذکر جا بجا ہزدہ  
بڑی گیا ہے۔ مولوی فضل اللہ کو بمع اہل و عہدیں اور چند رسائلوں کے ساتھ چڑکنہ سے نکال دیا گیا تھا آپ نے چڑکنہ  
سے ڈر چند میل کے فاصلے پہلا لا چڑکنہ میں جا اڈا جایا۔ آپ مولوی صاحب مجاہد تیر سے تھے بلکہ ایک مصلح  
کے روپ میں ظاہر ہوتے تھیں اصلاح قوم کا پرور کرام تحکیم مجاہدین کے سڑواج کے بالکل خلاف تھا۔ تحکیم مجاہدین  
میں عرف وہ مجاہد شامل ہوتے تھے جن کا مقصد حرم شہادت حاصل کرنا تھا اور اسی دلیل سے مولانا فضل اللہ کے بس کی باتی میں  
مجاہد پرسوال پیدا ہوتا ہے کہ باہر در اس بلند بانگ دعوی کے کہ آپ انگریزوں کے خلاف جنادر ہے ہیں

آپ نے اپنی نام زندگی میں کبھی بھی اصل جنگ بیداری میں شرکت نہ کی اور نہ کبھی میکن جنگ کا مُند ریکھا تھا۔ آپ ایک  
سیاسی مزارج رکھنے والے انسان تو کہے جا سکتے ہیں لیکن وہ مجاہد ہرگز نہ تھے۔ اب انھوں نے خود ہی مندوستان  
ظہر سیدہ مرستہ ماساب زادہ عبدالقیرم اور بندہ دوئیں کے مدن جھیں مالویہ کے نقش قدم پر چلنے اثر درع کر دیا تھا۔ اور انہی زیری  
حکمتی حکمت علی اب بیہ تھی کہ ایسے آدمی پیدا کیئے جائیں یو تو قم کے تخلیقہ اس اور ویگن خیر سیاسی، غلائی کاموں میں  
نہم پیدا کریں اور ایسے اداروں کی کامیابی یعنی ہر قل شش کروں کو حکومت بر طیہ کیں ان کی بخشت پر ہوتی تھی اور خندہ بر تھا  
کہ جب یہ لوگ اپنی کار کردگی سے قوم میں کافی انتشار حاصل کر لیں تو اس انتشار کے موقع پر قوم کو انگریزوں کے ہدروں  
پر لاٹیں ایسی سادہ ایسا ہی ہوا تھا۔

مولوی فضل اللہ کے منصوبے کے خدوخال یہ تھے۔

(۱) دیوبندی اور احمدیہ حیثیت اسلام کے سطح پر ایک درستگاہ کا قائم۔ جس میں مجاہدین اور مقامی باشندوں  
کے ہمراوں کو دینی اور جدید تعلیموں کی جائی اور ایک بہت بڑا کتب خانہ تامیم کیا جائے۔ اس طرح ایک ایسی نسل بنیارکی  
ماشیہ ہو دیتا کے حالات کو برداشت کر سکے اور ان حالات میں علاقت اور مجاہدین کی قیادت کر سکے۔

(۲) ایک ہسپتال کی تعمیر، جیسیں میں مریضوں کو علاج بلا قیمت فراہم کیا جائے گا۔

(۲) امداد مساز فیکری بنائی جائے جس میں وقت کے جدید ترین تھیں تیریں ہوں۔

(۳) ایسے فیڈ کے کامنے قائم یئے جائیں تاکہ جاہرین ہندستان کے چندروں پر اخخار کرنے کی بجائے اقتصادی طور پر خوب قابل ہوں۔

(۴) پڑا پیغماں کے لیے ایک اخبار کا اب راجہ "المجاہد" نام اور پریس کا مقام۔

یہ ناٹکیں عمل منصوبہ خواہ کتنا ہی دل خوش کن ہو لیکن تحریک جاہدین کے ضرر علاج کے سرار علاج نہ کہ اور تحریک کو اُس کے اصل راستے سے ہٹانے کا ایک خوشگایا نہ تھا جو کبھی بھی معزز و بودھی نہ مان سکتا تھا۔ ایک ہر انقلابی تھا جو کبھی بھی تحریک ہو سکتا تھا اور نہ ہو۔ ایک سیاسی طاقت کی بڑھتی۔

یہ طالع آزاد اب ہندستان کی سیاست میں بھی دل دینے لگا لیکن اسے کون پڑھتا تھا۔ ہندستان میں تحریک آزادی شرع ہو چکی تھی، مولانا الوالہ کام سے بھی ملنے کی کوشش کی تھی لیکن انھوں نے یہ کہہ کر ملاقات کرنے سے انکار کر دیا کہ تم تو جامین کے تاقی ہو۔

آخر صاحب زادہ عبدالقیوم اور رہمیں کیلیں بھی انگریزی حکومت کے منصوبوں اور فضائلہ کے بیان کردہ اداروں میں کچھ فرق نہ تھا۔ ایسا کیوں ہوا ہے منصب اور سمجھنے کی بات ہے۔ اکبر اہم ابادی نے کہا تھا۔

انھوں کو زرعون کو کامیح کی نہ سمجھی ٹوں تمل میں پھوں کے وہ بد نام نہ تھا مولوی فضلی اہمی وزیر آبادی کے ایک خط کے اقتباسات جو آپ نے انگریزی زبان میں لکھا تھا اس کا ترجمہ میں کیا جا رہا ہے۔

صلحجان جدت..... دنیا کے عوام کے یہ مت ٹھے ہندستان

ہر ٹھلے..... عظیم الشان جرمیں صفت کے صدر اور راہوی صفت سے مدد ملیتی۔

### معرفت :

جدہ (بخار) میں اطاحی حکومت کے عزت تاب زیر مسلط۔

فتو و نفرت کے ملائکہ ہمیشہ آپ کے ہاتھوں اور پاؤں پر پوس دیتے رہیں۔

"میں اس معادہ کی ایک نفل اسال کر رہا ہوں جو غالباً انگریز شاہنشاہ میں فدائیوں کی میری جاعت جس میں راجح مدنہ۔ بتریا پ سمووی برکت علی بھریاں کیتھاں یعقوب سے در تو۔ کاظم بے ندرت یہ وغیرہ شامل تھے اور وحی حکومت کے نشان کے درمیان جس کے لیے نظر نہیں تھے رہے۔" ۱۸۷۶ء۔

میں خدا میں کی جماعتِ مجاہدین کا صدر ہوں اور وزیرستان کی انقلاب پسند جماعت کا ہا احتیاں  
نمایا۔ جو کئی سالوں سے انگریزی حکومت کے خلاف رہنی آبادی کی حفاظت کے لیے بروجک ہے  
ہمارا ملک تو سکھار ہے پہاڑیوں کا بھو عرض ہے اور اس کے اندر بے برگ و بارچیلیں میدان ہے جو  
نوشیل طبا اور ایک سریل چڑا ہے۔ میری شناختی دستاویزات کی نقلِ مندرجہ بالا انگریزی زبان میں درج ہے  
(۱) کابل میں حکومتِ روس کا مرسل جو میرے نام پہنچا گیا تھا۔

(۲) دو مراحلات کی نقل جو سطحی حکومت کے میشن نے میرے نام پہنچا گیا تھا۔ یہ دونوں مراحلات مولانا نعمت اللہ خاں  
کے نام، میں جو اس وقت ہماری جماعت "مجیت الیہ ہدایہ" مجاہدین یا غتنان کے صدر تھے۔  
اسکے بغتہ ان اس لیے کہتے ہیں کہ یہ آزاد افغان قبائل کی سر زمین ہے۔ اس کی آبادی ۲۰ لاکھ  
کے قریب ہے۔

مارچ ۱۹۴۷ء میں بیجا بار اور پشاور کے صوبیات کو بر طافی ہند میں ملا لیٹھ کے بعد یا غتنان  
کا علاقہ برداشت کی نہ میں آگیا تھا اور اس وقت سے اس کی کوشش یہ ہے کہ اس تہم دلتہ  
پر قبضہ جائیا جائے۔ قبائل نے مجیت الیہ مجاہدین ہدایہ کی نیونگلی اپنا مقام قائم کر رکھا ہے۔  
ہماری تحریک کا بنیادی مدعایہ ہے۔

(۱) ترکوں اور اُن کے اخادریوں کے کندھوں پر سے جنگ کے بہت ذہنی وجہ کو جہاں تک ہو سکے  
ہنکار کیا جائے۔

(۲) ہندوستان میں انگریزی حکومت کی بیخ کنی کی جائے۔ اگر افغانستان کی انگریز نواز حکومت بخارے  
راستے میں کامیکشپریڈ کر دیتی تو ہم لقیناً کامیاب ہو جاتے۔

یہودیوں نے جو سیاسی علیحدیاں کی تھیں وہ اس قدر ہر رہاں نہ تھیں جس قدر وہ علیحدیاں جو افغانی  
حکومت سے بزرگ ہوئیں۔ بہ حال افغانستان کی علیحدگی علیحدیوں سے کچھ کم نہ تھی۔ اس نے داخلی  
حکومت کے میش کو رد کر دیا تھا۔ افغانستان کا امیر جعید اللہ اس قدر زیر ک نقا کہ وہ انگریزوں کی رویاہ  
بازیوں کو سمجھ سکتا۔ وہ انگریزی حکومت کا ایک چھپا ہوا ہاتھ بھی تھا۔ یہ چھپا ہوا ہاتھ نادر خان تھا۔

امیر کے لائق اور فوجیہ صاحبزادے امیر امان اللہ خان نے اپنے بیان کی علیحدیوں کو درست کرنے  
کی بہت کوشش کی تھی۔ ... چڑکنہہ ہمارا مرکزی مقام تھا۔ ہندوستان کی انقلابی جماعتوں بھی ہمارے کردار

سے متاثر ہوئے بغیر شہزادی میں اور حکم محلہ بخادت پر آمادہ ہو گئیں۔ انگریزوں نے ہندوستانیوں کا قتل عام کیا اور بریٹیش میکل ہاؤس اور اسٹریچ چایاب کا گورنر تھا اس سلسلے میں بہت مشہور ہوا۔ کابل کے روسی سپاہی نے قتل الہی کو ایک سخت لکھا، یہ تحریک بر طائفی حکومت کے لیے ساری دنیا میں ایک لہک حربی تھی پشاور اور کراچی حکومت نے فیصلہ کر لیا کہ یا افغانستان پر جلد از جملہ قبضہ کر لیا جائے۔ نادر خان نے اپنے ساتھ اپنے خاندان کو لا کر ہمدردی تحریک کی اور بورست خالافت کی تھی۔ جنگ عظیم کے فرما ب بعد انگریزی حکومت نے یا افغانستان کے ایک حصے پر قبضہ جایا اور دوسرے حصے نادر خان کے حوالے کر دیا۔

وزیرستان کی جیت الاحمد نے مجھے تحریک کر دیا کہ میں اپنی زندگی پر کمیں جاؤں اور کسی نہ کسی طرح دوپا پنچ جاؤں۔ وزیر یون اور دیگر آزاد قبائل کے معاوی کو آپ عزت تاب کے سامنے پیش کروں۔ آپ سے ہمدردی کی درخواست کروں اور حکومت پر طاقتی کے خلاف آپ اسکی اصلاح حاصل کروں۔ میں اور میرے دو ساختی یعنی نادر خان اور یوسف خان حاجیوں کے دامن کر پنچھی ہیں۔ اور ہماری جماعت نے ہمارے اخراجات کے لیے کافی رقم ادا کیم کر دی ہے (کیا خوب) تاکہ ہم یورپ کا سفر بھی کر سکیں۔ ہماری جماعت نے آپ کے لیے چند خالائف بیجیے ہیں مثلاً مغلوں کے زمان کے نہ ستری سکے ہے اور ان میں چند ایسے بھی ہیں جو اسکندر ماٹھم کے وقت کے ہیں اور ان میں سے چند کی عمر تین ہزار سال ہے۔

میرے پاس چند خلیف خاطوط بھی تھے..... ان میں میری نہایت قیمتی خدمات کو بھی سراہا گیا ہے جو میں نے جماعت مجاہدین کے صدر کی خلیفت سے سراخاہ مردی، میں۔ ان کے ضبط ہو جانے کا خطرہ قبائل اس لیے ان کو میں نے والپس وزیرستان بیچ دیا ہے۔ میں خود تو بڑی ہشیاری سے بچ کر نکل آیا تھا۔

اس سے پہلے میں ہندوستان سے فرار ہو کر چڑکنڈہ پنچ گیا اور امیریت اللہ خان کی وفات کے بعد مجھے صدر منتخب کر لیا گیا تھا۔ مولانا بخشیر طے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ ۱۹۳۶ء میں کرفوت ہو گئے تھے۔ جده میں عزت تاب سپاہی نوابی سے ملاقات کی تھی۔ انھوں نے مجھے اور میرے رفقائی فرانچ دلی سے آؤ بھگت کی تھی اور اس ادا کا وحدہ بھی کیا تھا۔ میں نے اُن سعدی خالیت کی کردہ بولن تکمیل میرے سفر کا پندوست کر لیکن انھوں نے مدد رکھنے کا درجہ تھی۔

آپ وزیرستان میں ہماری انقلابی تحریک کو سلاادیں جو ۱۹۴۷ء سے ہٹوار تک بڑھتے ہوئے غلوص

اور جوش و خوش سے ہماری بڑو راست بگرانی کے تھت جاری ہے۔

شاد امان اللہ خان کو بھی میری آمد کی اطلاع دے دی جائے کہ جماعت پتوں کا صدر بحوری بغیر خان کا بھائی ہے اب جدہ آپ پنچا ہے۔ اور ملاقات کا خواہش مند ہے۔ شاد امان اللہ خان پر بارہ بڑا روپے کی مالی امداد منتظر فرمائی تھی اور ایک اخبار کی اشاعت کے لیے جس کا نام "المجاہد" تھا کہ یہ میں ہزار روپیہ ریا تھا۔

جب نادر خان حکومت کابل کا سرپرہ ہوا تو اس نے یہ اخبار بردستی بند کرو دیا تھا۔ کابل میں میرزا اخبل بند کرو دیا اور اس کے ساتھ سلاذر ذیختر بھی۔ کئی دفعہ خطا رکھتی ہیم ہم پر چھیکے گئے۔

عظیم الشان ہر من سلطنت کا صدر زندہ باد نادر خان کی موجودہ حکومت کی حیات میں انگریزی حکومت نے ہزار بجاؤں کے ذریعہ آزاد قبائل کے علاقہ پر بیم بھیچیکے اور اشتہار میں نادر خان اور اس کے جانشینوں کی انگریزی پرستی کے خلاف ہندوستان کے تمام احیادات غنی سے احتیاج کر رہے ہیں۔ آزاد قبائل کے استخراج میں کی رہا میں افغانستان کی محکم ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ افغانستان میں تو کوئی بھی قبائلیں کے ہاتھ اسلحہ و دخت نہیں کر سکتا۔

وزیرستان میں میسر کی وادی میں سڑک تعمیر کرنے کے لیے انگریزوں نے شہری جنگ کی طرح لال قباق۔ یہ جنگ اس قدر ہولناک تھی کہ انگریزی حکومت دم توڑنے لگی۔ لیکن نادر خان کی حکومت اس کے کام آئی اور اس نے قبائل سے عیاری کر کے انگریزوں سے کبھی خزانہ ہونے والے عدوں پر صلح کر لای۔ قبائل انتہائے سادگی سے بالآخر مات کھا گئے۔

۱۹۱۶ء میں جمعیت الاحرار وزیرستان کی بنیاد ہماری جماعت مجاهین نے رکھی تھی اور ایلیٹ لال قباق نے اس جمیعت کو سلام دیا تھا۔ غازی مرجان خان اس جماعت کا صدر تھا۔ ملک گل خان اور نادر خان اس کے مشہور رکن تھے۔

قبائل میں جماعتی رقصم اس غرض سے تھیم کی جا رہی ہیں کہ وہ اتحادی ریاست و سیاست میں شامل ہو جائیں۔ مومنی فضل الہی تو چاہتا ہے تمہارے گھر تباہ ہوں۔ اُسے نکال دو کیسی غیر ملکی امداد کے بغیر ہندوی تحریک اسی جوش و عزم کے ساتھ چاری ہے بر طابوی حکومت کے لیے وزیرستان ایک در را ہرمنی ہے۔ یا گلستان کی دیگر اقوام بھی بس انتظامیں میں کہ انگریزوں کے خلاف کسب ایجاد کیا جا رہا ہے۔

ستقبل میں اگر صاری تحریک ناکام ہوئی تو اس کے اساب یہ ہو گے۔

(۱) ہمارے پاس خلائقِ حدیک مکمل تو سون کی کمی۔

(۲) جمعیت الاحرار وزیرستان اور تحریک المجاہدین ہندی کے تمام افراد میں دن ولت کی بیماری سے جو موٹی چاہاڑی سے کی جاتی ہے بلکہ ہر چکے ہیں اور بہت سے متغیرین کی فوکوں سے بھی

(۳) موجودہ زمانے میں ہمارے دوستوں جزمنی اور طالبوں کی شکست۔

(۴) موجودہ انغان حکومت۔ اس کی ہر قوت پشت پناہی انگریزی حکومت کرتی رہتی ہے۔

ہماری ناگوریا اقتصادیات،

نومبر ۱۹۴۵ء سے برطانوی حکومت نے وزیرستان کی ناکر پردازی کر رکھی ہے۔ ہم آپ سے مالی امداد

کے خواہاں ہیں۔

کارتوں میں کمی پوری کرنے کے لیے تو ہمارے پاس قوم ہیں اور ہم ہی ہمارے واسطے کرنی راست کھلا ہے۔

کارتوں میں بھی ایسے چاہیں جو ہماری راٹھلوں میں استعمال ہو سکیں۔ ہمارے پاس اگر دوسری راٹھلوں میں تو طالواری بھی ہیں۔ یہ ہی حال درستے جانی سلامان کا ہے۔ دنیا کے حالت سے باخبر رہنے کے لیے ہمیں ریڈ یونیون دکھلے ہیں۔ اور چھائیسوائی خود کار میشین بھی۔ اور ماٹر رائزر بھی تاکہ انگریزی اور عربی میں لشرواخت احتیاط ہو سکے۔

نہایت باریک اور مدد و بیشی کی پڑھتے پر جانشی کی تحریک یا دستخط ہوئے چاہیئے کہ ہندوستان میں راجاڑیں۔

نوادریں اور رامڑا اور دیگر اہم شخصیتوں کو خطر طراز کیے جائیں جیسا کہ جنگ کے دوران نہایت اعلیٰ کاغذ پر کیا گیا تھا۔ بنام کا نام خلائق پورڑیں۔ ایسا جنگ کے دروان حکومت کے پانسلوں کے دستخط ثابت تھے۔

ہم کسی صورت میں بھی عرب سرحدوں کو پار نہیں کر سکتے۔

ہماری حوریات کیس طرح پہنچائی جائیں۔ یہ کام ایسا ہجنا ممکن ہے جسی طرح اجخ کل سالاں باریں پہنچتا۔

جہاں تک مالی امداد کا تعلق ہے یہ سونے کی شکل میں دی جائے۔ یا کسی ہندوستانی بنک کے فوڈر کے

نذریعہ ہم جوہ میں اپنا ایک ساتھ یعنی قبضے خال کیچھوڑے جاتے ہیں۔ وہ یہ کام بڑی آسانی سے کر سکتا ہے اور بنکوں سے ہندوی کی شکل میں رقم پہنچ سکتی ہے یا کابل میں اپنے سفراحت خانے کے ذمہ۔

جہاں تک اسکو کام اس سلسلے میں آپ روسی حکومت سے مدد لے سکتے ہیں۔

میں ہوں اپنے تمام ہماریوں اور کانزدروں کے ساتھ مشرق میں آپ کا نامیت و خادار دوست

اے۔ ایس۔ ایف۔ الی

یہ شہادت نامہ فارسی زبان میں ہے۔ جو یاغستان میں عکھنا بدل جاتی ہے ادا کی گہر ”جمیعت حکاکار و وزیرستان“ ہے۔ یہ ہماری جماعت کی سکاری گہر ہے جو اس درخواست کے سروتو پر وسیع ہے۔ اسے ایس۔ الیف۔ مالٹی

دی خط انگریزی میں ٹائپ شدہ قلب سکیپ کے ۵۷ پیس سفر میں چھپا ہوا ہے۔ مندرجہ بالا مسودہ ملخص ہے۔

### پنجاب کی سی۔ آئی۔ ڈی کی مختصر رپورٹ ”مولی فضل الہی“

نومبر ۱۹۴۷ء میں میٹرک و دسویں جماعت کے اتحان میں کامیاب ہدایات اور شمال غربی ریلوے (W.R.) میں بطور ایک بار کے لازم ہو گیا تھا۔ اور اس کا تعلق مکران بینہ گاہ کے ساتھ تھا۔ مسودہ ولی محمد نے اس کو تحریک چاہریں میں شامل کر لیا تھا۔

چنانچہ یہ مسودہ ولی محمد کے ساتھ استمس چلا گیا اور وہاں اسے کافی عزت و احترام سے رکھا گیا تھا۔ لازم تھا اس تھغدار سے دیا تھا۔ اپنے آگرہ مدنوستان کے کئی ایک مقامات کا دعوہ کیا تھا اور وہاں پر اس کے مراکز کے ساتھ روایاط پیدا کیے۔ اور ان سے جہاد کے لیے سپاہی حاصل کر تاریخ۔ اللہ چادریں سرحد کا قابل اعتماد نہیں بن گیا۔ چادریں کے لیے ان کے ابھروسون کے ذریعہ جمع شدہ رقم بڑی پاقاعدگی سے اس سال کرتار ہا۔ خود ہی کئی دفعہ استمس گیا تھا۔ گوارے کے لیے اس کا استمس ہی سے امداد ملتی تھی جو ان فرائد خواطط کے تاخت تھی۔

لاہور کے چادری طالب علوی گورنر چیف چیف کے لیے مسودہ بخش احمد کے ساتھ مل کر کافی خوت گزاری کی تھی۔

نومبر ۱۹۴۷ء کی مسودہ بغاوت میں بھی اس کا کافی جائز تھا۔ اخراجات اس نئی سے ادا کیے جائتے تو جو تباہی کو دریئے جانے کے لیے مخصوص کیا گیا ہوا تھا۔

نومبر ۱۹۴۷ء کو دزیر آباد میں گز تار کر دیا گیا تھا اور مقدمہ کے درمیان بیان دینے سے صاف انکار دیا۔ خمامات دی سے کر رہا کر دیا گیا انکیں پھر ہی نومبر ۱۹۴۷ء تک نظر اندری کی حالت میں رہا۔

نومبر ۱۹۴۷ء میں گز جزوی میں کوٹ قاضی کے مقام پر بند قیس۔ بھم اور دیگر سلطنتی کیا گیا اور مسلم ہر کو فضل الہی ایک نئے جملہ کو برسپا کرنے کی کوشش کر رہا ہے میکن گز تار ہونے سے پہلے ہی کامل چاہنچا تھا۔

بعد میں چھڑ کر نہ آگیا اور مولیٰ بیشتر کے ساتھ اپنے کام کے خلاف نظر و اشاعت میں شرک پڑ گیا۔ سال ۱۹۲۱ء میں چھڑ کر نہ آگیا اور مولیٰ بیشتر کے ساتھ اپنے کام کے خلاف نظر و اشاعت میں شرک پڑ گیا۔

لوٹ شرکیوں کے ساتھ راه رسم پر کیا کرتا تھا۔ جنہوں نے "خانی" کے مقام پر پریک ایسا راڑ قائم کر لیا تھا اور اس سرکار سے برشیوں کی اوب کی نظر و اشاعت کی جاتی تھی۔

سال ۱۹۲۶ء میں امارت کے سطھ میں مولیٰ بیشتر کے ساتھ چھڑ کر پیدا ہو گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے لپنی ریاست کا بلم پروٹ تعمیر کر لی تھا۔ چھڑ کر نہ آگیا ایک بیانی سنت ہونے کا اعلان کر دیا گیا تھا اور فضلہ الہی کو زپر و فخر ہند تحریکات بند (پی پی) افراد سے دیا گیا۔ اور معلوم ہوا کہ کابل بھاگ گیا ہے۔

اس کے ایک ساتھی نے ہرگز رواں کا رہنچہ والا تھا اور احتمال نام رکھتا تھا۔ کاغذ کے رہنماؤں سے استدعا کی تھی کہ وہ پنجاب کی حکومت سے اس کے خلاف تحریکات والپس سے یہی کو کوشش کرے اور اُسے ہندوستان چلے آئے کی اجازت دے دیے۔ سال ۱۹۳۱ء میں حادثت اہل حدیث نے وزیراعظم پنجاب کے ساتھ ایک وظیفہ کی صورت میں ملاقات کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔ تباہ ان کے سامنے اُس کے ہدوہوں میں والپی کا معاملہ پیش کیا جائے۔ ۲۵ اگست ۱۹۳۱ء کو

پنجاب کی حکومت نے ہندوستان کی حکومت کے ساتھ تفاق کرتے ہوئے اس کے مقابلہ ہندوستان پر اُپنے آئے کے تمام اعزازات والپس سے یہی بیشتر طور پر خیری بیان دے کر اس بات کا اعلیناں دلارے کر وہ آئندہ کسی غیر قانونی باعثیت تحریک میں حصہ نہ رہے گا۔ ورنہ پنجاب کی حکومت مجرم ہو جائے گی کہ وہ اس کے خلاف قانونی کارروائی کرے اور وہ نومبر ۱۹۳۱ء میں ہندوستان پہنچ جائے۔

سال ۱۹۴۷ء میں اس نے باشکنی کیوں کے ساتھ تعلقات پسیدا کر لیئے دینز ہندوستان سے اس کے اجنبیوں کے ذریعہ اسے رقم پہنچ دی تھیں۔ اپریل سال ۱۹۴۷ء میں

اس نے بابرہ کے گل صاحب سے جویں بال بط پسیدا کر لیا تھا اور اس کے ساتھ خط و کتابت رکھتا تھا۔

افغانستان کی سرحد پر اس کا ایک ملازم گرفتار ہوا جس کے پاس اس کے خطوط تھے۔ جنوری ۱۹۴۸ء میں اطلاع می گئی تھی کہ اس نے کابل میں جو من کے سفیر سے بعضی ملاقات کی تھی سارا اُس سے رائٹیں اور پسروں وصول کیے تھے۔

اس نے بابرہ کے گل خان کو بہادرت کی تھی کہ کاغذ کی حیات کی جائے۔ اکتوبر سال ۱۹۴۷ء میں

معلوم ہوا کہ اس کے پس بخوبی سنتے والا ایک مرید یورجی ہے جو ۱۹۷۴ء میں پیغامات اور  
خلافات ستارہ تھا جو تکالیف کی مختلف طائفیں نشر کیا کرتی تھیں۔  
معلوم ہوا کہ وہ ایک شخص صوفی عبید اللہ کے پاس رہتا ہے جس کا پتہ چک بخوبی ۱۹۷۳ء گورنر اولہ۔  
مرید والا دلائل پر ہے لیکن اسے گرفتار نہ کیا جاسکا۔

معلوم ہوا کہ وہ صوبہ بہار میں چھپاون کے ضلع میں بھی گیا تھا جو بیان کی مردم سے طحق ہے۔ بلکہ اس  
میں اسے ہندوستان والی پس آجلنے کا کے لیے حکومت سے بار بار استھاناں جاتی رہی ہے۔ اور درخواست  
کرنے والے اکثر حکومت کے طالب انصری ہوتے تھے۔

اس نے ۱۹۷۶ء میں ایک کتاب شائع کی تھی جو دنیا کی خلاف اندیزیاں (BLUNDERS OF THE WORLD)  
خانقاہ کی قیمت کی تحریک کیوں چلا رکھی ہے۔

کثیر کی جزو جدید میں اس نے کراچی میں علامہ شبیر احمد بخاری سے بھی ملاقات کی تھی۔  
۱۹۷۸ء میں ذری رہا کی پوپیس نے اسے ایک تقدیر میں گرفتار کیا تھا لیکن جیسا کہ نہ نہیں نے اس کے  
دین اس کی صحت کی خرابی کے باعث ضمانت پر رہا کر دیا تھا۔ ۱۹۷۸ء کو حکومت پنجاب نے اس کے  
خلاف تمام مقدمات والیں لے لیے تھے۔  
۱۹۷۹ء میں حکومت پاکستان نے اس کی کتاب کی بہت تعریف سرکاری طور پر کی تھی۔

(BLUNDERS OF THE WORLD)  
دریبر ۱۹۷۹ء میں فیض اپلی کے خلیف عبداللطیف خان کو لکھا تھا کہ وہ پاکستان میں شامل ہو جائے گے  
جمعیت ہماجرین کا بیان ہے جو جمیعت مرحد آزاد میں کچھ تربارہ رسخ خاص میں کر سکی۔ اس  
جماعت میں درحقیقی بھائی عبد اللہ اور عبد الرحمٰن بی اسے نایاب قیمتی آدمی تھے اور مولانا بشیر کے زبردست  
حایمیوں میں سے تھے۔ باہر کی حدود میں منتقل کر دیتے گئے تھے۔

چند ہندوستانی نوجوانوں جو ملازمت کے میں کابل گئے تھے۔ نکرہ بلا کھاش کے میں میں  
نکال دیتے گئے اور وہ ہماجرین کے مرکزاً تھیں پتنجی گھنے اور وہاں بھی انھوں نے قابل قدر مقدمات اقامہ دیتیں۔  
ہندوستان کے ہماجرین کی پارٹی میں ہے ہر کوئی کی پشت پر حکومت افغانستان اور توہم کے پر رکورہ

گروہ تھے اور اس پالی بلڈی سے سلطان ترکی کا وفد بالام ہوا اور ایک قمیت ہو قعہ باقاعدہ سے چلا گیا۔ یورپ کی جنگ اور بولنڈریوں کی حکومت کے باعث انگریزی حکومت اب سرحد آزاد میں کوئی کاروائی کرنے کے قابل نہ تھی۔ مولوی فضل الہی کو جب اعلاد کی رقص ملنے سے مایوس ہوئی تو اخدرن نے اخبارہ بند دست مدد کر رخواست کی تھی اور اس سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ جب عجابرین کے دو مرکز ہو گئے تو کابل کی ایک جماعت نے ایک کی پیشہ طور پر کوئی شروع کردی اور دوسری کی یہ جماعت عجابرین کی بڑی لفڑی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دروز کی ساکھ بگڑ کی اور مددوت یہاں تک پہنچی کہ اعلاد کے لارچ میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔ اگرچہ دروز کا مقصد بخارا ہے ایک تھا۔

مولوی فضل الہی نے ایک خط فقری کو میں لکھا تھا جو وہ ہذا ہے۔

مولوی فضل الہی جب فخری سے ملاقات کرنے کے لیے فریستان گئے۔ قاس وقت فتوحہ ایک مگنام حقام پر گوشہ نشین تھے املاع پا کر جواب دیا چونکہ میری ملاقات کمی اوری سے اس نازک وقت بہت کے بعد ملک عجمی کے پیغمبر ہی نہیں۔ لہذا میری دوسری رفعہ طاہر ہونے تک انتظار کریں۔ میں اپنی موجودہ مشکلہ خاتمہ نہیں کر سکتا۔ امید ہے اس تکلیف کو میری خاطر اور بجاد کے مقاصد اعلیٰ کی خاطر اپنی نیابت خذہ پیشانی اور خوشی سے قبل فرمائیں گے۔

## مولانا فضل الہی کا خط فقیر ایپی کے نام ۱۳۶۶ھءے اشوال

بخدمت زیدۃ المسالکین نعمۃ المجاہدین عقدوم محترم حضرت حاجی مدینہ وحدۃ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہ۔ خوش آمدی۔ بخیر آمدی۔ مائدہ نباشی

آپ کا درہ میکن میں تشریفیہ انا اہل وطن کے لیے اور سارے عالم اسلام کے لیے دونوں ہمہنگا بارکتوں کا سبب ہوا۔ دست بوسی ہو رہا اور دکے بعد ایام ایک

۱۹۴۶ء میں آپ نے شاہستہ خان محمد شیخ کے ذریعہ چڑکنے سے بھی بلا بھاجا تھا۔ جب میں پورے دو ہیئت کی پیارہ پاسافت ملے کرنے اور راہ میں بڑاں تھے کہ جان کے خداوں سے آتنا سامنا کرنے کے بعد خدمت گرامی میں پہنچا تو آپ نے میری بالوں کو ہوش کے کافیں سے نہ سن۔ حالانکہ ان مبارک دروز

میں خدا نے مسیب الہب اس باب نے ایسے دستیں اور ذرا بعہم پہنچائے تھے کہ اگر میری بے غرضانہ مشوروں کو قبریت کے کاموں سے سنتے تو خدا نے تعالیٰ کی بارگاہ سے امید فتنی کر آپ کا نام تاریخ عالم کے اندر براعظہ ہندوستان کی فتح کے اعقاب سے بذریعہ شیر شاہ سرہنی کے اور تبلیغ کے لحاظ سے محدود شانی کے طور پر ثابت ہوتا ان اسلام کا غلبہ تاب عالمت اب کل طرح ہر جگہ چکتا کھائی دیتا۔ اور دنیا بھر کے لوگوں کو قیامت کے عن جگ آپ کی احسان مندی سے بکری و شیش پر یونٹ کا کوئی راه نہ ملتی۔ اور خدا کی ساری حلقہ میں سے کوئی شخص آپ کے نام کے سوا کبھی درستے کے نام سے جیسے کہ گاندھی۔ نہ واد جناح ہیں آشنا نہ ہونے پا۔ لیکن آپ نے میری ایک نہ سخن اور اپنے تمیش دوڑوں جوان کی سعادت عطا کی سے خودم رکھا اور اپنے ساتھ اُن سے ایک جہاں کو عزم کروایا آج پورے دس سال کے بعد جہاںی خیز زمان خان مر جوہم کی تعزیت کا فریضہ لوا کرنے کے ذیل میں ملت اسلام کی خدمت کے بلند پایہ عوام کو کے کر آپ کی خدمت میں پھر جزو تاکہ باہم صلاح و مشورہ اور اشتراک میں سے کوئی راہ تجویز کر سکیں جو ہمارے نہایت کمر و راو ضعیف بھائی بہنوں اور پچوں کی بخات کا سبب بن سکے جوان دوڑوں مذکور (سلک)۔ گورکھ راجہوت جاٹ و غیرہ کے باقی سے ستری پنجاب اور ہندوستان کے اندر طرح طرح کے نہیں آرڈیسیز مصیبتوں میں گرتیار ہیں اور قرآن مجید کی روشنی میں وقت کا سبب سے فلاحدار ہیں ہے چنانچہ فرمایا۔ سورہ نسا پارہ ۵۔ کوئی ۷۸۔

لیکن اس بارجی بھی ایسے دو جہاں کے نیز خواہ بے خوف و دست کی بات نہ سنی ریات شنا تو درکنار ۱۳۴ بکر ملقات کا دروازہ بھی بند کر دیا۔ بلکن آپ کے اس سلک اور افتخار سے ازدہ دل نہیں ہوا بلکہ زیر منطق لازم الفوق سورہ توبہ پارہ ۱۱۔ کوئی ۷۹۔

ان سب چیزوں کو اپنے حق میں خدا نے لا نیزال کی بے پایاں فوارشات کے تحفے سمجھ کر بدعتہ صاف آپ کے ریلے ہمیشہ دی کرتا رہوں۔ سہ طرح سے خاطر خواہ جمع کیں۔

خدا نے عالم الغیب کے سوکھنی نہیں بنتا کہ میری ملاقات سے انکار کرنے کا کیا تھیج نہ لے کا۔ مگر تراویح انار شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے جو سیاسی مسلک اختیار کیا ہے سارے زیر فروان سورہ پیراصم پارہ ۱۷۱ اور ۱۷۲ خدا ہی طریق ناٹکری ہے جس کا تینجا اسلام کی تباہ ہی اور بربادی اور دوڑوں جہاں کی برکتوں سے خودم رہنے کے موکوچ نہ کنے والا نہیں۔ مگر اک پناہ تپیجی بات کو خوب سے سختگی تکلیف گوارہ فرمائیں کہ سلطنت خدا داد پکتا ن دوڑوں جہاں کے پیرو دلکار کی طرف سے تمام عالم اسلام کے حق میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ اس لیے

اس سلطنت کی پروپگریز کرنا اور اس سے مضبوط بنانا اسلام کے ہر فرزند پر یک سال قرض و لمحب ہے جو خواہ ہے بندوستا کا باشندہ ہر یا یا افغانستان کا ہر یا افغانستان کا۔ اس کے خلاف ہم تھارا اٹھانا۔ اسلام سے بقاوت کرنا۔ اور جاہلیت کی صورت مرتا ہے۔ فقہور یا افغان الالباب۔ عالم اسلام کے تمام سلاطین اور ہم کے علاش گئے دکھر مدینہ۔ بیت المقدس، بغداد، حیدریہ، عراق، عرب، شام، قصیطیں، لبنان، ترکیہ، مصر، سوریا، ایران، مراکش۔ الیوریا، چین، میانمار، میانچین، چین، وغیرہ تھے اس کے استقلال اور اس کی اسلامی جمیعت کو ہمان لیا ہے۔ اور ان کی طرف سے چھپہ ہزار سے زیادہ مبارکبادی کے پیغامات برقرار اکیں دوست پاکستان کی خودت میں پہنچ پکے ہیں۔ خدا غذاست اگر پاکستان نہ رہ تو پھاٹان اور افغانستان بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ کیون کہ ان دونوں کی برقا پاکستان کی برقا پر موقوف ہے۔ اس یعنی پاکستان کے خلاف آپ جو ہمیں قدم اٹھائیں گے خوب سوچ سمجھ کرو اور استغفار خداوی کے بعد اٹھائیں۔ کیون کہ اس قسم کے سیاسی کاروں میں جلد باتی بہت دفعہ ندامت اور خرین داریں کا موجب ثابت ہوتی ہے۔ پاکستان کی صداقت اور پھاٹان کی موجودہ تحکیم کا بدلان فرعی اور سیاسی نقطہ نظر سے ثابت کرنے کا ہر غریب الوطن پڑھا جس بھر اور جس وقت آپ چاہیں حاضر ہوئے کو تیار ہے۔

اٹھا اُنہاں بات میں ہرگز تعلف نہ ہو گا۔

فقط اسلام الکرام فقیر اے اللہ ابو سعید فضل المی عفی عنہ

خادم جمیعت عالیہ جاہلیین ہندوستان ریا غستان بیکم خود

(یہ خط فارسی میں تھا اس کا اور تیرہ بھیں کیا جاتا ہے)

موری شغل اللہ فرستان گئے تک فیقر اپی سے ملاقات کر سکیں۔ اس وقت فیقر اپی ایک گلہام بھر میں گوششیں ہو رہے تھے۔ اطلاع پاک جواب دیا۔

”چونکہ میری ملاقات کی کمی سے بھی اس ناڑک اوقات میں ملت کے صاحبو گروہ کے لیے مردی نہیں۔ لہذا میری کو درسی دفعہ ظاہر ہونے تک انتظار ہو رہی ہے۔ میں اپنی مرجوہ مشکلات کو اس وقت ظاہر نہیں کر سکتا۔ ائمہ ہے کہ اس تکمیل کو میری خاطر اور جہاد کے اعلاء مقاصد کی خاطر آپ نایت خندہ پیشانی اور خوشی سے تبول فرمائیں گے۔

فیقر صاحبستے گوریا جگ، شروع کر دی۔ دزیریوں نے دل کھول کر داشجاعت دی۔ دشمن کی فوجیں بہر جگ قلعہ بند اور محصر ہیں۔ ملک کو منما ہے خورد لوش ہر ہوں جماز دل کے فریاد پہچایا جا رہا ہے۔ تمام ملکیں اور اپل ملک

کر دیجئے گئے ہیں۔ فوجی مرکز میں اطلاعات کے تمام نتائج ختم ہو چکے ہیں اور سواتے دائریں کے کوئی ششماقی نہیں رہیں۔ سروی کاموں ہے اور بلاک کی سروی پڑھنے گی ہی۔

رزک کی فوجیں درہ شاہزادہ صیدر و میں صود ہو چکی ہیں اور اکثر قبیلی برف باری کی شدت اور جاہدین کی گزینی سے بلاک ہو چکے تھے۔

فرمڈنگ پکٹ ملٹی ائری شاہی انگریزوں کے جاسوس اور ان کے پورواہ تھے۔ افغانستان اور جو جیسے انقلاب برپا کرنا چاہتے تھے۔

قیرالیں مصالی بیٹانیہ کا قطب خوارصا اور پاکستان بن جلت کے بعد وہ اپنے آپ کا اس وظیفہ کا حفظ سمجھتا تھا اور انہوں کو پاکستان کے خلاف اسٹار رہتا تھا۔

چرکندا وہندی جاہزیں کے درمیان عین القطر ۱۹۷۹ء میں فساد ہوا۔ چرکندا کی بیتی کو بلڈنگز نیک وہ سارے کاسارا جلا دیا گیا۔ چرکندا کے لوگ جاہدین کے خلاف ہو گئے تھے۔

کابل کی پلیس نے جاہدین سرحد کی ایک تیسری پارٹی کی امداد شروع کر دی جو اقصیٰ اور جپ کانٹر سے علیحدہ عقیقی وہ سرحد آتا کی جیتناج بادشاہی جس پر کوئی انگریز نہ تھا اور اس سے انخلال اور مالی امداد بھی حاصل تھا اس کی ظاہری زیارتی بہتر حالت کو دیکھ کر بہت سخت لگا اس کوئی میں شامل ہو گئے تھے۔

امیر عبدالکریم ۱۹۷۱ء میں امیر خواہیں منتخب ہو گئے تھے۔ دنیا کے درست ہونے حالات اور سیاست وقت کی عبور کا یوں کے صورتے امیر صاحب اور ان کی مجلس مشادرت نے فیصلہ کیا کہ ہندوستان کے سمل زمان سے براہ راست تعلقات پیدا کر دیے جائیں اور اس کے میلے ایک باقاعدہ نہم کا آغاز کیا گیا۔

اس سلسلے میں صوفی عبداللہ صاحب کا نام لیا جاتا ہے جسی کا اصل نام سلطان احمد تھا اور یاغتنی نام عبداللہ تھا ۱۹۷۵ء میں باقاہ وہ اس تحریک سے میں شامل ہو گئے۔ ان کا کام زیادہ دوسریں کا تھا اور مذکور جاہدین میں اکثر اُنے جاتے رہتے تھے۔ اکثر قوم کا کوئی کھاؤ اغئیں کے نمے ہوتا تھا۔ مقامہ و ڈنالوں میں قیام رہا اور وہاں ایک عرب مدرسہ بھی قائم کیا تھا لیکن کبھی کسی پاپنا ناز خاش نہ ہو سک دیا۔

صوفی عبداللہ سازشوں کے ماخت ترکوں کے خلاف بغاوت کی تھی جس میں شریف حسین کو پیش پیش تھا۔ اس نہن میں مجاہدین نے ہندوستان پر حملہ کر لئے اسی تباہی پر غور کیا کپوں کر اس وقت ہندوستان

کی اکثر و بیشتر فوج ترکیہ کے اور گرد جمع کردی گئی تھی اور ہندوستان میں برائے نام فوج روکی تھی۔

چنانچہ حکومت جوہنی کی طرف سے ہندوستان کے راجاؤں نوابوں کی طرف باقاعدہ طور پر چھپیاں چھپیں۔ جن کا مقصود ہوتا ہے تھا کہ ہندوستان پر حملہ کیا جائے تو اس بھنگ کو مرغ انگریزوں کے خلاف سمجھا جائے اور ہندوستان کے راجے اور نواب آٹھے نہ آئیں۔ یہ چھپیاں ریشمی کپڑے پر لکھی ہیں اور پہلے افغانستان پہنچی اور دہلی سے ہندوستان میں اور ان کو لاسنہ والا خان ہن بیٹگ تھا جو اونا نشان میں جرمی کا نام اٹھتا ہے بن کر آیا تھا۔

یہ چھپیاں صوفی عبد اللہ کے سپر کو روگی گیش کیوں کیا اخون نے رضا کاراڈ طور پر اس کام کو اپنے ذمہ لیا تھا۔ صوفی عبد اللہ سب سے پہلے حافظ اسحاق صاحب کے پاس گیا اور دہلی پہنچ چڑیں رکھ کر سب سے پہلے راجہ میال کے پاس گئے۔ پاہر سے ہلنے کے لیے سب سے پہلے اس حلقہ کے امیر مولوی یا باقات علی سے طاقت کی دہ بیری پھر میں رہتے تھے دہلی اور عجیب ہیں بھی رہتے تھے۔ اخون نے صوفی صاحب کو ٹھیکیار کے پاس بیج دیا۔ دہ شاہی مہمان خانے میں رسپچانے کا کام کیا ترا تھا۔ چنانچہ جب ٹھیکیار کو مولوی یا باقات علی کی سرفت پیغام لا کر محمد علی کی طاقت را جو صاحب کو کرانا حصر درہ ہے (اس سفر میں صوفی صاحب ٹھیکیار کے نام سے لام کر رہے تھے) مجاہدین کے نام مختلف مواقع اور حالات کے مختصر بدل دیتے جاتے تھے۔

ٹھیکیار نے وقت مقرر کر کے کہا کہ تم میرے بیچے چلے آئیں۔ راستے میں کسی چور ہے اسے دسکنے کا کوشش کیا تو کہنے کی تدبیح کرو نہ دیا تھی کہ وہ شاہی دربار میں پہنچ گیا۔ اور دہلی صوفی صاحب نے وہ بیشی اور مال والی چھپی لکھا کر راجہ صاحب کے پیش کر دی۔ راجہ نے خط پر حوالہ انگلی اپنے دانتوں میں ڈال کر حیرت زدہ گیا۔ فوراً حکم دیا کہ مہمنشاہی مہمان خانے میں رکھا جائے۔ ٹھیکیار نے کہا کہ یہ میرا مہمان ہے۔ راجہ نے کہا کہ ہم اپنے ساتھ ہیں۔ آپ بے قدر ہیں۔ وہی نہ زبردست تھا اور ایک ماہی کا تحفہ پیش کر دیا اور کہا کہ اگر اس قسم کی تکمیل ہو تو رے دلا کر نکل جانا۔ صوفی صاحب نے وہ رقمے ل اور ہاتھی دوپہر میں فروخت کر دیا اور کل رقمم جامیں کے حساب میں جمع کر دی۔

اسی طرح ایک چھپی ریشمی راجہ جو دھپور راجہ بھے پور اور راجہ گالیار کو روگی تھی۔ ایک شخن نیں بھی خدا بخش ریاست ہجدھپور میں راجہ کا منظور نظر تھا اور راجہ کا موتوی مقرر تھا خود بھی مجاہدین کو چندہ دیتا تھا اور پہنچ راجاؤں سے بھی خدمت کر دیتا تھا ایکوں کو ریس اُدمی ہونے کے بعد اُسی کے تعافت دوڑھوڑ

تک چیلے ہوئے تھے جو دھپر کے راجہ نے پانچ بڑا درپیز نظر دیا تھا اور خط کے جواب میں کام تھا کہ ان کے آنے پر ہم ان کے ساتھ مل کر کام کریں گے۔

جس پر کے راجہ کو بھی میں جی کی معرفت خط پہنچا دیا گیا تھا۔ اس نے مبلغ سات بڑا درپیز نظر دیا تھا اور ایک گولیا ریکہ راجہ کو بھی نین جی کی معرفت خط پہنچا دیا گیا تھا۔

ایک خط راجہ اندھر کو حافظہ عبد الخضر صاحب تلامیم والوں کی معرفت پہنچا دیا گیا تھا۔

ایک خط مولانا محمد علی جوہر کو دیا گیا تھا۔ اخون نے اس خط کو نواب رام پور پہنچا دیا تھا۔ نواب رام پور نے جواب دیا تھا کہ جیب وہ جمارے ملک میں آجاتیں گے تو ہم ان کا ساتھ دیں گے۔

نواب بہلول پور کو ان کے والی رحمیم بخش کی معرفت خط دیا گیا تھا۔ کیوں کہ نواب ابھی نوکر تھا۔ اور اس کے میر عبد الرحمن سمجھے۔ ان کی معرفت بڑا درپیز ہر سال ملائکر تھا۔

ایک بھٹی مولانا عبد اللہ مندھی کو روی گئی تھی کہ اُسے مولانا محمد الرحمن دیوبندی کو پہنچا دیں۔ لیکن وہ انکار کریا حکومت تک پہنچ گئی تھی۔ قصداں کا یہ ہوا کہ مولانا عبد اللہ مندھی نے اس خط کو فتح عبد الحق نوسلم کے ہاتھ شیخ عبد الکریم مندھی کے پاس بیچ دیا۔ شیخ عبد الحق نوسلم دیگر طلباء کے ساتھ ہجرت کر کے کابل پہنچا دیا اگر تھا اور افغان نواز خان کا ملازم ہو گیا تھا۔ اس نے شیخ صاحب مدروج کو خط دیئے کی بجائے اللہ نواز کے والد خان بنادر رب نواز کے جواب کے کردیا اور انہوں نے اسے سرماشیک اور وکرگز نزدیکیا کو دے دیا۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ شیخ اپنے اپنے کو یہ تعلظیں ہو گئے اگر وہ مصائب سے دوچار ہو تو پڑا تھا۔ اس خط کا مضمون ہر تھا۔

حکومت مرقت نے افغانستان سے معافیہ کر دیا ہے۔ باقی حکومتوں کے پاس بھی صفات میں بھی جاہیز ہیں۔ اس سلسلے میں حکومت ترکیہ سے بھی راہ ضبط پیدا کرنا منتظر ہے اور شیخ المندا اس را بطور ضبط میں درکریں۔

اس خط کے ساتھ مولانا محمد صیاں عرف منصور انصاری کا بھی ایک خط تھا۔

**حکومت و قوتتہ ہند** | ہی شنگ تھے اور ترک کا فندک سے مرحل عمد کاظمیے تھا جسے سلطان غلام خاں خلیفة المسلمين نے اپنائیا تھا بنکر بھیجا اور ان کے ساتھ کچھ فوجی افسر بھی تھے۔ اس وند کے ساتھ راجہ مہمند پر قلب اور مولوی رکت اللہ بھپالی بھی تھے۔ وند نے ایم جی بے اللہ کا سلواد زوال کا بیتیں دلایا تھا۔ عمد کاظمیے کے پاس خلیفة المسلمين کا فران ہلاکھر تھا۔ اسے جس سے مالک نماگ نہ دو، کے خلاف کسی قسم کا قدم اٹھانے سے انکار کر دیا۔

اس دن کی ناکامی کے بعد ہندوستانیوں نے ایک حکومت موقتہ "قام" کر لائی۔ اس عارضی حکومت کا منصہ یہ تھا کہ ہندوستان کی آزادی کے لیے کچھ نہ کیا جائے۔ چنان پر راجہ ہندوپرستاپ اس کے صدر ہوئے اور مولانا برکت علی ہجوپالی اس کے طبیعی عظیم سولانا محمد علی قسروی اس کے وزیر خارجہ ہوئے اور مولیٰ عبید اللہ سنده و زیردار خرا در مولوی بشیر وزارت دفاع پر مأمور ہوئے۔

**لندن ملکیت نے اسی حکومت موقتہ پر پا گست ۱۹۱۹ء کی اشاعت میں یہ شدید نکاحاً۔** ۱۹۱۹ء میں کابل کے اندر ایک انقلاب پسند جماعت چند ہندوستانیوں نے قائم کی تھی۔ جو اپنے آپ کو ہندوستان کی عارضی حکومت سے موسم کرتے تھے۔ ان ہندوستانیوں میں ایک شخص عبید اللہ نام اپنے تین عزیز کتابت ہے اور دوسرا اسے اتحاد عزیز ہے۔ بوجاٹ مشتمل ذریکر کلاتا ہے۔ یہ شخص تصویر کارہ پسند والا ہے اور تیسرا شخص برکت اللہ (بھوپال) تھا۔ کچھ عرصہ بعد اس جماعت میں ایک شخص محمد سعید بھی شامل ہو گیا تھا بور ترک کریل تھا۔ اس جماعت نے دوسرے تکلیف کی جانشیوں کے ساتھ اور انہیں بلوشنیکوں کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا تھا۔ بلوشنیکوں نے مال اسلام ہم پیشی کی تھی۔ جس سے اس جماعت کو کچھ کام کرنے کا موقع مل گیا۔

امیر عبید اللہ اگرچہ اس جماعت کی موجودگی سے واقعہ تھے لیکن یونیشن ناراضی سے پیش آتے تھے جبکہ تکمیل میں سے اس کو مال اسلام میں عارضی حکومت ایک مخفکر خیز جماعت بھی جاتی تھی۔ لیکن جب اس کے پاس کافی رقم مجع ہو گئی تو وہ خطرناک میں آگئی۔

**حکومت موقتہ ۱۹۱۹ء میں اس گروہ کو خوفناک صورت اختیار کرنے کا موقع مل گیا۔** کابل میں اس وقت ایک ترکی کریل محمد سعید کاروڑ تھا۔ جوانخانی فوجیلہ کو قلعہ سکھایا کرتا تھا۔ وہ اصل یہ لوہران ترکی کا ایک ایجنت تھا۔ انہوں نے اپنے ڈینگ سے اس کی سفارش کی تھی۔ جو ہر سمن، بیرون کا ڈیکھنے کا اور کما جاتا ہے کہ یہ ایک محجز بھروسے کا ادمی تھا۔ اور اسے کاروڑ ترکی رقم نہایت ایلن ان سے دی جاسکتی تھیں۔ اخیر میں اسے ایک لاکھ روپڑے سے کم نہیں میا گیا تھا جو اسے حکومت میں کاہر مکن تکلیف کے لیے خرچ کرنا تھا۔ انجام کاروڑہ حکومت موقتہ کے ارکان میں گیا تھا اس کی مواثیقہ رقم دینیکے اسی نے اور پکوئی کیا۔ کفر حکومت موقتہ کے لارکین اس رقم کو صحیح اور جائز طریق پر خرچ کرنے کے قابل ثابت نہ ہوئے۔ اس لیے یہ عارضی حکومت کو زیادہ مؤثر ثابت نہ ہوئی۔

**۱۹۱۸ء کے ہر سیم خواں میں ان میں ایک اور شخص شامل ہو گیا اور اس کا نام محمد طرزی تھا۔** اس شخص

بے خوبی کے ساتھ بے پایاں بروش بھی رکھتا تھا۔ امیر عبدالرحمن نے اسے ملک سے نکال دیا تھا اور وہ کئی سال ملک رو سی رکستان میں نپاہ گیرا۔ جب امیر عبدالرحمن نے وفات پائی تو یہ اپنے کنبہ سیست کا ملک واپس آگئی اور امیر حبیب اللہ کی نظر میں سما گیا۔ اسی نے ایک اخبار نکالا اور امیر حبیب اللہ نے اسے بھارتی کا ایک زینتی سمجھا۔ پھر عرض کیا ہے اس اخبار نے اپنے صفحات مذہبی تذکروں اور بخوبی کے لیے وقوع کی۔ تمہارے اسی ایک اخبار میں شایع گیا ہے پڑھ کر امیر حبیب اللہ بہت ناراضی ہو گیا کہ اس میں جموروی حکومت کی تعریف کی گئی تھی۔ محمد طرزی طلبہ ہوا لیکن اس نے یہ کہہ کر یہی جان پہاڑی کردہ مصقرن جلدی غزنی مہتمم تعلیمات نے اُس کے علم کے بغیر اخبار میں چھپ دیا ہے۔

عبد الغنی ایک چھا بی مسلمان تھا۔ اور ملک قیامی میں ایک افسوس تھا۔ اور امیر نے خاص طور پر اس سے کابل بلایا تھا۔ لیکن تذکرہ ممنون سخنے کی بنائی پر اس سے جمل میں بند کر دیا گیا۔ امیر حبیب کی وفات سے یہ رہا ہو سکا۔ امیر امان القیادہ مقتول کر کر بیانہ اپنا وزیر بنایا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ راولپنڈی میں بھروسے مجلس عوامیہ محلہ طارکرن کے لیے سعید ہوئی تھی اس میں ایک نمائیدہ عبد الغنی بھی تھا۔ یہ شخص بڑا خاموش طبع اور آٹھ سال تک درجہ کرست برقرار ہو گیا تھا۔ اور یقین کیا جاتا ہے کہ وہ اس انقلابی جماعت کا رکن تھا۔ غور طرزی نے نہ صرف عیاری سے اپنے آپ کو امیر حبیب اللہ کے منصب سے غصہ نہ کر بلکہ اپنی بڑی کی شادی اُس کے سب سے بھروسے ہی تھے امام اللہ خان سے کروی تھی (جو بعد میں امیر غفاران ہوئے تھے) اور یہی دو باریں اپنی حیثیت کو حکم کر لیا تھا۔ ۱۹۱۳ء میں وہ کسی غنی سفارت پر کابل سے فاصلہ ہو گیا اور ۱۹۱۵ء میں وہ ایک ترکی باشندے کے روپ میں محمد طرزی بے کنے نام سے والہیں آگئی۔ اس کے پاس بو شریک رو سی کے سیلیکٹی ہر سچ مال و ذر کی کثیر مقدار تھی۔ وہ ہندوستان کی حکومت موقعہ میں شامل ہو گیا اور اسی کے مشوروں سے ہندوستان میں بغاوت اور بلوچی کے لیے رہ پر چھیا گیا تھا۔

بھر حال وقت یہ تھی کہ امیر حبیب اللہ نے حکومت موتیم کے لاکین سے حفارت کا سلوک روانہ کر رکھا تھا مگر کسی قسم کی برادر اسست مذاہلت سے صاف انکار کر رہا تھا۔ اس سے بھر وقت تو یہ فکر ہوتی تھی کہ کس طرح وہ حکومت ہنسنے کے لیے ہوئے تو طیف میں اضافہ کرائے۔

ہندوستان میں دو پہاڑی قیامی کرنے کے لیے قد اور منصب کی کمی عبدالرحمن اتفاقی سی قدر تھی۔ ختم تھا اور دوسرا غلام جید رخان پوسٹ مارٹریس اسے غلام جید رخان پشاور میں وسط ایشیا کی دریاں اور پہاڑے کی تجارت کرتا تھا جو اکثر گزنتاہ میں اور رکنون میں جمع رہا گیا۔

امیر سر جو حکمت ایک سعیت ہے اور حکومت کو بھی اس میں دلنشت سمجھا جاتا ہے۔ امیران اللہ خان کو فتح پر جشن لئے اس جماعت نے کافی سعید ریاحتا۔

مولانا دارالفنون خان ان کے مطلب کا آدمی نہ تھا کیونکہ انکو اگرچہ وہ برٹش گورنمنٹ سے محبت نہ رکھتا تھا میکن پھر بھی وہ انگریزوں کی حقیقت میں سرگرم نہ تھا اور وہ سیاست کے ساتھ تھا اور کرنے کا ہائی نہ تھا۔..... انگریزی حکومت بھی ان واقعات کی موجودگی میں غافل نہ مانی تھی۔ انھوں نے ایک بھل پیر اور سید کو جس کے متعلق مشہور تھا کہ افغانستان میں اس کا بہت افسوس رسوخ تھا کابل بیجا تھا۔ امیر نے دعا کی استغفار کی اور ہندوستان پر عالم کرنے کا مشیرہ طلب کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں استغفار کر کر کوئی قین روز میں بتلاوں گا۔ پھر انھوں نے بالآخر جواب دیا کہ ہندوستان پر حملہ افغانستان کے لیے بڑی تباہی کا موجب ہو گا۔ اس نے امیر صدیق اللہ کنول کی بات کی تھی اور امیر نے یہ بات بھان لی تھی کہ وہ انگریزوں کے خلاف بھی بھی کوئی کاروائی نہ کرے گا۔ کہا جاتا ہے انگریزوں نے اس پر کہا ہے اس لਈ امیر صدیق اللہ خان کو ایک گرد روپیہ بدل دے نہداز پیش کیا تھا۔

مولانا عبد اللہ سندھی کا بیان ہے کہ یہ پھر چل باغ تھے جس کو اس کام کے لیے انگریز کو معذرت سے لائے تھے اور کابل بیجا تھا۔

**۱۹۱۵ء میں** مولانا عبدالحق اور حصیری کے صاحبزادے مولوی محمد علی کابل ہنپچ اور انھیں کابل ہنپری ٹی میں طالعت مل گئی تھی اور وہ ریاضی کے پردیس مقرر ہوئے تھے کیونکہ انھوں نے اکسفورڈ سے ریاضی کا امتحان پاس کیا تھا اب جاہرین کا اجتماع مولوی محمد علی کے مکان پر ہوتے لگا تھا کیونکہ وہ جاہرین میں شامل ہوتے تھے۔ راجہ جمندر پریاپ حوصلہ ہندو جما سمجھا کامنا نینہ تھا تاکہ پندرت مدن موجہن والوں کو جو انگریزوں کا پھر تھا ہر قسم کی اطلاعات ملتی رہیں۔ یہ شخص ایک ہندو سلطنت کے خواجہ دیکھ رہا تھا جس کا نام ریاہ نیپال کا بادشاہ ہو گا۔ ہندوستان کی عاصی حکومت میں یہ کب جہت پیدا نہ ہو سکی اُن میں اختلافات بڑھتے چلے گئے اور قومیت ہوا۔ فلن ہیں شیکنک تو ناکام واپس چلا گیا۔ لیکن ہلیغہ مسلمین کے نمائے محمد کاظم بے شماروں کے عقاف کو رہو رہا کہ لیے اعلانات ہمارا سرتب کر دیئے تھے جن پر محمد کاظم کے علاوہ مولانا برکت اللہ جھوپال کے بھی دستخط تھے۔ ان اعلانات کی تیاری میں زیادہ تر حمدہ مولانا محمد شریک تھا۔ یہ اعلانات اُس علاقے کی فارسی زبان میں لکھ کر تھے۔ اُن کا ازدود ترجیح پیش کیا جا رہا ہے۔

**غالب پاشا جنگلِ عموی** کے دران جاز کا فوجی گورنر تھا۔ مکرم حضرت کے مشہور تاجر حافظ عبدالجبار دہلوی کے ذمیعہ مولانا محمود الحسن شیخ ہند کے ملاقات اس سے ہوئی تھی اور غالب پاشا سے تین تحریریں حاصل کی تھیں۔

(۱) مسلمان ہند کے نام جو غالب نامہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

(۲) مدینہ منورہ کے گورنر بصری پاشا کے نام کر شیخ المنجد عتمد علیہ آدمی ہیں ان کو استبدل پختار یا جائے۔

(۳) انر پاشا کے نام کا ان کے طالبات پورے کئے جائیں۔

جب شیخ المنجد مدینہ منورہ پہنچے تو انر پاشا ذریح حریمہ ترکیہ اور جمال پاشا گورنر شام کے آنے کی اطاعت آئی جن بخراں سے تخلیہ میں بات ہوئی اور اپ کے طالبات منظور کر لیے گئے۔

شیخ المنجد طالبات کی مجبوری کے باعث جاز میں ٹھہر گئے اور غالب نامہ ہندستان پھیجنے کے لیے کلڑی کا ایک صندوق بنا یا جس میں کپڑے وغیرہ بکھر جاتے ہیں۔ اور اس کی کلڑی کو کھدا کرام کے اندر غالب نامہ اور دیگر کاغذ رکھ دیتے اور صندوق ان کو دیا گیا اور انہوں نے کلڑی توکر کا غذات لکھا لیے۔ شاہ بخش سندھی کے حوالے کرویا۔

وگ کثرت سے بیٹھی کی بندگاہ پر بچتھے۔ مولانا محمد بنی ایک مخلص نے مولانا ہادی حسین سے کہا کہ الگ کرن شے محظوظ رکھنی ہوتا سے دے دیں۔ چنانچہ صندوق ان کو دیے دیا گیا اور انہوں نے کلڑی توکر کا غذات لکھا لیے۔ دبیں حاجی احمد میر فروزگار نے ان کے نوٹ لیے اور مولانا محمد میاں عوف منصور انصاری کے ہاتھ ان کو صحن بھیج دیا گیا۔ بعد ازاں منصور انصاری نے اپنے یک عرب زیر کریمہ را اس سے بتلاریا کرو ہندستان میں اس کی تحریر کے قریب جا بجا کھپیلا صیحتے۔ اس کام میں مشغول رہ گرفتار ہوا اور اس نے سب رازناش کر دیا۔ سے اصحاب کی خاطر تلاشیاں ہوئیں۔ غالب نامہ انگریزی تکمیل کے ناقد آگیا۔ اس کا پیاس ضبط کر لی گیا۔

**غالب نامہ کی تحریر کا اہم ترین اقتباس ہے:-** ایشا۔ یورپ اور افریقہ کے تمام

مسلمانوں نے اپنے آپ کو سبقیار بندگی لیا ہے۔ جس قسم کا سبقیار بھی اپنیں میراگیا انہوں نے سمجھا یا ہے اور اللہ تعالیٰ کی لہ میں جما دیں شرکیک ہر کچھ ہیں..... اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تو کوئی فرج اور مجاہدین اسلام دین کے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرو ہی ہے۔

اے مسلمانوں! پس آپ کو بھی جا چیز کہ نلام عیسائی حکومت کے خلاف تم بھی اٹھ کر بڑے ہوں جس نے تھیں نلام بنار کھا ہے۔ وقت ضائع کیجئے بلقیر جلد کر جوت بلند ہو۔ اور عزم راسخ سے دشمنوں کا گلا گھونٹ دو اور ان کے خلاف اپنی نصرت و حقارت کا زلمہار کرتے رہو۔ تھیں یہ بھی معلوم ہے زنا چا چیز کہ مدرسہ لورید کے موادی مجموعہ الحسن ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہم سے مشاورت کرتے رہے ہیں۔ ہم نے ان کے ساتھ الفاقہ کرتے ہوئے ان کو مناسب ہدایات دی ہیں۔ آپ ان پر پورا اعتماد کریں۔ اگر وہ آپ کے پاس تشریف فراہیں تو تقویٰ اور مجاہدین کے حصوں میں ان کی مدد کریں یا جو کچھ وہ جا ہیں اُسکے پاریں۔

### بہمان اسلام

ترکیہ سے اشاعت پذیر ہوئے والا ایک انباط تھا۔ یہ اخبار عربی۔ ترکی اور اردو زبان میں شائع ہوتا تھا۔ اس کی اشاعت کامر کر قسطنطینیہ تھا اور میں ۱۹۱۶ء میں اس کا پلا پرچہ نلاتھا تھا۔ اردو جتنے کو لکھیجے والے ویک شخص اوسی طبقے ہوئے تھا اور کچھ وقت تو زمگن میں سکون کا استاد تھا اور کچھ وقت دریان بابکاری میں مشورہ دھاتا تھا۔ اور جب اٹلی نے طرابلس پر نظالماء حملہ کر دیا تو یہ صدر حملہ کیا۔ اس اخبار کی پایاں بہرآسانی لا ہیں اور کلکتہ میں استیاب ہو جاتی ہیں۔ اس میں ہندوستان کی آزادی کی تلقین کے علاوہ عیسائیوں کی محیثت ایک ذہنی گردہ کے پیرو دستیوں کی داستانوں کو بیتفہم بیان کیا جاتا تھا اور ان کی پشت پناہی فریگستان کی تمام حکومتیں کوئی تھیں اور ان کا امداد اعلیٰ بالخصوص ترکوں کی اسلامی سلطنت کے خلاف ہوتا تھا اور ترکوں کی مغربی حکومت میں عیسائیوں کی اکثریت تھی۔

جب یورپیک پہلی جنگ شروع ہوئی تو اس کا ایک انتساب یہ ہے کہ اس نے بھی تکھا تھا جو ہندوستان کی خدمت پاری کا امر رہا تھا۔ اس میں صرکے آزادی خواہ لیڈر ہوں کے معاہدین بھی ہوتے تھے جو انگریزوں کی دست برداشت اُزار ہونے کے لیے جدوجہد کر رہے تھے۔ ان معاہدین کے لکھنے والے فریویے اور مشورہ عرفات تھے۔ ہر بیال اُن دنوں میں قسطنطینیہ میں تھا۔

۱۹۱۷ء۔ ۲۰ نومبر کے پرچے میں ایک تقریب شائع کی گئی تھی جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ الز پاشا نے ارشاد فرمائی تھی۔ اس تقریب میں دیگر ہاؤں کے علاوہ یہ بھی کہا گیا تھا۔ میری وقت ہے کہ ہندوستان میں آزادی کا جنہدالیہ رہا جائے اور خوب برپا کر دیا جائے۔ انگریزوں کے جمع کردہ باعوض خالوں اور املاک کو اُن کا دادی جائے۔ ان کا اسلوٹ لیا جائے اور ان کو جمال پاؤں نئیں کر دو۔ ہندوستان کے بساشدوں کی تعداد میں کروڑ ہے اور انگریز تو صرف دلکھ ہیں۔ ان کو مرتوں کے گھاٹ اتار دو۔ ان کے پاس کوئی اپنی فرج نہیں۔ عمریوب ترکیہ

حکومت نہ سینے کو بینہ کر دیسکی۔ لیکن جو لوگ از لدی کی راہ میں اپنی جانیں بڑادیں گے اور اپنے ملکوں کو غاصبیوں کے ہاتھوں سے چھڑالیں گے وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

جنہوں اور مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ بھائی جہاں ہیں ایک ہی فوج کے سپاہی ہیں اور یہ کھینچنا نہیں تو تھا رے سب کے دشمن ہیں۔ تم لوگ جملہ کا اعلان کر کے عازی کھلاڑیوں کے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر انگریزیوں کو قتل کر دو اور بہدوستان کو ان سے آزاد کو کردم تو ۱۹۱۴ء کے لیکے مشہور

ترکیہ کی اجنبی اتحادیوں کی معزز رکن ترقی بے ۱۹۱۵ء کو رنگوں آیا اور رنگوں کے لیکے مشہور تباہی احمد سے علاوہ تو کوئی ترکیہ حکومت کے ترکیہ قریضہ کا عمدہ پیش کر دیا اور جنگ کی روپ کے دروان احمد ملا را اور اس شہر سے پرانا نہ رہا۔ معور کو بلقان کے دروان دُلو ہجوان جو ہمال احر کے دکن تھے رکیب گئے تھے۔ تاکہ بلقان کی جنگ کے ترکی نخبیوں کی خدمت کر سکیں۔ ایک تو حکیم قیم علی تھا اور دروس اعلیٰ احمد صدیقی تھا جیسے درنوں آرچان جنگ کے دروان دیکھیر ۱۹۱۶ء میں رنگوں میں بیٹھ دیئے گئے تھے اور ان کی حیثیت ہمال احر ترکیہ کے نمائندوں کی تھی۔

رنگوں کے مسلمانوں میں بھی بڑی سی چینی پاٹی جاتی تھی چنانچہ نوہبہ میں ۱۹۱۷ء بلوچی رجہنگ کو بھی سے دہان

تبديل کر دیا گیا تھا۔ یہ ایک مزاحیہ کیوں کہ انھوں نے اپنے ایک افسر کو قتل کر دیا تھا اس رجہنگ پر ہمیشہ مسلمان تھے۔

۱۹۱۵ء کے ہمیشہ جنوری میں یہ رجہنگ پوری طرح بغاوت پر آمادہ تھی، لیکن انگریزی فوج نے پڑی بھروسہ دردی سے ان میان وطن پر قابو پا کر دُلسویہ ہجوان کو قتل کر دیا۔ احمد ملا داؤڑ بھی بدستور ہجہار کے کاروبار میں مشتعل ہوا اور ستگاہ پور کی افواج کو ترکیہ کی حمایت میں کسانا تراہا اس نظر کی کی حکومت کو بھی کاحد کر ایک جنگی بھاڑ سنگاہ پور پر بھی دیا جائے۔ انگریزوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے سنگاہ پور میں متعدد انوکھے تبدیل کر دیا۔ یہ ملایا کی گاڑز تھا۔ دروی اذلیج بھی تباہی میں بینیز نہ سکیں چنانچہ اپنیں تبدیل کر دیا گی۔ میان وطن میں ایک شہنشہ بھی نہیں

بھی تھا جس نے اپنا خام موں چند رکھا ہر اتحادی۔ شخص جہاد کے کاروبار میں پر جوش طریقہ پر شام پہنچا۔

اس دروان میں قیم علی اور علی احمد نے مسلمانوں کی ایک ختیر نظم بنال تاکہ رفاقتات جمع کرے اور اسلام خرید کر لے آئے۔ اس سلسلے میں انھوں نے رنگوں کے نہیں سکول کے ہیڈ میسر کی خدمات بھی حاصل کر لی تھیں۔ ۱۹۱۶ء میں غربیاں کے دوسرے جوش دکن حسن خان اور سونیں لاں پاچھ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ انھوں نے دو قریبی رنگوں میں ایک مکان بھی کراچی پر سے رکھا تھا۔ اس قسم کے منصوبوں کے باعث مسلمانوں اور غربیلی میں مشتمل رشتہ قائم ہو گیا۔ انھوں نے پویس کے سکھوں کی ہمدردی بھی حاصل کی اور ہنزا مسٹکوں کا امر ڈرامہ کی میلت اور

مولیں کے گرد دارے کا ہمت بھی تو قدم انسان کرنے لگا تھا۔

چینی زبان میں بھی خدا کی تحریریں شائع ہوئے گیں۔ "جان اسلام" میں مسلمانوں کے لیے اب ختنی شائع ہونے لگے کہ کافروں کو نیت دنالوگ کر دو اور اس اخیر میں بازعد بنسلف اور جم تیار کرنے کے طریقے اور نسخی بھی شائع ہونے لگے تھے۔ ان تمام حرکتوں میں ہر کوئی کی ہمدردی ریاں بھی شامل تھیں اور اعلیٰوں بھی۔

ریگوں کی مسلم عذر پارٹ نے عید الاضحی کا دادن بخاوت کے لیے مقرر کیا تھا۔ جو اکتوبر ۱۹۱۴ء کو واقعہ ہو رہی تھی، کما لگایا تھا کہ بکروں اور دیگر حیوانوں کی فرمائی دہی جائے۔ ان میان وطن دامان داعش اسلام کو کوئی قسم کے ہتھیار بھی پہنچا رہیے سکتے تھے۔

انگریزوں نے بھی بڑی جانشنازی سے ان تحریکات کا مقابلہ کیا اور بالآخر ان پر قابو پایا گیا تھا۔

سڈلشن کمپنی پورٹ روڈ صفحہ ۷۲ / ۶۹

۱۹۱۴ء میں حکومت ہند کو ایک ایسی سازش کا پیش چلا "بجور لشی خط" کا نام سے مشورہ ہے۔ اس خط کا مقصد یہ تھا کہ اسے راجے ہماروں اور اسرائیلک پنجاہ کران کو بادر، بکرا جائے کر جب بھی ہندوستان پر جملہ بیرونی حکومتوں کی دساختت سے ہو تو اس سے یہ سمجھا جائے کہ ان پر جملہ ہوا۔ اس لئے حضرات رکادٹ نہیں جامیں بلکہ مدد کریں تاکہ ان کو حکومت انگلشیہ سے آزاد کرایا جائے۔ مخصوص یہ تھا کہ مغربی امریکی صوبے پر جملہ کیا جائے تو اس وقت ہندوستان میں بھی حکومت ہند کے خلاف بخاوت ہو جائے۔ صوبہ برصغیر میں اس نام کے کرتا درستہ نامولی عبید الدین سندھی تھے جو اگست ۱۹۱۴ء اپنے من ساختیوں بعد اللہ۔ فتح محمد اور محمد علی کے ساتھ صوبہ پلے کر گئے۔ مولوی عبید الدین ایک سکھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اُن کو والدہ مرتدہ تک مسلمان نہ ہو سکی۔ مدرسہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔ یہ علاقہ ضلع سماں پور میں واقع ہے۔ مولانا عبد الدُّه پٹیل مجاہدین سے تھے اور پھر کابل چلے گئے۔ یہاں انہوں نے جرسن مشن سے طابطہ پیدا کر لیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد ان میں دیوبند کے فارغ التحصیل طالب علم محمد سعید النصاری بھی آشیان ہو گئے۔ آپ دہی خصی ہیں جو مولانا محمود الحسن صدر مدرس دیوبند کے ہمراہ عرب تشریفے کئے تھے۔ اور سلافوئر کو وہ خط کے کریمہ و محتان آئے تھے جیسے "غالب نام" کہا جاتا ہے اور اس کے ساتھ "جہاد" کا اعلان بھی تھا۔ خلائق سترہ میں نے جاری کیا تھا۔ راستے میں آتے ہوئے مولوی النصاری اس خط کی تفصیل تھیں کہ اسے علاقہ غیر کے قبائل میں بھی پہنچا دیا گیا تھا اور وہی کو جی ہے ایک خط بھیجا گیا تھا جو سوئے کی تختی پر کھا لیا تھا۔ اس کا فتویٰ البتہ موجود ہے۔ مولانا عبید الدین سندھی نے موخر ۸ رمضان - (بیطابق ۹ جولائی ۱۹۱۴ء) کو ایک خط مولانا محمود الحسن

کو کھا تھا جب وہ مدینہ منورہ میں تدرین فرماتے۔ اس کے ساتھ ایک اور بھی خط تھا جو میان محمد انصاری نے ہوئے۔ وہ رضا (۹ جولائی ۱۹۱۵ء) کو محمد الرحمن کے نام کے حاصل ان خطوط کے ساتھ ایک تعارفی رقم بھی شیخ عبدالریحمن صدیق کے نام تھا۔ اگر ہم نے میں میڈیون سکول کے سید ناصر کی خدمات بھی حاصل کیں تو یہی جو شہر سے ملک بھی تھا اور اس سے کہا گیا کہ وہ پستول جمع کرے۔ ۱۹۱۵ء کے ابتداء میں اخنوں نے ایک گھر بھی کرایہ پرے لیا تھا۔

چین میں جواہر شریعت کی ایجاد کیا تھا وہ فتح کے سپا چینوں کے سلیلے تھا لافری چینوں کو محبت کا پیغام، پوسیں کے مقابی اخنوں سے الجا کی گئی تھی کہ وہ تکنون اور فتحیں کی وجہ میں گرفتار نہ ہوں جو ان کو بداری کے لئے پریطرا الفاعم دیکھ جاتے ہیں۔ یہ تو غلامی کی نشانات ہیں۔ ان کو تو چین کی دینا چاہیئے۔ غلامی کے پڑائے داع اب دھڑا نہ چاہیں اور اپنے سینے کو آزادی اور حب وطن کے نشانوں سے مزین کرنا چاہیئے۔

مرا لانا عبد اللہ سرحد کے متعلق جانتے والوں نے کہا ہے کہ وہ غیر معقول ذہانت کا انسان تھا اور مختلف منصوبے پنځیں اپنا شانی نہ کھتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو یہ سمجھتا تھا کہ ایک بہتری سلطنت کا فرمانروایہ یکن جب اصل کام کا دلت آتا تو اپنے آپ کو بہت ضعیف ثابت کرتا تھا۔ کام سے جی چڑتا تھا اور اپنے ہاتھ سے کام کرنے والا نہ تھا۔ اس نے حکومت موتکہ کا خواب دیکھا تھا جو پروان نہیں پڑھی تھی۔ اس حکومت موتکہ نے فوارروں کو بھی خلک کا تھا اک انگریزوں کے ساتھ جو معاہدہ کر رکھا ہے اُس سے خیر پا دکھدے اور ہندوستان میں انگریزی حکومت کو نجٹ کرنے میں ہماری مدد کرے اس حکومت نے تو کی حکومت کے ساتھ بھی خط کتابت کی تھی۔

**رشیمی خط** شیخ عبدالریحیم سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ کس قابل اعتماد حاجی کے ہاتھ ان کا غلطت کو کمر میں ہولا ناجوہ الرحمن کے پاس پہنچا سے اور اگر کوئی ایسا آئی نہ مل سکے تو خود مکمل جا کر یہ کام کر کر کے بعد میں یہ خط بھی انگریزوں کے ہاتھ آ لیا تھا۔ یہ خط نزد رنگی کے لیشم سے بر اضاف سخرا ملکھا ہوا تھا۔ میان محمد انصاری کے خطوں کے حاصل ہوں اور تو کوئی مشن ائمۃ تھے جو میں ہوش کے آدمی اور ناکام ہو کر والپس چلے گئے یہیں کرنی میں کے ایکیں مٹھر گئے۔ نیز اپنی تبلاری ایکا تھا کہ ہاہر طالب علم بھی کچھ کام نہیں آسکے اور غلبہ نہ اس کی اشاعت کا بھی ذکر تھا۔ حکومت موتکہ کی خبر بھی دی گئی تھی اور جاہد فوج کی تنظیم کی اطلاع بھی دے دی گئی تھی۔ یہ فوج ہندوستان سے بھرتی کی جانے والی تھی اور اسلامی حاکموں سے مدد اور معاونت کرے گی۔ محمد الرحمن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ترکام کو اٹھ ترکی حکومت تک پہنچا دیں۔

عبد اللہ کے خط میں جاہد فوج کے نظام کو جو درد کی صورت میں بیان کیا گیا تھا۔ اس کا مرکز مدینہ منورہ میں

میں بروگا اور خود را محسن اسی فرج کا کماندار اعلیٰ بروگا علداد اس کے ماتحت مرکز قائم کیے جائیں کے جو مقامی کمانداروں کے ماتحت بروگا اور یہ سلطنتی نیز طور اور کابل میں قائم کیے جائیں کے اور کابل میں کماندار اعلیٰ خود عبداللہ بیوگا۔ اس قدرست میں تین سرپرستوں۔ ۱۔ افیلٹر مدلشل اور دیگر اعلیٰ فوجی افسروں کے نام دیئے گئے۔ ۲۔ اجڑ طبلہ میں سے یک تو بھر پرول تھا یا یک کریں برو اور چہ لیفٹیننٹ کریں بنائے گئے تھے جس قدر نام دیئے گئے تھے۔ ان میں ستر کسی ایک سے اس معاطلہ میں مشورہ نہیں کیا گیا تھا ایر تمام الملاعث اس بخشی خطہ کے ذریعہ دی گئی تھیں۔ دبیر خلافت کو محمد الحسن ادھار کے چار ساہی اگر قمار ہو گئے تھے اور ان کو ماٹی میں نظر پند کر دیا گیا تھا۔ مولانا عبداللہ منصبی نے اپنی تحریکوں کی اشاعت کے نیلے سربراہ کرسنے سے پہلے دبی میں لیک درسہ بھی قائم کیا تھا۔

شہادت لگاہ بالا کوڑٹ کے حادثے کے بعد جماعت مجاہدین کا خیزہ

## درستہ دیوبند کاظیام

وقتی طور پر اور ایک حد تک بھر گئی جیسا کہ ذکر ہو، کہ معرفت اس تدریجی میں کاظمیہ ایسٹ مجاہدین کو امیر شید کا جنازہ تک رسائی سکا۔ مجاہدین کے ذکر سے شکست ناش کا تصور کو سونا دعویٰ تھا۔

مسلمانوں کی کسی فعال جماعت کے خلاف یعنی اور معاونین کے پاس اس جماعت میں خلل انداز ہونے کا سب سے بڑا موثر ارادہ میا پہنچا اس کے اندر فقیہ فروعات کی بحث کا آغاز کر دیا جائے تاکہ اس کے اکیں اصل مقصود سے بہت کروں طرف متوجہ ہو جائیں۔ اور جماعت مجاہدین اس سے مستثنی نہ تھی۔ چنانچہ کسی لام کی غیر موجودگی میں یہ جماعت بھی انشقاق و اختلاف کی تباہ کاریں سے متاثر ہونے لگی۔

جو شخص اصحاب میلان کا دراز میں فرضیہ بہادرا کر رہے تھے ان کے پاس نہ اس تدریجی تھا اور اس تدریجی فرستہ کو وہ ان فروعات کے وضیعوں میں پھنس کر رہا چاہیں۔ اس یہی اخنوں نے اپنایہ اصول بنالیک کہ متعین کو ابارت ہے کہ جس طرح مجاہدین ان فروعات پر عمل کریں لیکن فرضیہ جملکی خروج اور یہ نہ فرضیہ پہلی ہوئے دیں۔ یہ نہایت بھی خشنک کام تھا لیکن اس سے بھی بڑی خوش اسلوب سے بھاگیا۔  
یہ قسم کرنا پڑتا گا کہ ان بخوبی کا آخر عالم کی ہمدردیوں پر صرف پڑا جو ہندوستان کے اندر اس کی پشت پناہ ہیں۔ اس نے اس کا بودتی تواریک بھی ہمدردی تھا۔

پذیر کے ہر لانا و لایت علی معرفت کا ذکر کوٹیں موجوں نہ تھے۔ ایک جماعت نے ان کو اپنام نام سے کیا۔ اس جماعت کا مرکزی ذکر یہ تھا کہ امیر شید کے انھوں کی پیروی کرنے سے ہمیں جہاد نیں بدل لیں مصروف رہنا چاہیے اور فروعات کی بھرتوں کے لیے ایک نئے اطراف سے کے سپر کر دینا چاہیئے۔

دہلی میں ایک جماعت ایسی بھی تھی جو اگرچہ ابتداء میں سے میلان بھار میں برادری است بھرپوری میں لے رہی تھی یہیں جماعت کا ذکری حاذ سنبھالے ہوئے تھے۔ ہندوستان میں مختلف پشاہت نے بڑی شاندار روایات جو ہوئی ہیں یہیں اس کی تاسیس ابتداء سے ہے کوئی یادی یا مامک ایک بنیادی نفس تھا جو گاہے بلکہ اپنارنگ جاتا تھا اور بالآخر دہلی میں بکل تباہی کا باعث ہوا۔ وہ خالیں نے اس سے خوب خاوند اٹھایا۔

ہندوستان میں مغلیہ پادشاہت کا قیام اور ان کے صفویوں کا مرزاں منت تقاضا جو شید نہ ہب کے پابند تھے۔

وہیں پلوں کی مدعا سیل صفری سے اس خرطہ کر تھی کہ وہ ہندوستان کے اندر شیعہ ہبیک کی تزویج کی کوشش کرے۔

اب صورت حال یہ تھی کہ حکمران طبقہ شیعیت کی طرف مائل تھا میکن رعایا کی اکثریت اہل سنت والجماعت تھی اور انگریزوں کے درمیان کٹکش جاری رہتی تھی۔ اگر کوئی نام نہ لاد دیتا تاہم کن مذہبی اصلاح و مصلح اسی کٹکش کا تیجہ تھی۔ دہلی میں ایک صاحب دل بڑگ شاہ عبدالرحمٰن نماہی گزرے ہیں۔ انھوں نے باصویں صدی کے آغاز ازدواج گیارہویں صدی کے اختتام پر پرانی دہلی کے اُس مقام پر ایک مدرسہ قائم کیا جو اسے ہندوؤں کے نام سے مشہور ہے اور اس کا نام مدرسہ رحیمیہ رکھا تھا۔

اس قسم کے بیٹے خواردار سے بڑے شہروں میں قائم ہوئے گئے ہوئے تھے۔ اگر کوئی صاحب علم اور رائے پختے ہیں تو قوم کی اخلاقی حالت کو سدھانے کا درست کر سکتے والا ہر تاریخ و کسی ایک اعلیٰ میں درس تدریس کا سلسلہ جاری کر دیتا اور اپنے اخلاق حیدر اول علم پاکیزہ سے لوگوں کو متاثر کرتا رہتا تھا۔ اگر کسی کے علی کمال کا شہر و بُرھا اور طالب علم اطراف و اکناف سے کتنے لگتے تو اُمرا اور پادشاہ و تخت بھی اس کی سر پرستی کرنے لگتے تھے۔ پھر پونکھان ایگزینٹریلٹیشن پر اپنے سفر نامے میں لکھتا ہے۔

”شہر حصہ میں (سنده) مختلف علم و فنون کے چار سو کان بیج تھے (دیکھیں ہمارا تھا اسلامی تعلیم) علماء مقرری یہ جوہندرستان کی سیاحت کے لیے تخریب لائے تھے اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔“  
”محمد شاہ تغلق کے زمانے میں حرف دلی شہر میں ایک بزار مدرس تھے۔“

پروفیسر ماکس نظر سکاری کا غذاء کی بنیاد پر لکھتا ہے۔

”برطانوی حکمرات سے قبل بنگال میں اسی سیزراویس مارس تھے۔“

ڈیورنٹ وارڈ نے ۱۸۷۱ء میں بیان کیا تھا۔

”انڈیا ڈائریکٹر مکولوں سے بھر جواہر ہے۔ دہلی اکیس بیڑا رکاوکن پر ایک مکول ہے۔“

شاہ عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد اس مدرسے کا انتظام والصرام اُن کے صاحبزادے شاہ ولی اللہ نے سنبھال لیا تھا۔ اپنے علی کملات کی بھی شہرت سوئی تو سلطان محمد شاہ نے شاہ ولی اللہ کے درس رحیمیہ کے لیے شہر میں ایک عالی شان مکان عطا کیا کیونکہ جس مکان میں وہ واقع تھا وہ جگہ ناکافی بھی گھنی تھی اس مکان میں اب ”ڈار الحیث“ کا انتظام ہوا اور تینیم جگہ پورا ہو گئی۔

شاہ ولی اللہ صاحب تصنیف بھی سچے اور اس سلسلے میں سب سے بڑا کاظم اُن کا یہ تھا کہ قرآن مجید کا تجوید فارسی زبان میں کیا تھا۔ اس وقت مدرسہ تدریس کے لیے موصم کی زبان فارسی ہی تھی۔ اور آپ کے خلاف غالقوں

نے ایک زبردست طوفان اٹھایا تھا لیکن آپ اپنے انداز فکر پر پھر جی سے قائم رہے۔

شاد ولی اللہ کی وفات کے بعد آپ کے چار صاحبزادوں نے وہی مشتعل درس و تدریس حاصل رکھا اور اس سرسرے نے دینیات میں وہ نام پیدا کیا کہ تمام ہندوستان میں مشورہ برگیا اور بیت سے لوگ اپنے شہمات کو دوڑ کر کے اور علمی پیاس بھاجانے کے لیے اس طرف بیٹا ہاتھ رُخ کرنے لگے۔ اس سرسرے کو حسن صاحب علم سے سب سے زیادہ خیرت ہوئی و مشاہ عبد العزیز تھے اور آج تک کوئی محل آپ بھی کے نام پر محل شاہ عبد العزیز ہی کہلاتا ہے۔ صاحبزادے بھی اپنے والد کے نقش تدمیر پر چلے چاہیچرحب خواہ کی زبان اور تو فرار پا گئی تو انہوں نے قرآن مجید کا ترجمہ اور در زبان میں کو ریاقتنا۔ جناب پیر حمزا ناشاہ ارفع الدین اور مولانا ناشاہ عبد الداود کا ترجمہ الدار تقبلہ عامہ ہوا۔

شاہ عبد القادر رکا ترجمہ لاموصنح القرآن نے کے نام سے معروف ہے۔ اگرچہ یہ روزوں جائی اپنے اپنے مقام پر عالم سلوک کے مکر رکھتے ہیں میاں کے ساتھ ظاہری و حبیبیت کے امانت نہ مروایا اور مسکع لامنظام اونہرام ان کے بڑے جہاں شاہ عبد العزیز کے ہاتھ میں رہا اور ہر حد ملہ میں آخری فیصلہ آپ ہی کا ہاتھ تا تھا۔ آپ کی شہرت ہندوستان کی چاروں ریاستوں میں پھیل چکی تھی اور اس کے ساتھ آپ کے مدحکی بھی ۴

شاہ عبد العزیز ۱۲۳۹ھ میں فوت ہوئے تو آپ نے اپنا مدرس مولانا مجدد اسخان کے سید کرتے گئے۔  
جو حضرت شاد ولی اللہ کے لامسستھے۔ اب مولانا اسخان نے عرف اس مدرسے کے مہتمم تھے بلکہ جماعت عباہین کی مرکزیت میں پرکرم حمد و نیکتے۔ اخزو بیشتر خفیہ کام اسی جماعت کی صورت ہوتی تھی۔ مثلث تالہلوں کی روایتیں رقم کی ترسیل اور دیگر صوریات کا اعتمام بھی یہی جماعت کرتی تھی میکن ہس ہوشیاری سے کہاں دن مکن جائز ہو۔ اس میانے ان کی کارگزاری صدحت و قوت مدد جمال و ملوان مجھ کریش کی ذمہ داری اور ان کی ترسیل دیگرہ یہ منحصر ہوتی تھی۔ جو لوگ اس مدرسے سے دیپھی رکھتے تھے انہوں نے میں مولانا اسخان کی امانت قیام کر لی تھی۔

۱۲۵۰ھ میں جب انگریز نے دہلی پر دوبارہ قبضہ کر لیا تو اسلامی ثقافت کے تمام مرکزوں نے مستھنا بردار کر دیا۔ حد سریجیہ جواب مدرس شاہ عبد العزیز کے لاماتھا کی تمام علایمیں گمراک ملیہ کا فیصلہ کردیا گیا اور مکنون کو بلا امتیاز جنس و عمر تھبہ تینج کر دیا گیا۔

ہندوستان میں انگریزی اقتدار اب اچھی طرح مسلط ہو چکا تھا اور وہ اپنی انتہا اور انکار و نظریات کو ملکیں میں رائج کر رہا پھر تھا جن کا نہ ہبب اگرچہ برائے نام ہی تھا لیکن تھوڑے پہلے مخالف اسلام۔ عیسائیت تو محض ایک دھرم کا تھا جو خوب ہبب اسلام کے مقابله کے لیے رچا گیا تھا۔ اب یہ لیقین ہو گیا تھا کہ یہ عیسائیت کے نام پر حکومت

چاہیتھی کہ ماشید کے تکریب میں دین و نبہب جسی سے جگانہ پڑا ہو جائے اور اسلامی معاشرہ پر میں جہاد قبیل اللہ کوست بڑی اہمیت اگر ختم نہ ہی برسکے تو عین اس کا پر بروش ولہ باتی نہ رہے کیونکہ ہندوستان میں اگر اُن کی سلطنت کو کوئی لا قیون خطرہ تھا تو وہ مسلمانوں ہی کا ایک مٹھی بھر گردہ تھا جس پر قابو پانی بے مدخل تھا۔

علمائے حق اور وہ مندان قوم کی فراست ایمان کے مطابق انگریزی حکومت کی تداہیر و میک یقینی واقعہ بن کر نمایاں ہوئے گئی تھیں۔ چنانچہ علمائے حق اور دین اسلام کے پڑالوں نے فیصلہ کیا کہ ان تدبیریک روکنے کے لیے کارکن پیدا کرنے کی فضولی بیں۔ احمد جاہ بین کی تربیت کے لیے ایک تربیت گاہ کا ہوتا لازمی اور ابہری ہے۔ بن تعدد مشاہد، توں کے بعد ایک دینی مدرسہ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا ایک ایسا مدرسہ جو انگریزی حکومت کی دوستی پر فرستے چالا کیا ہے۔ ایسا دائرہ ملک اگر پر بڑا مشکل اور کھنچ تھا لیکن متولوں نے قدم بڑھانے کا بالآخر تھیس کر بیٹا اور اللہ توکل ایکسا یہے ادارے کی خیار کہ دی۔ جران کے خیالات و اعمال کا صحیح آئندہ رواہ ہے۔

غیربریت کا مسئلہ ساختہ رکھ کر مخالفوں نے بحث وزراع کا دروازہ کھول دیا اور حکومت وقت نے بھی اس کی دل کھوں کر مدد کی کیوں کہ مسلمانوں کی توجہ کو مسئلہ چالد کی طرف سے منتشر کے لیے یہ ایک بہترین حرب تھا۔ عنیدیہ یہ تھا کہ اس نظریت کی حمایت اور خلافت میں تحریر میں شائع کی جائیں تو جلد کا مسئلہ خود کو ذہنوں سے اڑ جائے گا لیکن وہ جماعت جو شخص جمال کی خاطر اٹھی تھی وہ اس جاں میں پھنس دے سکتی۔

اس جماعت کے بعض اکابر نے وقت کے تقاضے کے مطابق ایک ایسی جماعت تیار کرنے کا تھیہ کیا جو زیرِ حکم سے آزادت ہو کر دینی مسئلہ کی نشرواشتی کی ذمہ دار ہو۔ لیکن وہ ایسی جماعت ہو جو جدید جہادی پیشہ سے مشارک ہو اور فرضیہ کے لیے بوقت حدودت پہنچن تیار ہو۔ یہ کہنا درست نہیں کہ وہ ہندوستان کے اندر جہاد بالیف کے قائل نہ تھے۔ بلکہ اس قابل جماعت کے لیے ایک علیحدہ شعبہ کے سرگرم کارکن تھے۔ اور بعد کے آئے واسطواتھات نے اس کی پوئی طرح تائید کی تھی۔

جب ایک دینی مدرسہ کے قیام کا حصہ فیصلہ کر دیا گیا تو اس کے لیے جو مقام مقرر کیا گیا یہ بانیان مدرسہ کی اینی صوابہ یہ تھی وہنہ ایک مقام تو فضولی تھا خواہ وہ کوئی ہو۔

کما تھا۔ یہ کہ کریم جاہ بین کا مرکز تھا۔ یا یہ کہیاں کے لیکن پر بروش اور جہادی میں اللہ کے زبردست حامی تھے۔ اس سنت زیادہ حدفات کے مالک اور مقام بھی تھے۔ مگر بات تو اخیری ہے کہ ایک مخفوظ انتظام کی فضولت تھی سو اس کے لیے بعد اپنے کام مقام منتخب کر دیا گیا۔ اور یہ معلوم ہی ہے کہ اللہ والوں کا خوش اپنے لیے صحیح مقام

چاہتا ہے۔

پنجشیر اور حرم ۱۸۷۲ء میں مکالیق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو اس دینی ادارے کا آغاز کر دیا گیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم

ناقوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے روشن ضمیر و فقا کے ساتھ اس مدرسے کے قیام پر دعیٰ سے مستند تھے۔

درس و تدریس کا اسلامیہ دین بند کی ایک پرانی مسجد میں جو چھت کی مسیحی کھلائی تھی شروع کر دیا گیا۔ عالم گور حابہ بیاندہ

میر ٹھہر میں درس تھے اور دہانی دس روپے ڈالوں تھواہ پاتے تھے اُن سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنے طلن دیوبند چلے

آئیں اور اس مدرسے میں درس و تدریس کا کام سنپھال لیں اور ان کی تھواہ بھی پڑھوڑہ مدرسے پر ہائے گوں ہو گئی۔

بندہ میں عالم گور حابہ کا صرف ایک ہی شاگرد تھا اور وہ مولانا محمد الحسن صاحب تھے اور اسے کے اجر

کا عام اعلان کر دیا گیا۔ اب طلباء کی تعداد تبدیل تر صحتی چل گئی اور یہ مدرسہ ایک نزدہ حقیقت بن گیا۔

مولانا محمد قاسم ناقوتوی نے اس مدرسے کے قیام کے لیے آٹھ اصول وضع فرمائے تاکہ ان پر کام بندہ ہو کر یہ

درسہ اپنے اپنے ایمیٹ کا ثبوت دیتا ہے۔ اس کے بعد شدت آنھ سل تک یہ مدرسہ دیوبند کی مختلف مابعد

میں علم کی روشنی پھیتا رہا چند ایک سال بھی کاریبے پرے رینہ گئے تھے۔ اب لوگوں کا جرجن اسی طرف ہوا اور طلباء

کی تعداد بھی زیاد ہونے لگی تو مدرسہ کیا گیا اس کی ایک عمارت اپنی ہوئی پاہیزی تکمیل مکان ہو چکی اور تسبیلیوں

کا خوف نہیں جائے۔

چندے کی اپنی کامیابی میں کامیاب خاطر خواہ ہوا۔ حقیقی ایک تطور میں مدرسے کے لیے باہر آگئے ایک محدث کوئی

کرنے کی اور علمی ثبوت کی اشاعت دکر دیجئے شروع ہوئی۔

قطعہ زمین حاصل ہو جانے کے بعد مولانا فیض الدین دیوبندی کے اہتمام میں عملت مدرسہ خروع کر دی گئی۔

اور بیاندہ کی طرح اسی خروع ہو گئی اور پہلی ایک سال حضرت مولانا محمد صاحب محدث سہاپنیری سے رکھوائی گئی تھی

اُن کے ساتھ حضرت میان جی سخن شاہ بھی تھے۔ گوایا اس مدرسے کی علما کی ایک رکھنے والے دو اہل اللہ تھے جو

اپنی بے نصی میں ید طولی رکھتے تھے۔

مدرسہ دیوبند کا انتظام مذاہل مرا لانا محمد قاسم ناقوتوی کے ہاتھیں تھا۔ اگرچہ ان کے کارویلہ کو سنپھانے کے لیے

مولانا فیض الدین مقرر کئے گئے تھے اور اپدھی کام کر کر رکھتے تھے جس کا اُن کو حضرت مولانا محمد قاسم کی طرف سے

اشارة ہوتا تھا۔

اس مدرسے کے اول صدر مدرس مولانا محمد لیغورہ ناقوتوی مقرر ہوئے تھے جو اشتادلکل مولانا علیک علی

کے صاحبزادے تھے۔ اس درسگاہ کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ اسلامی علوم اور اسلامی مذاہدات کی پروگرام  
خدمتِ دنیت کی طرف سے کی جائیں، اُن کو نالام بنا کر اسلامی تہذیب و تدنیٰ کی خلافت کی جائے۔ ایسے علماء  
سامنے آئیں جو ذریفِ خلافت کا کام دین یا کام سے نکل جیسا کہ مدرسہ تبلیغی پابندیان مدرسہ  
کے ذمہ میں تھا کہ جبکہ مسلمانوں کو مغرب کے سیاسی انتباہ سے آزادی نصیب نہ ہو اس وقت تک وہ اپنا  
نصیب ہیں حاصل نہیں کر سکتے۔ پس وہ ایک محض درسگاہ نہیں بلکہ وہ ایک مستقل نظریہ صادر طرزِ عمل کا ادارہ ہے اور  
محض قابلِ تعلیم کے ذریعہ نصیب ہیں نہ کہ شیعی انجیاج استاد اس کے لیے یہی کوئی خوفوت ہوتی ہے اسی لیے یہ ایک عمل تربیت کا  
بھی تھا۔

درس پرچار عرب کے بعد مسلمانوں کے اختراء کے سے وسیع سے درسیں ترجمہ تکیا۔ حکومتِ وقت اپنے مصلحتوں کی بنا  
پر اس کی طرف متوجہ ہوئی اور مرکزی اعلاءوک پیش کش کی تھی میکن دارالعلوم نے کبھی اس کی احتجاج قبول نہیں کی تھی۔ اس  
لیے وہ بہت سی بیانی پابندیوں سے ادارہ بجا بوجوہ کاری زر اعلاء کے ساتھ سالانہ آنی لازم ہے۔ اس دارالعلوم کا قائم  
سرپار اعتماد علی اللہ ہے اور ذریف مسلمانوں کے بیان برتنے پر علم اور دین کی خدمت میں منہک رہا۔ اور نیز تنگی دروں کے باوجود  
وہ ابھی روشن پر قائم رہا اور راضی روایات کو تمام کھا دارالعلوم میں درس و تعلیم کی زبان اندو قرار دی جا چکی ہے جو  
پورے ہندوستان میں رہیں اور کبھی جاتی ہے۔ کتابیں اگرچہ عربی اور فارسی میں ہوتی ہیں میکن مدرسے کی تحریر اور تحریر  
اُردو ہی میں ہوتی ہے۔

اس درسگاہ میں تعلیم بالکل کسی قسم کے خرچ کے بغیر ہوتی تھی۔ دارالاقامہ میں کھانا بھی بلا قیمت دیا جاتا تھا اور  
اور پابندی کا انتظام بھی دارالعلوم کے ذریعہ ہی ہوتا ہے۔ اس قلم کا طرزِ عمل اسلام کے اصولوں کے مطابق کیا جاتا تھا۔ اس  
کا مقصد یہ تھا کہ افراد دین سے علم اسی وقت صحیح طور پر حاصل کر سکتا ہے جبکہ وہ اخراجات سے بے نیار ہو۔ اور یہ طرزِ  
عمل دارالعلوم دیوبند نے اپنے اور لالہ احمد قراردیا تھا۔

مولانا محمد قاسم ناظمی چاہتے تھے کہ اسلامی نظام کی کوئی نگرانی بود و تصور قائم رہے۔ اگر ہندوستان میں اسلامی  
حکومت نہیں ہے تو کسی سماک کبھی اسلامی حکومت سے مرتبط نہ رہے۔ خلافت عنایتیہ کی حیات کا مقصد بھی یہ ہی تھا  
کہ عالم اسلام میں کچھ نہ کچھ مرکوزیت اور بایکوں مرتبط باقی رہے۔

اگرچہ دارالعلوم کا اس سیاست کوئی بھی سیاسی نقطہ نظر نہ تھا میکن دارالعلوم کے تمام سربرآورده ادارہ اور  
کسی نزدیکی صورت میں تحریک مجادیہ سے والبستر رہے تھے۔ تھا نہ بھروسی اور شامل ہو دیں سے نوئے میں کے فاسطے پر

جانب شمال واقع ہے۔ اس کا حدود ایک بیادگاری خالی ہے جو اس کے اعلان کے پنجے جامین پر کی تعداد میں جمع ہو گئے ان کی قیادت حاجی احمد اللہ جما جیر حکی مولانا محمد قاسم نانو توی مولانا شیداحمد گنگوہی اور دیگر علماء کو رہے تھے آخر جاہینہ نے تھانہ بھون پر قبضہ کر دیا تھا۔ انکرزوں کو تھکست فاخت دے کر اپنائی پر محروم کر دیا تھا۔ انگریزی فوج شمال کی جانب سوانح ہر قومی اور شامل کے مقام پر مدد ہمیشہ گوئی۔ اب بھی میدان جماہین کے باقاعدہ تھا۔ اور بہت سالاں غیرت اسلام کی شکل میں باقاعدہ تھا۔ جامین لے شامل پر قبضہ کر لیا۔ اسی آنٹی خراگوئی کو دیکھ پہنچنے والوں نے قبضہ جا لیا ہے۔ اب جنگ جاری رکھنا خداونصحت تجدی جماہین نے میدان چھوڑ دیا۔ انگریزوں نے مولانا شیداحمد گنگوہی کو گرفتار کر لیا۔ مگر یہ مدد رہا کر دیا۔ مولانا محمد قاسم نانو توی ان کے باقاعدہ نہ اسکے اور صرف اس وقت ظاہر ہوئے جب علم معاشر کا اعلان ہو گیا تھا اور باقی ملروں العلوم دیوبند ہیں میں گرد رہی اور آپ کے عزیز و افادہ بھی یاں اُگرس کئے تھے کیونکہ اسی مقام پر آپ نے ایک مدرسہ قائم کر دیا تھا۔

مولانا محمد قاسم نانو توی اپنے نانو توی کے ایک زمیندار کے گھر ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ نانو توی ایک قصبه ہے ضلع سان پور میں جو سان پور کے جنوب میں پدرہ کوس کے خاصلے پر واقع ہے۔ دیوبند سے اس کی مسافت بڑا کوس خرب کی طرف ہے انگرہ اس کے مشرق میں نوکوس کے خاصلے پر ہے اور دہلی سے شمال کی طرف ساٹھ کوس دوڑ ہے۔ آپ کے والد فلام شاہ تھے۔ آپ نے پنجے کا تاریخی نام خوشیدھ حسین رکھا تھا۔ اور خاندان کا محل مدھی ہی تھا اس پینچے کو بھیں ہی میں علم دین حاصل کرنے کی طرف رفتہ رفتہ۔ ذہانت بھی خوب تھی اور فطانت بھی بہرہ تھی۔ اس پیچے ہر استاد شفقت کی نگاہ سے روکھنا تھا۔

اگرچہ جمال طور پر بحیثی۔ کمزور اور پتھر دلبے مولوی نما انسان تھے لیکن نہ ہر رسایا یا تھا اور جگہ کے اعتبار سے بھی پچھے کر تبرہ نہ پلایا تھا۔ طبیعت پر بحیثی اور اسلام کے ساتھ و انسانی محبت رکھتے اور اس کی بہتری اور صفات کے لیے سب پچھے قریبان کر رہے تھے کیونکہ تید رفیع صدیقیں برداشت کرنا ان کے طلاقی عمل کی خاصیت تھی اور سعادت حالات میں بھروسے نہ تھے کیونکہ پہنچ منش اور اللہ تعالیٰ کی عبیں امداد پر پورا پورا بھروس تھا۔

تو ریکھ جامین کے پرچوش اور جلدیر جملہ فی سیل اللہ کے سپھر پر رکن تھے۔ مدرسہ دیوبند کے قیام کا مقصد جہاں دین کی تعلیم و ارشادت حصہ ایمان حضرت مسیح احمد شاہ بیگ رائے بریلوی کے خذیر جملہ اور روزِ حریت کو برقرار رکھنا تھا۔ جو غلط فہمیاں اس تحریک کے متعلق معاذرین نے پھیلا کریں اور ان کا دفتر کو روز بروز دیکھنے لگا۔

ہذا خداوند کی لذکر تمام کو بھی خود ری گھستتھے۔ وہ مجاهدین تو میدانِ جنگ میں اپنی جان بذاری کے چوبہ رکھنے سے میں صورت تھے۔ وہ اس طرف تو چونہ کر سکتے تھے۔ الگ چیز بھی تحریک کا ایک خود ری اور لاابدی حصہ تھا۔

انگریزوں نے الگ بیچاعلیم کے ذریعے مسلمانوں کی رہنمیت بدنسی کی کوشش کی تھی لیکن جلد ہی ان کو اپنی شکست کا حساب ہونے لگا۔ قہادخون نہ تنے فتنہ کا لمحہ بوریا تھا۔ قادیانی میں مژا غلام حبادار ملک کے مختلف حصتوں سے مختلف علاقوں اور لاپچی مسلح کو کھڑا کر دیا گیا تھا اُن کی ذمہ داری یہ تھی کہ مسلمانوں کی قوت اجتماعی کو کمزور کر دیا جائے۔ اُن کے خیالات تبدیل کر دیں اور اسلام کے بنیادی عقیدوں پر پھر رسانیں جائیں۔

مولانا محمد قاسم نائزی حصول علم کرنے لئے دہلی چل گئے اور وہاں علوم شرعیہ میں ہمدت پیدا کی۔ جب اپ کی عمر ۲۵ سال کی تھی تو انگریزی حکومت کے خلاف جنگ میں شریک ہو کر آزادی چاہئے والی فوج کی تیاریت ہی کی تھی۔ البتہ ناکامی کے بعد اپ کو دلوپش ہو گئی۔ اپنے دھڑو کے مقابلہ کی تھی ایک کتا میں اپنی یاد کار چھوڑ دیا ہیں۔ یہ معورہ مشاہد کے جماد کے نام سے مشورہ ہے۔

بیچاس برس کی تین میں ۱۸۹۷ء میں بھارت میں وفات پائی۔ اور دارالعلوم کے قریب جا بہ شوال و سفر بس کے ایک بسیط مقیر سے میں مر فون ہیں۔ اداپ کے پہلو دیگر سر اور وہ عالم و مجاهدین کی قبری ہیں حکومت کی امداد سے ہدایتہ اقتتاب کیا ہے۔

**مولوی ولی محمد قتوحی والا** [“فتوحی والا” آباد ہے۔ مولوی ولی محمد قاسم ناگزیر کے رہنے والے صاحب فیروز پور میں دریائے سندھ کے کنارے ایک پھر ماسا کا اؤں تھے۔ ذات کے سندھ جاٹ تھے اور ولاد کا نام الدین تھا۔

۱۸۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ مسادہ زندگی بسر کرنے پر محجور تھے۔ کاؤن میں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی تھی اور رہنے کے لیے ایک جگہ بھی تیکر لیا تھا۔ اپ کے عحفہ ندی کیوں اللہ تعالیٰ نے غیر محلی تائیش وطا کی تھی۔ صب سے پہلے ۱۸۸۷ء میں جب کہ انگریز میں اسال حق سرحد گئی۔ اس وقت مجاہدین کے امیر مولوی عبداللہ تھے اور جماعت کا مرکز شیواں تھا۔ عوام چند دن قیام کر کے واپس آجاتے تھے کیوں کہ ان کے سپر دیوبندی حکومت کی گئی تھی اس کا تقاضا یہ ہی تھا۔ ایم فتحت اللہ کے ساتھ اخنوں نے خاصی حرمت نکل رابط قائم رکھا تھا اور ان کی خدمت اگزاری بھی کی تھی۔ اخنوں نے اپنے دعظموں سے ہندوستان میں مجاهدین کی ایک خاصی جماعت تیار کر لی تھی جو ہر وقت چھلپا کا مادہ رہتی تھی۔

بود پس جنگ شروع ہو گئی تو گرفتاری کا انذر شیش ہوا۔ آپ خدا اور اپنے مریدوں کے ساتھ ہجرت کر کے حکمت پڑھنے لگے۔ اور حجہ میں نام اختیار کر لیا تھا۔ آپ کے ساتھ تلقینیاً ایک سو مجاہدین نے ہجرت کی تھی جب حکمت پڑھنے تو امیر الہادی ہبیع مولیٰ نعمت اللہ سے معقول وظیفہ ملنے لگا تھا۔ ان کے تربیت ہی سلسلہ اختیار کرنے لگے اور ان کے ساتھ صحبت بھی کثیر تھی تھی چنانچہ امیر نعمت اللہ نے ان کی شاندار کاروائی۔ آلام سے زندگی اسکر کرنے لگے۔ شادی سے ایک دو کامیاب پیڈا ہوا تھا۔ اس کے بعد دوسری شادی رچانی تھی۔

اس دو ران میں ستر منون اور ترکون کا فتح آیا اور امیر حلیب اللہ کامل سے گفتگو ہوئی تاکہ وہ انگریزوں سے جنگ شروع کر سے لیکن کامیاب نہ ہوئی۔ اس دو ران میں مجاہدین کو تباہ رہنے کا حکم بدستور دیا جانا ہوا۔ جنگ کا نیصد انگریزوں کے حق میں ہوا تو بالوں کا درود رہہ پر طرف ہوا۔ امیر حلیب اللہ کو عمل کرو گیا۔ اور کش کش کے بعد کامل کامباوشاہ امیر ایمان اللہ ہوا۔ انگریزوں سے جنگ ہوئی تو راوی پیشہ کامعاہدہ عمل میں آیا وہ کچلیں اور صادر احمد القیوم کو سرحد پھر دیتے پر محجور کر دیا گیا۔ صاحبزادہ عبدالقیوم کو ظاہر نظر پر سیاست سے علیحدہ کر دیا گیا اور طلاق مدت سے بھی پر طرف کر دیا گی تھا۔ ملکی اور دنیا کی سیاست کا حل دیکھنے کا وہ مہملا کا کاروبار بھی متاثر ہوئے۔ بغیر نہ رہا۔ اور بڑی صدک سر در پڑ گیا۔ چنانچہ مولیٰ صاحب نے اسست سے تکل جانے کا مکان لی۔ پھر ریاست امیر کے علاقوں میں پہنچے۔ حملہ میڈن باری پس ملکا قائم کیں جو اس وقت ریاست امیر کے ذریعہ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملکا قائم کرتے ہوئے صاحبزادہ عبد القیوم کی خدمت میں پہنچے۔ ان دونوں صادر احمد رخصت پر اپنے مغلیں قوب میں قیم تھے۔ اخنوں نے ایک خط آپ کو دیا اور آپ پشاور نہ پنج کے وہاں آپ میں پیاری اور زیکر مفتر سے رہے۔ جب تمام معاہلات طلب کئے تھے اور آپ کی اجلنت مل گئی مولیٰ صاحب کے اور مجاہدین سکتمان را جو انہیں حصول تھے انگریزوں کو بتلادیتے اور آئندہ معافی کے خواستگار ہوئے اور

وعدہ کیا کہ اسیکو دوہ اس قسم کا دریاء اور کاروبار کیسی نہ کوئی نہ۔ راز کی ہاتھیں بنانے میں بھل سکا کام نہیں لیا تھا۔

۱۹۲۷ء میں راضی کوٹ کے مقامی میں بطور گواہ پیش ہوئے۔ اس مقدمے میں جن قدر گواہ پیش ہوتے ہو سکوار اٹھ سے تھے۔ آپ کے یہ مرید سیاست اور چرکنڈ میں خدمت سرایا ہم رہے پچھے تھے۔ زکوٰۃ باتا عادہ نکالتے تھے اور مولیٰ صاحب کے پاس جمع کرایتے تھے اور مولیٰ صاحب اس رقم کو مجاہدین کے مراکز کو پہنچ دیتے تھے۔ مولیٰ صاحب جب چرکنڈ میں تھے تو فضل المی کے روایتی حصہ میں معلوم کر گا انہیں سیاستی تدبیک کے طور پر انگریزوں کے حوالے کر دیا جائے گا مولیٰ محمد فتوحی والے کے میری اللہ بتانے بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ انہوں

سنان کا عرضہ ہوا وہ مولوی صاحب کی رئیت پر اسٹسن لیا تھا۔ اور جامیر کی جماعت میں داخل ہو گیا تھا۔ اس نے دیاں تو جو قواعد سیکھی اور اس کے ساتھ تقریباً ایک سو مرید اور بھی تھے۔ ہم بیش ڈوبروں کی ایک جماعت پر قبیلہ کر دیئے گئے تھے۔ اس فرم کی فوجی تربیت کا مقصد انگریزوں سے جنگ کرنا تھا۔ پسختی چرکنہ میں مولوی عبد الدکریم کے تاخت کام کرتا رہا اور بعد با طرفہ کسماڑ میں کرچاں میں شرکدیا۔ اس کے ایک میا ورسال بعد مولوی عبد اللہ شریعتی چڑکنہ آئے اور اپنے ساتھ تھوڑے میں بھی لائے تھے جو کہندوستان پنجاب پاٹھا تھا تاکہ انگریز افغانیوں پر چینکیں جائیں۔

اس شخص نے اپنا نام عبد الحکیم کھدا ہوا تھا۔ جس بامیر اللہ خان نے کابل میں اپنا جشن آزادی منایا تو یہ بھی جماعت مجاهین کے ساتھ کابل لگایا تھا۔ امیر جماعت چڑکنہ مولوی عبد الدکری تنبیح نے مولوی قضل الہی کو جو اُس وقت ذریر کا باد میں قیم تھا۔ اللہ زادنا اور بلال کے ذریعہ پیغام بھیجا تھا کہ جلد جملہ مجاهین عوام کی وجہ پر کوئی کم جنگ شروع ہونے والی ہے۔ اس نے تبلیغ کر کے افغان حکومت نے اپنے چند پاہی بھیجے تھے جو جمادات کو یہ پھینکنے کا طلاقی سمجھا تھے اور تجویز کرنے سکھلاتے تھے۔ افغان حکومت نے اسٹس کے جمادات کو یہاں پہنچ کی میشیں بھی ریتیں جس کو یہودیہ اشتہار چاپ کر بڑی تعداد میں ہندوستان میں آقیم کرنے کے لیے بھیج دیئے تھے۔ کہہ دیا شدہ سے ایک بنگالی عجائب کے ذریعہ بھیجے جاتے تھے۔

اللہ زتا پیغام دلکھر جو لاگی اور وہیں عذرگایا تھا اسی کوٹ کے مقدار میں گرفتار ہوا۔

یہ بھی مولوی ولی محمد کا سرد تھا۔ ذریر کا باد کا رہتہ والا تھا اور

### مولوی ایراہیم نظام آبادی

خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ لاپول اور بندوقیں کی مرمت میں رہا۔ مہر ہذا در عجمہ تواریں اور بندوقیں تیار بھی کر رہے تھے۔ مجاہین کو اسلحہ بھی بیجھا کرتے تھے۔ تھاں کوٹ کے مقدار میں گرفتار ہوئے۔ میکن کوٹیں بیوت ان کی ہجرانہ حرکات کا نظر میں مکا۔ سلطانیہ میں وفات پائی۔ اس شخص کو اسٹس اور چڑکنہ کے اختلافات کا عامل تھا۔ اس نے بیان کیا کہ جس قدر رسمیت ہوئی تھی اس کا ایک حصہ چڑکنہ بھیج دیا جاتا تھا اور باقی کا سلسلہ خرید لیا جاتا تھا۔ یہ لوگوں کے لیے "گلادر" لفظ استعمال کرتے تھے۔

یہ مرضی سکا انہیں کوڑ جاؤ کا کارپنے والا تھا اور باجود جاٹھا۔ مولوی ولی محمد

### تاج محمد

نقوی و رائے کام پر تھا۔ اور ۱۹۰۷ء کے قریب مجاہین سے دلستہ ہرگلیا تھا کہ کتنی بڑی ریاست اور ہر سال عشری مجاہین کو بیجھ دیتا تھا۔ ۱۹۱۵ء میں مل گئی کہ ساتھ بھرت کر کے استت بیجھ گیا

اور وہاں اپنا نام نصر اللہ رکھا۔ دو تین ہیئت کا استعمال سیکھتا رہا۔ چھر جو لکھد بھج دیا گیا اور جہاد کی جنگوں میں شریک رہا۔ جب مولوی ولی محمد رکھ کر پختہستان آگئے تو دوبارہ استعمال لگایا۔ لیکن دوبارہ چھر لکھد بھج دیا گیا۔ لیکن یہ اپنے گھروں میں الگ مقدار قاضی کو روٹ میں گزتار ہوا۔

اس نے تبلیا کر مولوی عبید اللہ صندھی چڑک لند آیا تھا اور ایک صندوق جس میں ہم رکھتے ساتھ لایا تھا۔ اور ان صندوقوں کو چھاب پہنچانے کے لیے کہا تھا۔ تاکہ انگریز افسروں کو نشانہ بنانا چاہا سکے۔ چڑک لند کی اس جاعت نے حاجی تریک نڈی کے چلو میں بھی تریک کی قلعی۔ جلال آباد سے بھروسے سمجھ رہے ہوئے صندوق پہنچ کر تھا اور افغانستان کی خصیصیوں کے سپاٹ جامین کو ہم پہنچنے کی مشت کر رکھ رکھتے تھے۔

**مولوی فضل الہی** ۱۸۷۹ء میں پختہستان والیں آگئے تو گزتار کر لیے گئے۔ لیکن جلد ہی رہا کہ یہ گئے تو مزدور زمین کے ڈچک اپنی جاعت کے لیے مخصوص کر لیے تھے۔ کل نزین ۳۰۔ ۷۸ مولوی پہنچا تھا ان میں سے دوسرے تھے قاضی عبدالرؤوف کردیئے گئے۔ جو چک نمبر ۲۹۔ جمال آباد (لوہaran) ضلع ہنمان میں آنکھست رکھتے ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مولوی فضل الہی اور ان کا گروہ ہی ایک ایسی جاعت تھی جسے حکومت پاکستان نے جواہر لگری حکومت کی دارث تراوی پائی تھی صرف العامت اور نسلک گزاری سے (وازا تھا۔ تاں جہادیں جو پاکستان والیں آگئے ہیا تو عترت کی زندگی سنبھل کر رہے ہوئے تو لے جہاد کی مرگزشتوں کو اپنے صیروں میں رہائے ہوئے رہا ہی ملک عدم ہر سے یا حکومت پاکستان کی پولیس کی نگرانی میں زندگی کے دام گزارتے رہے اور کسی نے ان کی طرف توجہ نہ کی۔ اس کا سبب یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ انگریزی حکومت سے بر سر چکا رہتے تھے اور اب بھی ڈھن ہیں سمجھے جاتے تھے۔ حالانکہ ان کا مقصد پورا ہو رکھا تھا۔

مولوی فضل الہی صاحب اپنی سیاست کا ایک ثابت مرتب وقت بھی میسا کر دیا تھا پہنچ دھیستہ کی قون کر ان کو شہزادہ بالا کرٹ میں دفن کیا جائے پہنچا پڑ رہا دھیست کے مقابن بالا کرٹ میں دفن ہوئے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ کچھ وقت کے بعد جب لوگ اپنی عقیدت کی بنیاد پر وہاں حاضر ہیں تو اپنی بھی جاہر بھا جائے۔ حالانکہ وہ جاہر نہ تھا اور اس جاعت سے بڑی بد نامی سے خدا رکر دیئے گئے تھے۔ اب ان کی قبر کے ارد گرد ایک مدرسہ بھی دارالعلوم نے قائم کر دیا ہے تاکہ ان کی یادگار قائم رہے۔

## فصل

**قااضی کو رٹ کا مقدمہ یا گورنر انوالہ کیس (دیکھیں امیر الحامیں امیر نعمت اللہ)**

اس مقدمے کا زمانہ ۱۹۷۱ء۔ ۱۹۷۲ء ہے۔ مقدمے کی روئیداد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک جماعت نے اپنے کو راکیاں اور حیثیت پرستی کے جذبے کے ماتحت بملوٹ مقدمہ کھڑا کر دیا تھا۔ گورنر انوالہ سے دس میل شمال مغرب کی طرف قاضی کوٹ ایک گاؤں ہے جسے گاؤں مخلوں کے نامے میں اب اس کے قابوں کی جاگیر کا ایک حصہ تھا اور اسی وجہ سے اس کا نام قاضی کوٹ ہوا۔

جماعت حبیمین کے پانچ لوگ یعنی ایک عزیز دو لشیں محمد حسین عرف نامہ عزیز سیلان عرف الوب غلام محمد عزیز محمد احمد عرف خان ہمارے سری لوگ یا غستان سے بھر ریواں اور توں اور کارتوس و فیروز ماتحت بلا شے تھے جو کوئی نہیں سے سمجھ گئے تھے۔ یہ لوگوں کے ایک صندوق میں بند تھے جسے قاضی کوٹ میں قاضی عبدالرؤف کے مکان کیک کوٹھری کے اندرون کر دیا گیا تھا۔

۱۹۷۰ء کو سن چھوٹا نیشنل میٹینگ فیور پر صحیح چار تجھے ملتانی دروانہ کھول کر تحریری اور اوزارے کی طرف جا رہا تھا کہ قصوری اور اوزارے کے قریب اوس نے ایک آدمی کو حیثیت میں بھیجا اور کیجا۔ اس نے بند اوزارے پکارا، لکھا ہے، یہی دوسری طرف سے کچھ جواب نہ آیا۔ جب وہ سپاہی اس طرف گیا تو اس آدمی نے پستول چلا دیا لیکن گول محمد علی کے پاس سے ہوتی گردگی اور محمد علی کو کوئی گزندھ پہنچا۔ اس آدمی نے دوسری دفعہ پستول چلانا چاہا لیکن کامیاب نہ ہوا کیونکہ ایک درست آدمی نے یچھے سے اکبر پستول اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ معلوم ہوا کہ اس کا نام احمد ہے اور خان ہمارے نام سے مشہور ہے۔ جماعت حبیمین کا سرگرم کارکن ہے اور فیروز پور کا رہنے والا ہے۔

جب اس معاملے کا پروٹو ہوا اور تیشیش فریض ہوئی تو مرتبہ ہوتے قاضی عبدالرؤف کے مکان کی بھی نلاش ہوئی۔ مہرے دفن شدہ صندوق بھی رکامڈ کرواریا۔ چنانچہ خان ہمارے علاوہ قاضی عبدالرؤف بھی اگر قاتار ہوا اور قاضی عبدالرؤف بھی جو وعدہ معاف گواہ بن گیا تھا اور بستے ہم سفر کا کوئی کنام اس نے بتلا دیتھے تھے لیکن ان میں سے کثرہ سوم ثابت نہ ہوئے بردا کروئی شے گئے تھے۔ مولوی فضل المیں سباق لیٹری کسی لگنڈے کے نکل پا کر سرحد اپنے ٹکلے پر پہنچ گئے تھے۔

گزجہ افوازے مقدمتے کاغذوں پر کاٹ کیا تھا لہر دہستان کے مدینی جنزوں کا کابل کے مکتبے والوں کے سامنے سازش) ایک مرکاری گوان نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۱۹ء کے انغان جنگ میں کماحتا تھا کہ حکومت موقتہ بند کے سردار مولوی عبداللہ سندھی نے بہت سے اشتہارات پھاپ کر بندوں دستان میں تقسیم کی تھے۔ اس اشتہار میں لوگوں سے چالیں کی گئی تھیں کہ انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کی جائے۔ وہ خود بھی جوڑ کر سے بہت بخاری رقم اور بدمغیرہ کر گیا تھا اور اس نے کئی آدمیوں کو قید کر کر کھانا تھا کہ جب مسٹر فرستر (MASTER) ہادر مسٹر والی چار سوہ آئیں ان پر یہ بھی پیش کیا جاتا ہے۔ کہ پشاور میں بھی ایک بیم گورنمنٹ فوجی چوک پر پھینکا گیا تھا۔ انغان جنگ کے بعد پہنچی ریلوے سٹیشن کے قریب بھی پھینکا گیا تھا جو ضلع پشاور میں سے اور ایک بیم را پہنچای کر ریلوے سٹیشن پر پھینکا گیا تھا۔ ایک بیم پشاور میں ٹین ہول پر پھینکا گیا تھا۔ اور دو بیم را پور میں۔ ان بیموں کا مقصود فرنگیوں کو ہلاک کرنا تھا۔ ان بیموں کا معاشر ترکی کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ بیم کابل میں بنائے گئے تھے اور ان کے پہنچنے والا رضا بیگ تھا جو کابل میں اسلحہ خانے کا اخراج تھا۔

والقلیں ۲۴ مارکی تھیں اور اپنی خاصی طاقت ریختیں ادا تھیں جی کچھ کم نہیں اور دوہری کی نہیں ہر قیمتیں۔ بعض ان میں سیاہ نگ کی تھیں اور یہ طاقت راد و خطرناک ہوتی ہیں۔ یہاں سلخ اور بدمقانی کوٹ میں ۶ جولائی ۱۹۱۹ء کو لایا گیا تھا۔

اس مقدمہ میں مولوی ولی محمد فتوحی والانے بھی کوہاںی دی تھی۔ وہ اس کے تمام مراحل تفصیل کے ساتھ بیان کر دیتے۔ انگریزی حکومت سے اپنے گورنمنٹ افعال کی معافی چاہی اور آئینہ کے ساتھ انگریزی حکومت کا خوازار جان شمار رہنے کا پکا دعا و تحریر کر دیا۔ انگریزی حکومت نے اسے ہندوستان والپیں آجٹس کی حکمل کھلا جاہت دے دی۔ اُس نے گواہی کے درمیان بتلایا کہ وہ حضرت احمد شاہ والبُر بلوی کو مددی مانچتھیں جن کا خاور ہونے والا ہے جو تمام دنیا کو مسلمان بنالیں گے۔ نیز انگریزی حکومت اور انغان حکومت کے درمیان ایک بہتری تھی جنگ ہوئے۔ وہ فروری ۱۹۱۹ء کے سطح میں بندوں دستان والپیں گئی تھا۔

درسلہ ہم گواہ مولوی بالصیم نظام آبادی تھا۔ نظام آبادیک قصیدہ ہے جو دزیر آباد کے قریب ہے۔ یہ شخص بھی مولوی ولی محمد فتوحی والانے کا سرپرست تھا۔ یہ بھی مولوی فضل الہی و نوری طہری کی طرح خدمت بجا لاتا اور اس پر خیر کرتا تھا۔ اس نے دوہرہ تماہ سکانی کے مناسنگ جوان علیبوں کے متعلق تھی جو احمدیہ مسیحیہ جانے والے تھے لیکن وہ فریباً باداً و چوکنہ سی ہیں کہ وہ یہ سمجھتے تھے۔ اس نے نیز بتلایا کہ مولوی فضل الہی نے اپنی برائیت

کی تھی کہ آئینہ سر اصلاحات میں دبم کا لفظ استعمال نہ کیا جسے بلکہ "الگدست" کہا جائے اور یہ مولوی فضل الہی کی ہی جلیس تھی کہ دبم عبد الرؤوف کے گھر رکھ جائیں۔

"تین اگواد اللہ دتا تھا جو وہ مخدوم تھی واسے کامروں تھا۔ اس نے ملکی ڈرل استنس میں سکھی تھی۔ اور یہاں کوئی ایک سو کے قریب مجاہدین تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ وہ "مددی یعنی جنہیں جسے جناد کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اللہ دتا بھی جو دکن کی جماعت میں داخل ہو گیا تھا اور ملٹا پارٹری کے تحت انگریزی لشکر سے جنگ میں حصہ لیا تھا۔ اس نے قبلیاً کہ مولوی عبید الدین سندھی کا بیان سے برم، لا یا تھا تا کہ وہ ہندوستان پنج دیسیے جائیں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ مولوی عبید الدین سندھی کا بیان سے برم لایا تھا اور اس کے ساتھ ایک اتفاقی سپاہی بھی تھا جو برم، چلانے کی تعلیم دیا تھا تھا خان بیاندار۔ محمد اور اوتھا مخدوم نے اس سے برم، چلانے کی تعلیمی تھی، اس نے بخوات پر اکسلسٹ کے لیے اشتراکات بھی پشاوری سمجھ کھانا اور یہ ایک بگالی مجاہد کے ذریعے بھیج گئے تھے۔ پھر اسے مولوی فضل الہی کے پاس وزیر اعلیٰ جیسا گیا کہ مزید اعتباری ہے اُسے۔ اس نے کام تو سراخاں و صوراً المکن بعض گھر بڑوں کی وجہ سے والپس نہ جا سکا۔

ایک اور اہم گواہ اتحاد مخدوم تھا۔ یہ بھی ولی محمد فتوحی واسے کامروں تھا اور کوئی بارہ برس پر تھے اس نے اس کی بیویتکی تھی۔ یہ شخص جب احتساب پہنچا ہے تو وہاں تقریباً دو سو مجاہدین موجود تھے۔

عبد الرؤوف کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ نہ تو مجاہدین میں سے تھا اور نہ ہی وہ انگریزی حکومت کے خلاف کبھی سازش میں شرک تھا۔ البڑا اس کے گھر میں برم، لا ٹرینک رکھا گیا تھا۔ اور اس پر اس سنگھے زیادہ اعتراض نہ کیا تھا اور مولوی فضل الہی کو تمام حالات کا علم تھا اور اس کے کائنے اور بیانات کے ماختیں یہ سب کھلی کھلیا گیا تھا اور اس کا نیت تجویز ہی کوئی نقسان دنیا بابت نہیں ہوا تھا۔ سازش کی پوری خرا انگریزی حکومت کے پاس پہلے ہی سے تھی جیسا کہ مطر ایڈم سے معلوم ہوا جوہلی میں سرکاری تحریک اور اتحاد اور پرسابدگار مولوی فضل الہی کے ہی پور و رہ اور وزیر اپارس کے قرب و جوار میں رہنے والے تھے میں ہوتا ہے کہ پس قدر ایک سازش کے ماختیں بعض اغرض کے ماخت کھدا کیا گیا تھا اور نہ اس سے کوئی نقسان کا خوش بر تھا۔

اس مقدار سے کے جوں: خان بخاری نے اپنا نام احمد رکھا ہوا تھا۔ اس کے والد کا نام ناصر تھا۔ قوم بھی اور منشی دلاکار ہنہ ملا تھا جو مطلع فیروز پور کے ضلع جلال آباد کا ایک گاؤں ہے۔ اسے چونہ سال کی بڑی

ہر ٹھیکہ اس طرح کرو مقدمات میں نافذ تھا اور برابر ایک میں سات سن کو ملزاً مونٹھی۔ میں دو نوں میزائیں یہی وقتوں میں شروع ہوئی تھیں۔ اس سے تید کا زاد صرف سات سن رہ گیا تھا۔

دوسرا ٹھیکہ عالمی جمیلہ کوٹ ولد قاضی محمد حنفیہ قوم راجہوت کوٹ تھا فی کارہنے والا تھا۔ جو ضلع گوجرانوالہ میں فرمایا ہے۔ ایک قسم ہے۔ اس کا تھا نز ابتدہ ذیر آبادی ہے۔ اسے پانچ سال کی قید میں کیا ہے۔ تھیسا ملزم۔ قاضی جعید اللہ ولد جمیلہ اللہ قوم راجہوت۔ کوٹ تھا فی کارہنے والا تھا۔ یہ شخص ملزم بزرگ کا بیٹھی تھا۔ یہ دعوہ متعاف گواہ میں گیا تھا۔ اس نے اسے متعاف دے دی گئی تھی۔

ویگوگ جو اس سازش میں ملوث تھے ان میں ایک نوری جعید الیحیم تھا جس نے اپنا نام لشیر کہا ہے تھا اور اب چوکنڈ میں مردار کی حیثیت رکھتا ہے۔ نور العین سنبھالی تھا جو چوکنڈ کا رہنے والا تھا جس نے قاضی کوٹ میں بم اور اصلیہ خجا یا تھا۔ ابراصیم اور احمد تھے۔ انہوں نے گذشتہ سال اس کی طرف بھرت کی تھی اور ان کے ساتھ خان بیان بیان اور کابل حکومت کے چند عمدے دار بھی تھے۔

اس مقدمہ کے اصل ملزم تو خان بیان بعد ایک روز جعید اللہ ولد متعاف گواہ اور فرمایا ہے واسطے جنم ہیں فراہم ہو جانے والے ملزم یہ میں عمر الشہیر حسین باشندہ کوٹ بھوانی داس سیلمان المشور الیب باشندہ کوکھر ضلع فیروز پور قلعہ الیں ذیر آبادی مغلام محمد المشور محمد ولد الدلہ باشندہ خاڑیاں دولی ضلع سیاکوٹ۔ اس سلسلے میں پوسیں نے جو بیان دیا وہ اکثر ذیشمند گھڑت ہے اور ملزم کو ملزم شہابت کرنے کے لیے دیا گیا تھا اس ناقویہ ہے کہ نوری جعید اللہ ولد میں حکومت موقتہ کے ذیر و داخل تھے انہوں نے بم اور ویگوگ طبع جمع کر کے پہنچوں تھا اسکے لئے انہوں کو قتل کیا جائے۔ (عدالت)

خان بیان بیان کو فریضہ پر میں گرفتار کیا گیا تھا۔ خان بیان کا اصل نام احمد تھا۔

خان بیان نے ہر قصوری ۱۹۷۱ء کو تحریکیہ کا بیان داخل کیا تھا۔ اس میں اس نے صاف طور پر بتایا کہ وہ کسیا مجبازہ ذکری دغیرہ میں ناخوذیں پھیل دیے گی ایس کا بیان تھا۔ طور پر خلط اور من گھڑت ہے اور نہ ہی اس نے مجاہدین کے راستا کیے ہیں اور نہ ہی اس نے اسلام کے متعلق مجنزی کی ہے دغیرہ۔

## مولوی کرم الہی

قادر واللہ تھیں میں زیرہ۔ ضلع فیروز پور کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ گرفتار ہائی سکول نصیریہ میں بڑھاتے رہے۔ تجواہ اگرچہ قابل تھی لیکن پھر اپنے گوارنیسے کے کچھ پس انداز کرنے تھے اور اسے مجادین کے ہائی بھیج دیتے تھے جامعات کے لوگ خفیہ طور پر اُن کے پاس آئے اور سب کچھ جیسے کیا ہوا ہوتا اُن کے حوالے کردست تھے۔ ۱۹۳۴ء میں طائفہ سے سبکدوش ہوئے پاکستان آئے تو قصور و تپخ تور منہج ہی صدی میں بنتا ہوئے۔ اپنے صاحبزادے ہودی عبدالرحمن کے پاس پاک بہشن پہنچا درود میں تین روز بعد نہات پال۔

## حاجی فوج حضرات

فیروز پور میں صرافی کی دو کمپانی تھی۔ مجادین کے بیلر قیم جمع کر کے بھیج دیتے۔

حاجی فوج حضرات میکن پھر بھی ۱۹۱۱ء میں گرفتار کر لیے گئے تھے۔

شہوت میسا ہوئے پر رہا کر دیئے گئے۔ ۱۹۲۹ء میں دفات پالا۔

## صوفی جلال الدین

بیاست فوج کوٹ میں موافق ہیں والا کے رہنے والے تھے۔ مولوی ولی فتح علی کی تقریب میں سے متاثر ہو کر امتت پیش اور امیر نعمت اللہ کے باقاعدہ موعود کی تھی۔ دروان فرجی قواعد بھی پادری جادین میں شامل ہو گئے۔ مسکانی یعنی دسم کی جگہ میں شریک ہونے اور کمیلیک شخون میں مارے چار برسی رہ کر اپنے امیر کی ہلاکت پر مدرس اُنکے ہر سال ہزو دیکھ بلماست جلت تھے۔ اُن کے گاؤں کی آمدی نصاریٰ فیصلہ سکون کی تھی اس لیے حفظ تھے۔ بار اور بیوی کے مجادین یا ہائی اکٹھرتے تھے۔ قاضی کوٹ کے مقامے میں ماخذ نہ ہو سکے کیونکہ کوئی بھوت میسا نہ ہو سکا تھا اور خفیہ پر اس کا وہاں خلائق تھا۔

## مولوی سلطان محمد

طرع نقصان پہنچانا اپنی زندگی کا مقصد بنائے تھا۔ عام طور پر نوؤں والے مشہور تھے۔ ماقم العوف اس وقت میکن کا طالب علم تھا لیکن کئی خاندانوں کو جانتا ہے جو اپنے دیئے ہوئے نوؤں سے ہمیر کیمیں گئے تھے لیکن مکان یہ سہے کر خود ہمیشہ دال دوں پر گوارا کرتے تھے۔ اگر کچھ کام کیا جائے کہ جعلی نوؤں سے جو بھر سے ہوئے مصدق اُن کے پاس ہو رہتے تھے جو خود رہتا تھا اس کا اعلان کیا جائے۔ اُن سے جلت تھے۔ ان نوؤں کا اصل مقصد مجادین کے لیے اعلیٰ خوبی ناقا افادہ ملے۔ بھر سے ہوئے مصدق بھی اُپ کے پاس موجود رہتے تھے۔

## اُپ لاہور کے یک معزز خاندان کے رکن تھے۔ اپنے ایک مدفیت کے ساتھ نوشہ میں ایک چاپ خاتم

فائدہ کیا تھا کیونکہ وہ مقام سرحد کے بہت قریب تھا اور اس کا نام "ملحق پرنس" تھا۔ تحریک خلافت کو زمانے میں جب لوگ سچے بغاؤت کے حامی تھے تو ان کا سچے پہنچانے کا ذمہ آپ نے لیا تھا اور فتح بھی اس قدر پکے تھے کہ یہ دفعہ انگریزی پرنس کو اخراج میں کراچی کے پاس اسلام کے چند صدروں میں تو ان کی تلاش کا حکام کا ان کو پہنچ سے پڑتے ہیں لگایا تھا میتوں نے ان صدروں کو بدلا کر ہبہ بروئیسے ہی صندوق حبیا کر دیتے اور ان کے لئے سوائے کپڑوں کے کچھ بھی بندوق تھا۔

### شیخ المسند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب جاز میں انغاشتان پیغمبر کے بعد

خود ہر عزم صحیح جاند روانہ ہو گئے۔ جہاں کا طالی ان دونوں غالباً پاشا تھا مکر محظوظ کے لیکے مشہور تاجر طائفہ عرب الجبل وہی کے ذریعہ غالباً پاشا سے ملاقات ہوئی۔ ایک سے نیارہ بدلنا چاہوا اور غالباً پاشا سے دستاویزات اور تحریریں بھی اپنے طلب کی مصلحت کیں۔

(۱) ایک تحریر مسلمانان ہند کے نام تھی۔ (۲) درستخط مدینہ کے گور کے نام تعالیٰ خط تھا۔ شیخ المسند جس سے خارج ہو کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ وہاں، یہی پاشا والی مدینہ سے ملاقاتیں ہوئیں مگر مان سے معلوم ہوا کہ اور پر جنگ ترکی اور پاشا اور جمال پاشا وال شام میں مسندہ تشریف لائی ہے ہیں۔ وہ آپ کے مطابیات اور عرضیات پوری کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حبیب الدل پاشا اور جمال پاشا مدینہ منورہ تشریف سے آئے تو ان کے ساتھ تخلیقی انغاشتان صور آزاد۔ اور مسلمانان ہند کے متعلق میری تفصیل لکھ گوئیں۔ شیخ المسند نے اپنی آنکاہ کیا کہ انغاشتان اور سرحد آزاد میں لکھوں جنگ ہو رہ جد ہیں۔ اگر ان کو اسلحہ اور مال امداد دی جائے تو وہ انگریزی حکومت کی افواج کو خلکت دے سکتی ہیں۔ نیز انگریز جو لاکھوں آدمی فوج میں بھرتی کر کے آپ کے خلاف بیچج رہ جہے ہیں، ان کا جنہیں موقوف ہو جائے گا۔ ان کو حمد سے طریقہ مطالیب کیا گیا کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے نام آیا۔ انگریزی حکومت پر ایک کاری و فسیل حاصل کرو۔

انھوں نے بتایا کہ خلیفۃ المسلمين کی طرف سے ایک دفعتہ ہر من وہ کے ساتھ انغاشتان پیغمبر گیا ہے ہر کنکہ اس جنگ میں روس برطانیہ اور فرانس آپس میں صھیف ہیں۔ اس لیے روس نے وہ تمام راستے جو انغاشتان کو جاتے ہیں اب بند کر دیتے چاہیڈا۔ ہمارا وہ بڑی مشکل سے انغاشتان

پہنچا سہے۔ اب تو رس نے وہ راستے کیتی اپنے قبضہ میں لے لیا ہیں۔ ہم کسی صورت میں بھی اپ کو ان حالات کی موجودگی میں اذنا بستان نہیں پہنچا سکتے۔ رہبہ ہندوستان کے مسلمان توان کے نام فرمان جادہ ہم اپ کو لے دیتے ہیں۔ پہنچا پھر انہوں نے ایک رئیسی کپڑے پر کچھ فرمان لکھ کر شیخ الہب کے حوالے کر دیتے تھے۔ مولانا محمد الحسن بڑے مالوس ہو کر مکر معظیر تشریف لے آئے اور رئیسی خصوص کو پیش کا بند دست کرنے لگے اور ہندوستان کے راستے کسی طرح آزاد قبائل میں پہنچنے کی کوئی ترغیب بھی کی جائے۔ مکر کے شریف حسین کی بھی انگریزوں سے حصار باز ہو چکی تھی، مولانا محمد الحسن اپنے رفقاء کے ساتھ قید کر کے جدوجہد پیش کئے۔ اور وہاں ان کو انگریزوں کے حوالے کر دیا گیا۔ انگریزوں کو پہلے تو ہمدرد کے گھر پھر جزویہ مالا میں ان کو ان کے رفتار سمیت نظر بند کر دیا گیا۔

~~~~~

مولانا محمد الحسن کے پاس ایک وفادار امیر الجاہدوں عبدالکریم نے بھیجا تھا تاکہ انھیں آزاد قبائل میں آ کر علاں جاؤ کرفتے کی ترغیب دیں لیکن اپنے راستے تسلیم نہ کیا اور رابینی جگہ مولانا عبد اللہ کو بیحیج دیا تھا۔ یہ وفادار بود کیا تھا لیکن ناکام و البس آیا۔

ایک دوسراؤ نہ حافظ تشریف اللہ خان نیپال کی مرکزی گلی پہنچا تھا جو بڑے عالم اور مقبروں علم تھے۔ لیکن مشعرے کے بعد ان کو بھی بھی جواب دیا گیا کہ آزاد قبائل میں مولانا محمد الحسن کا یا نام اس سب نہیں الگ جو وہاں کے اکثر علاں اپنے شاگردوں میں مصحت تھے۔

رسمنی خط اگیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ اس پر بڑی کمی کے زمانے کے سختھا بھی تھے۔ اس خط کے ذریعہ مجاہدین نے مسلمان ہندوستان کے ساتھ عام روابط پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ یہ خط اخراجت مولانا محمد الحسن کے نام تھا جو اس وقت مجاز میں مقیم تھے۔ اگست ۱۸۷۹ء میں یہ خط حکومت ہند کے باہم آگیا تھا۔

اس خط میں اس منصبے کا ذکر تھا جس کے ماتحت ہندکی مرحد پر حکومت کے ساتھ ہندوستان ہیں بغلوت کی جائے والی تھی اور اس بغلوت کا تعلق ہر دیلان کی خدر پارٹی سے بھی تھا اس کے لیے تھیا رہی

اور کینیٹریا سے آئے تھے اور قوم بھی ان حملک کے متفقین کے ذریعے تقسیم ہوئے۔ عالیٰ تھی۔  
اس خط کے نتائج نکھلے اور مولوی عبداللہ سندھی تھے جو اپنے تین صاحبیوں عبداللہ فتح محمد اور محمد علی  
کے ساتھ مرحوم جدید کو رکھتے اور کابل میں مقیم ہوئے تھے۔

ستمبر ۱۹۱۵ء کو مولانا محمد الرحمن اپنے صاحبیوں کے ساتھ جنوبی قابل ذکر محمد سیاں منصور الصلاری  
بھی تھے جہاز کی سر زمین میں پہنچ گئے تھے۔ مولانا محمد سیاں منصور ۱۹۱۶ء میں ہندوستان والپیں کا گرد تھے  
اور اپنے ساتھ غالب پاشا جو ترکیہ کی طرف سے مدینہ کا فوجی گورنر تھا کا اعلان جنماد بھی لائے تھے جو ناپلہ  
کے نام سے مشہور ہوا تھا۔ دروانِ جنگ غالب پاشا جنگل قیدی بن گیا تھا اور اس نے اس اعلان پر دستخط  
کرنے کا اقرار بھی کر لیا تھا۔

اسی منصوبے کے ماخت کا ایں میں حکومت موافق قائم کی کئی تھیں جس کا ذکر علیحدہ اچھا ہے۔ اسی حکومت  
نے ترک حکومت سے بھی بالبط پیدا کرنے کی کوشش کی تھی اور اس سیسی میں مولانا محمد الرحمن کو یہ خطا لکھا گیا تھا۔  
اس حکومت کی فوج کا نام "جوب اللہ" رکھا گیا تھا۔ اس منصوبے کے ماخت اس فوج کے رہنمای  
ہندوستان سے بھرتی کیئے جانے والے تھے۔ اور تمام منصوبے کو ترکی حکومت تک پہنچانے کا کام مولانا محمد الرحمن  
کے پیروز مونا تھا۔ منصوبے کے مطابق اس فوج کا مرکزی مقام مدینہ منورہ "تجویز کیا گیا تھا۔ درہ امر کر  
قطضیہ ضمیریہ میں قاعیم کیے جانے والا تھا تیر کا ایں اور طرز میں بھی۔ اور یہاں کے پربراہوں کے نام بھی دیئے  
گئے تھے۔

دسمبر ۱۹۱۶ء کو محمد الرحمن بھی اپنے صاحبیوں کے حکومت برطانیہ کے پردازی شہر تھے اور ان کو  
جزیروں مالا میں نظر مبتدا کر دیا گیا تھا۔ غالب نام سے میں اس خط کا مقتولون عالم نام کے سیسی میں دیا چاہا ہے۔

۱۹۱۷ء میں ایک تجویز بھی تھی کہ صوبہ سرحد کا حصہ شاہی ہواں فوج کے پردازی میں دیکھیں جیں جو  
بدرود و دشنه اس کی مخالفت کی تھی۔ تجویز کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح پیدل فوج میں خاصی کی جاسکے گی۔  
بدرود کی دلیل یہ تھی کہ سرحد کے اکثر قابل غادریں میں رہتے ہیں اس لیے ان کے ہٹکاؤں پر محسوسی کرتا  
ہے حد شکل ہو گا اور جلد آہ کو کافی نقصان بھی اٹھانا پڑے گا۔ اس کے بعد پھر بھی ہواں فوج کے ذمے بہت  
زیادہ کام کر دیا گیا تھا۔

جنما جیسا فوج کے بل بوت پر ۱۹۱۷ء کے اخیر میں حکومت نے وزیرستان پر تھیڈ کرنے کا ارادہ کر

لیا تھا اور قبضہ کے بعد "وزک" کو اپنا پہنچ کو اڑنیا چاہتے۔ اور اسی سکے لیے پر اس علاقے میں بڑکوں کا جال پھاریا جائے۔ جملے سے پہلے عقبہ ضم علاقے میں بخت طریک بنائی گئی تھیں اور اب فوجی سنجاری اور اس دشیل میں جاتا آسان ہو گیا تھا۔

فوج فوج سے کوچ کری ہوئی "ڈنیل" پہنچی جہاں ایک پرانا تعلق تھا جسے قبائلیوں نے ۱۹۱۹ء میں مختار کر دیا تھا اور اب اس کو دوبارہ تعمیر کیا جا رہا تھا۔ یہاں ایک ہزار سات سو لوگی سکادری کام کر رہے تھے۔

وزک اسات ہزار دو سو فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہ ایک میدان ہے اور اس کی حنافل کرنے والی پہاڑی پر جنگ ہوئی۔ اس میں سکھ اور گورکھ افسوسان کی گئی تھی۔ اور اس پہاڑ کی چوپانی تکمیل برداشت سے ڈھکی ہو گئی تھی۔ وزیری زیادہ مراحت نہ کر سکے اور ہندوستانی فوج نے اس پر قبضہ کر لیا اور میدان پر قیصر کیا کچھ زیادہ مشکل نہ تھا۔

(اس میدان کے ایک حرف "ستور" کا بڑا المدعا پہاڑ ہے جو مالہ ہزار فٹ اونچا ہے اور اس کی چوپانی پر برد بھی رہتی ہے اور اس پر صبر پر کے جگلات ہیں۔

حاجی شمس الدین سکرپری اجنبی حمایت اسلام لاہور اپنی کتاب "سیاحت افغانستان" میں لکھتے ہیں۔ درآپ میں سے اکثر اصحاب کو غائب آس صدر سالار تحریک سے چاہیں سہنیریہ کا پہلے سے علم ہوا کہ کرس طرح اس تحریک کے باپوروں نے جب ہندوستان کے اندر اپنی قومی سلطنت و حکمرت کے قصر کو اختیار کے لائقوں تباہ و برباد ہوتے دیکھا تو اس کی حنافل اور بھالی کے لیے املاک و اوقاف ان خوش دو قارب اور ہر قسم کے راحت دار ارم کو لاتھا۔ ملک کو یہاں بالوں اور سرحد ہند کے تنگ و تاریک پہاڑوں میں آج پکوئی نہیں اور دشمن کی ہرشتاہ کن کوشش کے باوجود ہندوستان کی آزادی کے حدود کے پیشے کسی قربانی اور فدا کاری سے دریغ نہ کیا تھا.....

اگرچہ مدد و ملت نے اس جاعت اور اس تحریک کی طرف کا سفر توجہ نہیں کی مگر ایک زمانہ تھے گا جب ہندوستان کے اپنے بیان کے کارنے سے شہری حروف سے لکھے ہوئے نظریں گے اور مادر وطن کا ایک ایک فرزند بخافر کرتا ہوا دکھائی رہے گا۔ (ایپریل ۱۹۷۴ء)

اس صحن میں موجود علی تصریح کی کتاب "کابل دیاغستان" بھی دیکھ لی جائے۔

سید عبد الجبار رضا تھے ہیں۔

”میں نے جوئی سائیل کو تمہیکی کی قسم اور معلوم نہیں کرنے پتھر پا ہے بعد وہ سب مجادیں تینہی رہا کر دیئے گئے اور صلح کا وہ عجزہ وعدہ بھی ہو گیا۔“

عجزہ وعدہ اور غالباً پر غدر کریں۔ یہ انگریزوں کی طرف سراسر خوشی کا ایک جال بھایا جا رہا تھا تاکہ مجادیں کو گراہ کریں۔ ورنہ مقصد یہ ہی تھا کہ رشتہ دے دلا کر اپنے مخالفوں کو اپنیں کے پیروں نے قتل کر دیا جائے اور جماعت بکھر جائے یا محض دھکاوے کی وجہ سے جس طرح مردوں کے دیگر علماء، روؤسا اور مشائخ تھے کہ انگریزوں سے وظیفہ بھی لیتے تھے اور مولیٰ علیہ السلام میں اپنا اختیار قائم تھے کہ یہی انگریزوں کو بوجھا لکھنے تھے لیکن ان کے درجے زبانی پر تو تھے حقیقت کان سے کوئی مروقاً نہ ہوتا تھا۔

چنانچہ جنگ رسم و مکمل بھی اسی نعمت اللہ کے زمانے میں ہوئی تھی بر الکریم حجاج صاحب ترینگ نسل اس میں آر جھکے تھے لیکن بعد میں ان کا کیرا مٹکر کر رہا تھا اور دیگر علماء اور حدود مشائخ سے مختلف تھا۔ کما جاتا ہے کہ مولوی فضائل اللہی خاطراتہ ماز میں مصالحت اور یہے کا ذکر کیا تھا حالانکہ تو محدث تھا۔

سید عبد الجبار رضا انگریزوں کی حادیث میں تھا اور انی گزری کو سنبھالنے کے لیے ان کا مریبون منت تھا چنانچہ نصیاں میں جیسے میتھے دو گوسے افسوس یا سپاہیوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تو اس کا بدتر لینے کے لیے انگریزی حکومت سے ان پر حلا کرنے کی لیٹھان لی اور اس کے لیے ایک کشی فرج جمع کریں۔ اس واقعہ کو عام کر کے حکم کرنے کا ایک بہادر شایدیا تھا اور اس قسم کے واقعات تو ہوتے رہتے تھے۔

جب امریکیوں نے مولوی عبد الوہاب سندھی کو سید عبد الجبار شاہ کے پاس بغرض مشورہ پہنچا تو سید الجبار شاہ نے فرمایا۔ لا اعتمادیں کا مسئلہ نہ چھوڑو۔

”میں مالکانہ کی بھنسی کی معزت اصل حقیقت گورنمنٹ پر لائیس پر ظاہر کر دیا ہوں چونکہ خارج کمبل چھوڑنے والی طرف پر نہ اپنی بھی لذت جب میں اپنی طرف سے یہ حالات سنادوں تب آپ لوگ نوبت پر صاحب زادہ عبدال القیوم سے اپنی طرف سے ایسے ہی مشورہ طلبی کا اظہار کریں۔ اصلیت سے واقعہ ہو چکا ہو گا۔ اس لیے ان کی وساطت کو رد نہ کریں۔ آپ کے تقدیریوں اور روحیہ کو دیں اس کو وادیکا۔“

مالکانہ بھنسی کے ہاتھ میں صوات کی لگام ہوتی ہے۔

چنانچہ عبد الجبار نے پر لشکر ایجنسی پر چکر دے کر نام ایک مفصل خط لکھ کر مجادیں کے احوال

کے متعلق اطلاع درے دی جئی۔

اگر دلوں کیسیں اس کے خلاف تھے تو صاحبزادہ عبدالقیم تو اس کا طرف اور قطا۔ لیکن یہ دلوں، اصل میں نیکست تھے البتہ ایک افسوس درد میں اس کا پیر و رودہ۔

### سرحدی حادثہ

بہت سارے بیرونی میں داخلی ہوا اور تمام گاؤں میں سے دو کو گھیر لیا۔ جن فاسد سے زیادہ ان محلوں سے متعلق تھا جن کو فرض طور پر فوجی داخلہ کا سبب ظاہر کیا گیا تھا یعنی اڑکنی اور لشکر خان بنداجر سرحد سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے اور یہاں گاؤں تھے جو سب سے پہلے فوج کے راستے پر آئکتے تھے اور باشندوں کی تعداد جایزہ دوں پر حکومت نے قبضہ کر لیا تھا اس بنا پر اس نمائش محل کے دو اجنبی تصنیفی کی ضمانت کے طور پر یہ تقدم اٹھایا گیا ہے یعنی تصنیف سے پڑھی اپنے حق میں فیصلہ کے کریم اکاؤن پر سکارا۔ انگریزی سے قبضہ کر لیا۔

۲۴ تاریخ کو صبح ۸ بجکرہ امنٹ پر تھوڑے سے مقابلہ کے بعد درہ محلوں پر قبضہ ہو گیا۔ فوج نہ ران کے وقت رژی تیری سے کوچ کیا اور جس وقت وہ چوٹ پر پہنچی ہے اس وقت ہر طرف کوہاچھا یا ہرا تھا۔ فوج دلوں گاؤں کی تھی اور جنداشخاں کی گرتیاری میں کامیاب ہوئی۔ انگریزی طرف کی نقصان کی اطلاع نہیں آئی۔

مندرجہ بالا سرکاری اعلان تھا۔

جن محلوں کا ہمانا بنایا گیا تھا وہ یوں نظر کئے گئے تھے۔

دو ششیہ یعنی ۱۹ نومبر کی شب کو گیارہ بجے ایک جماعت نے الکس کے پل پر حمل کر دیا۔ پولیس نے دلوں جانب آتشیانی خروع کی۔ ۸ آدمی نظر آئے۔ مگر کسی فوجی کا پتہ نہیں ملا۔ ۱۲ بجے آتشیاری ہوتی ہوئی شرین روکی گئی تھیں لیکن بعد میں اٹھیاں ہوئے پر ہوتے جاتے رک گیا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس محلہ مقصود پولیس سے اٹھیں لوٹنے کا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس محلے میں یا رشاہ کے جھنگی کی کامیاب ہے۔ حملہ اور جانش نکلنے سے پہلے ہی غائب ہو گئے تھے۔ اُن کی تعداد کا تخمینہ بچاں لگایا گیا ہے۔

بعد میں بتایا گیا کہ الکس کے پل پر دو یا چار حملہ ہوا۔ پہلا حملہ جمعوں کی شب کو ہوا تھا جس میں فوجیں نے لشکر پیکنی تھیں اور اس کے بعد جملہ اور چلکے تھے۔ فوجیں میں کوئی آدمی نہیں ہوا۔ سر جملہ ہم جنوری کو ہوا تھا۔ اور یہ حملہ بلڈ گرڈ میں ہوا تھا اور اس حملہ کو جنوری کو چینا میں ہوا تھا۔ جس میں برلائی رہا یا کے ۱۸ آدمی کام اٹھے۔

# باب چہارم

اشت کے حالات

امیر الحیا میرین مولانا رحمت اللہ

امیر رحمت اللہ کی مشاہد کے بعد ان جمیعت نے مولی رحمت کو امیر مقدر کر دیا تھا۔ جو ان کے غم زارہ اور برادری سببی تھے۔ اگرچہ اس وقت جمیعت میں بہت سے قابوں اور برگزیدہ اصحاب تھے مگر کسی ایک نے بھی اپنے آپ کی امارت کے لیے پیش نہ کیا۔ حالات اس قدر ناگفتوں بہم ہو رہے تھے کہ کسی کی بہت بڑی پڑتی ہی کس جلی اگر میں تم رکھے۔ امیر رحمت اللہ کی شہادت کے بعد ان کو فتنہ کرنے سے پہلے کسی ایمیر کا انتخاب ہزروں تھا اس نے امیر رحمت اللہ کو ہی نامزد کر دیا گیا اور جمیعت کے تمام افراد ان نے ان کے لئے پیغام بھار کی جمیعت کی تھی۔

اندوں ہندو مولانا عبد الرحمن نے پہنچنے سے اور گیرا کابر تحریکس نے یہ معلوم کر کر موصوف پانیدھ موصوف صلاتہ ہیں میں خون ہو تو سے بھی خوب آگاہ ہیں امارت کی منظوری دے رہی اور اپنے جمیعت نامے پر جماد والانصار مجاہدین موازن کر دیتے۔

امیر رحمت اللہ خاموش جمیعت کے آدمی تھے۔ صبر و استقامت ان کی روشن کا تعاصر تھا۔ میظان درود مکمل در جمیعت کے معلوم ہوتے تھے لیکن حالات کا تقاضا ایسا تھا کہ ان سے بہتر شخص خلید حسین نہ ہو سکتا۔ اکابر جمیعت نے فیصلہ کیا کہ تمام امور مجلس خدمتی ہیں طے کیا کرے گی اور امیر صاحب اس کی منظوری دیں گے اور مجلس کے فیصلوں کا انہوں صرف اعتمام کریں گے بلکہ پانیدھ بھی رہیں گے۔ یہ فیصلہ ان دونی انشاہوں اور امارت کی خواہیں کے پانیدھ کے باہم اٹھا جائے گا جذبہ جماد نے ایک شانسوی جنیت اختیار کر لی تھی۔

مولانا رحمت اللہ کی امارت کا نامہ بڑا صبر آزمہ تھا۔ خلافت کی گھنکوڑ ٹھیکیں ہر طرف سے آہی تھیں۔ مگر امیر صاحب بڑے ٹیکیں تھے۔ خاموشی اور درگزدگی کے سوالے اور کچھ نہ کر سکتے تھے ان کے اختیارات تو پہلے ہی سلسلہ کریں گے تھے وہ اس پر خاموش رہے اور تسلیم بضاعت کا اعلان کیا تاکہ انشاہ بر بڑھتے پائے۔ اصل کام توجہ دنی سبیل اللہ تھا۔ اور مجاہدین جیسی اتفاقی تحریک کی بالگ درست سیکھاں تک کوئی سہول کام نہ تھا۔

اس کے لیے امیر کو خیر معلوم صورت کرنے کے لئے - دورانیش منصور یہ بنانے والا اور غیر معروف صلاحیتوں کا مالک ہونا چاہیے۔ پھر بر طافی ہند کے خلاف ایسی تحریک کو منظم کرنا اور اسے آگے بڑھانا ایک سخت کیس کی بیان کی بات نہ تھی اور وہ بھی ایسا جس کے تمام احتیارات سلب کر کے جملی مصادفتوں کے حوالے کر دیتے گئے ہیں۔  
گریاب امارت کی تصریح اور مجلس مشادرت پر بھی۔

صدرت حال یہ تھی کہ امیر لغت اللہ کی شہادت کے بعد جماعت کے چیلڈز کا ماسنیڈ تو بخشہ بریس گیا تھا لیکن اب اندر لیشہ یہ تھا کہ یہ بریس کوئی جل جائے گی پہنچ پڑھ کر کندہ میں تو ریٹھ اینٹ کی ایک الگ سجدہ بن گئی تھی۔ لیکن دنیہستان کی جماعت نے اگرچہ بڑی بخشیر کی سر کر دی گئی میں جذبہ جار کو نہ نہ کھا اور اس سلطنت میں انگریزی حکومت سے کوئی جنگیں بھی ہوئیں۔ مگر وہ دراصل مفرماستس سے کٹ پڑے تھے۔ اور مرکز سے ان کو کسی قسم کی اولاد میسر نہ آئی تھی حرف حکومت افغانستان کے بلاد پر زار کا ذیلیہ تھا جسے افغان حکومت "پولکا" کہتی تھی۔

افغان حکومت کی یہ نواہش تھی کہ سکیں۔ چوڑکنڈ اور امتس میں اتحاد ہو جائے۔ اسی لیے مولانا ایش زدے عوام کو کشش کی گئی کہ ایسا بزرگ سے مولوی خضل المی کسی قیمت پر بھی جماعت چوڑکنڈ کی ایسی میں نہ کر سکی کہ تحریک کرنا چاہتے تھے اور نہ میں کسی قسم کی مخالفت پسند کرتے تھے۔ ساف راز دلوں پرده کے انشا ہر جتنے کا خطرہ تو ہر وقت لائق رہتا تھا اور اس کا لائق نہایت ہی تھا کہ یہ راز سر بست رہے۔ مگر پونکہ جماعت چوڑکنڈ کے کافروں کے اتحاد و صلح کے حق میں قہاں لیے جمعیت مجاہدین کی تمام کردگی مفروض ہو کر رہ گئی۔

خاندان انتشار کا یہ حال تھا کہ امیر لغت اللہ کی شہادت کے بعد وہ مادے کے اندران کی ہیئت میں پانچ چھوٹی بیٹیں اور تین تھیں اور یہیں سے کوڑیا جو بیت اللہ کے شعبہ حساب و کتاب کے ذمہ دار تھے۔ یہ صاحب کو خود پر بعد رات بھیت خانہ سے معابر دعیں اور اپنی خوش رامن کے ساتھ امتس سے بھاگ کر راہ امب کے پاس پہنچ گئے جو انگریزی حکومت کا ذیلیہ تھا اور حساب کتاب کے تمام کافی ذات جلا کر راکھ دیتے ہیں یہم تین اکاغذ استیلوں مفت ہو گئے اور کوئی پورپھے بھی تو کیا حاصل کرے۔

جب جانب اشرف الدین صاحب پر دباؤ دالا گی اور ان سے رابط پیدا کرنے کی کوشش کی لگی تو وہ لکھنؤ  
جھکاگے کچھ بھر بر طافی ہند کے ایک حصہ ہے۔ اس طرح کہ پہلے وہ پٹمنہ پہنچے تو وہاں حالات سے بے خبر رہا  
عبد الرحمٰن صاحب نے ان کو قبول کرنے سے انکا کردار نہ تو ہی اشرف الدین لکھنؤت ہوئے۔ ہر سُو لوگوں پہنچ گئے جو ان کے  
ہر سے دلائل عبد الرحمن کا دلطن تھا تاکہ لقیہ زندگی ان کی پیاہ میں گزاریں چنانچہ دیاں زمین کا ایک لکھا جائیں۔

خود کر دیا۔ ایک بسی بھی خردل تاکہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور جو لوں کی ایک درکان بھی آر است کری۔ بس تو خدا پر ہو گئی میکن اس کی صوت نہ ہو سکی۔ جو لوں کی درکان بے تو جس ادنی تجیری کاری کے باعث برپا دہو گئی۔ کچھ رقوم جو خوشداں کے پاس تھیں وہ ان کی بیماری کے اخراجات پر سے کرنے کے لیے خرچ ہو گئی۔ یہ خاندان لوں شکستی کو پہنچا۔ اب ان کی نواساں نوا سے بوجوہ میں رہتے ہیں اور شکایات کی داستانیں ان کو ازبر ہیں۔ اور پڑھنا

ضرور ہے۔

اس شناسیں مولانا بشیر احسنس آنکے مدارف ان کے ساتھ ان کے چند رقصائیں تھے۔ اب ان کی یعنی میکن وزیرست ان کی جمیعت کا تھادا انتس ہو گیا۔ مولانا بشیر خوبی چواد سے مرشار تھے اور کمیت پر بھی اس سے دست بوار ہونے کے لیے تیار رہتے۔ پناہ چاہوں نے جہار کی روشنی جاری کی جس کی داستان مولانا بشیر حمدی عذوان کے تخت ہیں ہوئے۔ مولانا غلام رسول ہبھی ہندوستان سے مولانا بشیر سلطنت کرنے کے لیے تاکہ وہ ان کو ان کی جہاری روشن سے باز کر سکیں تیکی کامیاب نہ ہوئے اور واپس انکر تباہ حالات حکومت سکر ڈالے۔

مولانا غلام رسول ہبھی مولانا ابوالعلام کے ساتھ کام کرتے تھے اور خلیفہ طوبی پرہیز شخص کی الملاع حکومت کو دینا آئی کافروں تھا جو مجاہدین سے ہو اور مولانا ابوالعلام اُزدرا سے یا وہ درسم رکھتا ہو۔ پناہ چاہے ۱۹۱۵ء میں مولوی فضل اللہ ایخیں کی الملاع پر گرفتار ہوئے تھے۔ رسالت انقلات ان "ماجی خمس الدین" ۱۹۲۶ء میں۔

اب انگریزی حکومت کو یقین ہو گیا کہ وہ جہاد سے کسی حالت میں باقاعدہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ایسے کڑ جہاری کو حکومت نے بلکہ کو انداختا۔ یہ حکایت پہلے میان ہو چکی۔ خہادت کے متعلق دست کی مابین امام اللد خان کے بے ناخ و نخت ہو جانے کے بعد زاد رخان کے ھائی سرکار شاہ محمد رخان نے بلال قیس پر دزیر حرب ہے۔ تھے۔ یہ خاندان بھی ہر دلگیر نبڑی کا وظیفہ خور تھا۔

اب کاروبار جہاد پر چور گایا ہوئی قتل اللہ کی سیاست رنگ لائی اور انگریزی دلکشی تمنا پوری ہوئی۔ مولوی فضل ایخی نے ایک اور شرشر چوریا ہیں سستے تمام سیاسی آدمی فائدہ اٹھاتے ہیں اور جماعت میں تغیری پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ آپ نے پنجاب بیکال پٹھان دیور کا سوال پیدا کر رہا اور حکیمت کی برپا کیا باعث ہوئے امیر الحاہرین مولانا راجت نے حساب کتاب کا تامام بوجہ اشرف الدین پر ڈال دیا بیت المال اور جس قدر حساب باقی تھا اس سے مجلس شوریہ کے حوالے کر دیا۔ اگرچہ مجلس شوریے اس سے مطلقاً نہ ہوئی تیکن امیر الحاہرین نے اپنا معاملہ صاف رکھا۔ انتشار پر چھتا گیا اور ہر ایک کو اپنی نکو دام گیر گئی۔ پناہ چاہے ۱۹۱۹ء کو جماعت کی

تقریباً دو سو نفری یک محدث جماعت سے علیحدہ ہو گئی۔ وہ دل برداشتہ ہو کر اپنے اپنے دلن کو سدھا رہے۔ پھر اس کے بعد چار جاری بخی پارچے لوگوں کی تاریخ میں جاہیدین جماعت سے علیحدہ ہو رہے تھے۔ بونکر ان کا تعلق اندرون مسلم سے تھا اس لیے یہ لوگ جماں بھی گئے دہان کے النصار دل برداشتہ ہو گئے اور جاہیدین کی اولاد سے دست کش ہو گئے۔

پہنچ میں مولانا عبدالرحیم خوت ہو رکھتے جو اندرون ہند تمام الصد حجتتوں کے مردار تھے اور میٹن سال کا باپ تھے کہ مرا بھکت چکتے۔ پہنچ آگر کا دبوبر بادی کے اظہروں نے اپنا کام جلدی کھلا۔ آنکی رفات کے بعد ان کی بجائے مولانا عبدالحیج حضری امیر محیت انصار مقرر ہوئے۔ آپ مولانا عبدالرحیم کے نواسے تھے اور آپ کا نام عبد الرحمن تھا وفات کے قریب خود نامزد کر دیا تھا۔

ایک وفد مولانا محمد الحسن صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا تھا کہ وہ خود افغانستان پہنچ جائیں کیونکہ سرحد میں ان کے بہت سے شاگرد تھے لیکن وہ آمادہ نہ ہو سکے۔ کابل میں انگریزی حکومت کا بڑا اثر تھا اور ان کا دارہانگر تزار ہو جاتا ہے دست دیا ہو جاتا ہے بعید نہ تھا۔

### لوئی اگرہ کا محافظہ

اس وقت چڑکنہ کا امیر جماعت میان معاذ سنیدر والے تھے اور حاذ پر مولوی کاغان امیر لشکر تھے۔ جب ھرم کا چاند طلوع ہوا تو بعض خوشیں

نے انگریزوں سے جنگ بند کر دی کہ عمر اُکیا ہے اس پر یہ جنگ بند کر دو۔

انگریزوں کے قبضہ میں لوئی اگرہ ایک بستی تھی۔ در مری طرف ارٹنگ برج، آزاد افغانلوں کی بستی تھی اور در میان میں دیباٹے دیر تھا اس جنگ میں انگریزوں نے اب ہواں جہاز بھی استعمال کئے تھے پھر ان سب بجا چکے تھے اور حرف مجابرین کے آدمی دہان رکھتے تھے۔ اُن کو مولانا کاغانی خواہ پس بدلنے کے لیے کہ دیا۔ انگریز اس علاقے میں سرکل بنارہے تھے۔

اس موسم پر میں گزرتے وقت صادر ہبٹ "بھی مجاہیدین کی گلیوں کا لشہر بننا اور یہ رہائشی تھا جس نے ۱۹۱۳ء میں جو منی کی جنگ جیتی تھی۔ حالانکہ ہول جہاز اس کی مخالفات کے لیے برابر میشیں گئیں سے گویاں برسا رہے تھے۔ بونکر جاہیدین اور ٹی میں تھے اس پر یہ انگریزی لشکر کے ہی بہت سے سباہی کام ہے۔ اس میں ایک انگریز بھی شامل تھا جو "انغام طا" کہلاتا تھا۔ اور چڑکنہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ضخ بابانی مقام پر رہتا تھا۔ اور جن پار آئیں نے مودوی بیش کرتل کیا وہ عبدالحیم کی سرکردگی میں آئے تھے۔

او جب کام نہ تھا ہر جگہ اور بارہ آگر مساعیوں نے عبد الحليم کو بھی قتل کر دیا تاکہ راز انشاء ہو سکے کیونکہ وہ پنجاں تھا اور باقی سب شیخ بابا کے باشندے تھے۔

۱۹۳۷ء کی جگہ

۱۔ لکنڈھی کھرپی کی جنگ | اس وقت مردی پوش تحکیم زوروں پر بھی صاحبِ گل شید کے مقام پر عابدین نے ڈیوبنی کی طبقے ہوئے تھے۔ اور وہاں سے انگریزی سرحد و دیلیت تھی۔ پانی کی نلت کے باوجود میں ماہ تک جنگ ہوئی تھی۔ اس جنگ میں حاجی ترناگ، رئی بھی شامل تھے اور فقیر علی نگار بھی۔

۲۔ کھجوری کی جنگ | خبر کے افریدیوں سے ہٹی۔ مولوی عبد الغافل۔ مولانا عبد القدوس اور ملک خوشحال کے جنگ لانے کے باعث ہوئی تھی۔

۳۔ نائی کندھاپ کی جنگ | اس جنگ میں ایک دن میں انگریز کی تین ہزار فوج برپا ہوئی۔

۴۔ کھرپی کا شخون | انگریزوں کے تیس چالیس ہزار افراد مارے گئے۔ یہ جنگ خاصی شدید تھی۔

۵۔ پنجک پارچ کندھاپ | اس میں تین ہزار سپاہی انگریزی مارے گئے اور دو افسوں کے کرکٹ کر لائے گئے۔

بنو۔ ۲۹۔ جولائی ۱۸۵۷ء شہنشاہ اقبال حذیرہستان کے پوتھیکار لیکھنے نے گورنر جنرل کی منظوری سے یہ اعلان کر دیا ہے۔ یعنی اپنی کے ساتھ خط و تباہت کرنا یا کوئی واپسی کرنا منوع ہے۔ کیونکہ فتح صاحب کی ہر گز میاں حکومت ہند اور مکاری علاقے کے باشندوں کے حق میں معاذنا نہیں۔ بنوں کے دوسروں پاٹنے سے فتح صاحب کی خدمت میں خواجہ عقیدت پیش کرنے والے ہے تھے کہ اپنی میرزا شاہ کے مقام پر گرفتار کیا گیا۔ اس مختلف میعادن میں اکھم سنادیا گیا۔ اپنی ڈیرہ اسماعیل نہال کے جمل میں منتقل کر دیا جائے گا۔

احمدی قبائل کے سرداروں کا ایک جرگہ ڈپی مکشتر سے ملتی ہوا حاکم عطا قرئے ان سرداروں کو یاد رکایا کر آپ سردار کے ساتھ ہم عذر کر چکے ہیں کہ کسی بائیسے شخص کو جو حکومت ہندیا ہے براطی ہند کے لگوں کے سمعن معاذنا نہ رکھنا ترکھنا ہر نیا نہیں دی جائے گی۔ اگر انھوں نے اس محمد کو قائم نہ رکھا تو ان کی ناکہنڈی کا اعتدال کر دیا جائے گا۔

ان سرداروں سے کہا گیا کہ آپ کے علاقوں میں ہبھول کا لشکر موجود ہے۔ یہ لشکر گل نواز اور مشکن علم کے زیر کمان تھا۔ انھوں نے تحمل بائی اور زیرہ گڑھی کی پوچکیوں پر عکس کیا اور خاصہ داروں کی چھٹے افليس اٹھا کر لے گئے۔

مرگر وہ تک جن میں خالص اصحاب غازی مرحان خاں بھی شامل ہیں اور جو شخص عالم خدا کے برادر زادوں بعثت تمام اپنے گھروں کو رعایت ہو گئے تاکہ ان کے قبیلے کے حوالہ بر طالی علاقوں میں آباد رہیں اُنھیں ڈپٹی گنٹر کے پیغام سے آگاہ کر دیں۔

شہزادہ سراج القلم<sup>۱۹۳۷</sup>، یہاں بڑا طلاقاً عاتِ حوصلہ ہو گئی ہے اُن سے چھاپا جاتا ہے کہ روزگار کے گرد و راح میں پچھلے ڈوہنگتوں سے قبلیکیوں نے چھاپا اور شجروں مارنے کا سلسلہ بجا ری رکھا۔ بُرکوں، شیلی گراف کے تاروں اور چھبیسوں کو بیرون سے اڑا دیا۔ ۱۹۳۸ء جولائی کی شام کو معاذنِ قبل کا ایک مرگر وہ جوڑی جوڑت کے ساختہ روزگار سے صرف تین میں دو رُنگ کی تکمیل ہتھی گیا۔ سرکاری افزایش عین وقت پر پہنچ گئی ایک معمر کے کھداون دشمن کیتیں افراد بلاک اور پالیسی چھوڑ ہوتے۔

سراج القلم<sup>۱۹۳۹</sup>، ہر ٹھیری بازار پر قبلی کے ایک گروہ نے چھاپا مانا تھا ہر ٹھیری کو جاٹ کی تین تھیلیوں میں ایک تحصیل ہے اور کوئی ٹھیٹ سے ۸ میل دور مذاقہ ہے۔ یہ قصبه کو ہاٹ بنوں روٹ سے تقسیم آجائیں دُور ہے یہاں ۳۰ سو نفر کی آبادی ہے۔

چھاپا نارے والی جماعت، رات ساڑھے دس بجے بازار میں داخل ہوئی اُنھوں نے جو بیس روکافوں کی ایسٹ سے بینٹ بجا ری اور دو کو زندراں لش کر دیا۔ بہادر خیل اور گرگر کے چھیوں نے اُن کا یہ چھکا کیا اور بیشتر اس کے کردارہ تباہی علاقے میں داخل ہوئیں جائیں۔ اس مقابلے میں پانچ لاکھ مارے گئے اور دو کو زندہ گرفتار کر لیا گیا اور اُن سے بہت سا سامان بھی واپسی کیا گیا۔

۱۹۴۰ء اگست، ۱۹۴۱ء کو ایک وندر صورت حال کا میمع طور پر اندازہ لگانے کے لیے فقیر ایسی سے ملاقات کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ تو محکم حکومت ہند نے ایک اعلان شائع کیا کہ علاقہ کھرے میں بمباء ری کی جا رہی ہے اس لیے نہیں کہا جاسکتا کہ فقیر صاحب اپنی دہیں ہیں یا کسی اور جگہ چلے گئے ہیں۔ اس لیے دُنکوؤں کی تلاش میں جانشی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ خدمت ہے کہ فقیر صاحب کا ایک صاقب ہر دل جل کرنے والا ہے۔

۱۹۴۱ء اکتوبر، ۱۹۴۲ء میں بھی خورشید انور خان۔ جن کی مرگر دگی میں جھاکنیشہ خیل رہا تھا اُنھیں سب سے پہلے درجتِ اُنڈا امیر طاحیری کی طرف سے اسلامی پنجی تھی۔ اُب خانہ بیٹی پری میمع نفری اپنے دونوں ہیلیوں کی سرپرستی میں ایک آباد بھیج دی تھی۔ ان میں سے بڑے کا نام شہزادہ برکت اللہ ہے۔ وہ مرزا مسیں مدرا الہام کی خدمات انجام دیتے ہیں اور درس کا نام مفتیۃ اللہ ہے۔ وہ مدسرہ حانیہ دہلی ناظرۃ العظیم ہے اور مرکز

میں مالا داعلہ اور قاضی عسکر ہیں۔ عجایبین اکس کا یہ گوہ جعلدار بلکہ اللہ بنگال اور حجود ارجمندی کی زیر نگرانی  
بھیگنی خدمات بجا لارہا ہے۔ مدارالمام صاحب و صفت اور ان کے بھائی فضائل بیڑاہ قاضی صنیفۃ اللہ سلا عسکر  
دونوں بانی باری اپنے سارے شکر کی عمری تک ان فتوحات ہے ہیں۔

**مولوی برکت اللہ ابن امیر رحمت اللہ** اب ۴۰ ہیں باخ و جوان ہو گئے ان کی شادی

امیر رحمت اللہ کی طریقہ صاحبزادی رقیبی بی سے ہوئی قرار پائی۔

مولوی برکت اللہ نے اس خوش میں جماعت سے پوشیدہ درسی کئے پار ایک قریب و نظر میں مختلف مسلسلی منفرد  
کی رات کو اس سے مند پار کئے تاکہ اس عقل میں خرکت کر سکیں۔ امیر رحمت اللہ الگ چہ مغل کے الفقاد سے  
بے خبر تھے مگر اکابریں جماعت کو اس کی اطلاع میں رکھنے پر وہ طلوس درباب کے کیم خلاف تھے یہی نہیں بلکہ شو

مع۔ رات ہی کو مولوی برکت اللہ کو راستے میں جالیا اور ان کی طلاقت کی گئی۔

صحیح کوتاہم جمیعت کے پروگر اکٹھا ہے ادا امیر صاحب کو صورت بدل سے آگاہ کیا تاکہ اس کی مناسب تلاش ہر  
سکے۔ تکریبی خود غرض عناء خر فہر امیر رحمت اللہ کے بعد جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔ امیر صاحب کو تازیہ  
کرنے والی اپ کو اور برکت اللہ صاحب کو موجودہ رشتہ سے برگشتر کرنا جاہتے ہیں۔ اس سلیمانی سب کو ہو رہا ہے۔  
آپ اس سے تازیہ نہ ہوں۔

ماہم امیر رحمت اللہ نے مجلس شورے اور اکابریں جمیعت کے روپ و رسم اسے اکابریں جمیعت نے صورت حال  
فیصلہ کے لیے اس کے ساتھ رکھی کہ اس جمیعت کے نئے مالا تاریخ میں کبھی ایسی کوئی عقل منعدہ تھیں کہ کوئی امن  
اس کا سربراہ ہونا چاہیے اور اعلیٰ کرنے والے کو شرعی تراہیا تدبیہ کی جائے۔ امیر صاحب نے صولات کا جائزہ  
لے کر فیصلہ کیا کہ برکت اللہ کو کوئی سزا نہیں دی جاسکتی اور یہ شادی بھی اسی ہر خدا ناجام پائے گی۔

پہنچا پھر برکت اللہ کا عقد امیر رحمت اللہ کی صاحبزادی سے ہو گیا۔ دعوت و لیمہ تیار ہوئی تو جمیعت سے مولائے  
چند رخفا درستون کبھی نہیں دیکھ کی دعوت میں شرکت نہ کی۔ اور اطراف سے دوسرے لااؤں کے لوگوں کو بلو اکروہ پکا  
ہوا کھانا کھلا دیا گیا۔

اس راتھ نے امیر صاحب اور جمیعت کے درمیان ایک خلیج طائل کردی۔ اللہ پر ہی عصر بعد ایل جمیعت  
اور اکابریں نے امیر رحمت اللہ کو بیت المال اور حساب کتاب مجلس شورے کے حوالہ کر دیتے گئے۔ انھوں نے

حساب کی کتاب کا مکمل تاریخ الدین پر بڑا دیا جو کہ جمیعت سے باچک تھے اور بیت المال کا بھی حجۃ نصف یا کمپنی  
اہل خور سے کے حوالے کر دیا۔ مگر وہ اس سے مطلقاً نہ ہرگز اور اختلاف کی خلیج پڑھنی کریں۔

**۲۰۱۷** میں جماعت کی تقریباً چال سفری کی سخت جماعت سے علیحدہ بھرگئی اور ملالت سے  
ذل برداشتہ ہو کر یہ لوگ اپنے اپنے وطن چلے گئے۔ ویسے بھی کچھ لوگ لٹیلوں کی صورت میں چال پائیں فقری یا  
کہوں میں جماعت سے الگ ہوتے رہے۔ پونکہ ان کا تعقیل جماعت کے اندر من ہنہ سے تھا اس لیے یہ لوگ  
بھاں بھی کچھ دوہاں کے انصار دل برداشتہ ہو گئے اور مجاہدین کی اسلام سے درست کش ہو گئے۔

مولانا عبد الرحمٰن پندرہ میں فوت ہو گئے تھے جو کہ اندر من ہند تمام انصار دین جمیعت کے رکردار تھے اور جسیں مال  
کالا پانی کی سزا کے بعد بھی اخنوں نے کام جاری رکھا تھا۔ ان کی بجائے مولانا عبد الرحیم جعفری ایم جمیعت انصار  
مقرر ہوئے۔ مولانا عبد الرحمٰن کے نواسے شفیع بن کاظم کو اخنوں نے اس کام کے لیے خود ہی نامزد کیا تھا۔

جمیعت اس سے مجاہدین کا چھٹی چھٹی لٹیلوں میں اور انفلاتی اخلاج مرید رہا۔ برکت اللہ صاحب تمام  
حالات پر حادی ہو گئے۔ ایم جمیعت اللہ سے بلا سلطہ تمام اختیارات ان کو منتقل ہو رہے تھے۔ قیامتِ المال  
کا کوئی حساب کتاب یا جمیعت کی آمدی کا کوئی حساب نہ تھا اور نہ ہی یہ دونوں حضرات حساب جانتے تھے۔ حقیقت کہ  
اہل جمیعت کی فقری جو ایم جمیعت اللہ کے دور میں ایک بڑا سے زائد تھی اب ایک سو سے بھی کمہ کثی را دیجی  
ایسے لوگوں کی قسمی جو نرپائیے قسم نہ جائے اندر من مکمل تھے۔

**۱۹۱۹** میں صبغت اللہ دین پرست سے فارغ التحییل ہو کر والپرس آیا تو مرکزیں ختم ہو رکھا تھا۔ جریان  
میں دشمن پندرہ آری تھے اور ان کا کام ہر فرہنہ اور کھانا پینا تھا۔

تاہم اندر من ہند تمام جماعتیں کام کرو رہی تھیں۔ اگرچہ ان کی تعداد اکابر صرف مولانا حجۃ  
باتی رہ گیا تھا جبنت اللہ نے دس ماہ کو وہ کامیاب گرام بنایا اور ۱۹۱۹ء میں ایل۔ بیار سے کہہ بھاں  
تک دوڑہ کیا۔ جمیعت اور انصار کی جان میں کچھ جان آئی۔ مگر ایسی جماعتوں کے سوار جو انصار مجاہدین ہوئے  
کہاں جو جدید پیری مربی کے روپ میں اگھے تھے اور جمیعت کی آمدی کو اپنا زال اثاثہ اور حلقة سریزی بنالچکے  
تھے اس سے ناخوش تھے۔ وہ بھی جمیعت مجاہدین کی اولاد پر آمدہ تھے۔ مگر حساب کتاب دینے کے لیے تیار  
تر تھے اور جو دیتے تھے وہ بھی نیزت کے طور پر اس لیے کہ ان کی سواری کی منظوری ایم جمیعت مجاہدین کی خلیل  
پر منحصر تھی اور ایم جمیعت اللہ ہر اس شخص کو مندادار علاوہ کردا دیتے تھے جو ان کی خدمت میں کچھ مغلول

رقم پیش کر دن تھا۔ اس سے جمیعت کی تبلیغ اور تنظیم انصار میں بھی تحریق پیدا ہو رکھے۔  
اس صورت حال کی اصلاح کی کوشش کی گئی۔ معاملات، بشریتی میں بھی تحریق تھے۔ اس درجے کا انتہی ہوا تھا  
کہ مولوی برکت اللہ اپنے باردار اصرار سے خالق ہر کو ان کے خلاف ہرگز مسما داؤں کا بھائی جمیعت میں اپنا  
اڑو و سوچ بھیجا کر اپنی کا حرفی نہ بن جائے۔ امیر رحمت اللہ نے صبغۃ اللہ کو عبادہ ارجات دینے سے  
انکار کر دیا لیکن بعض نئے منصوبے بھی ان کے سلسلے پیش کر رکھتا تھا کہ جمیعت کی تخلیل تو کی جا سکے لیکن انہوں  
نے سب کو رد کر دیا۔

صبغۃ اللہ ان حالات سے برکتہ خاطر ہو گیا اور سے ۲۰۰۷ء میں جمیعت سے اگل ہر کو اپنی بھروسی کو ساخت  
لیے گوئے امیر رحمت اللہ کی دختر تھیں ولی آگیا اور اس جگہ کچھ کاروبار شروع کیا اور وہیں سہائیں اختیار کر لیں  
کہی مولا ن عبدالغیث صاحب ہو کہ اب جماعت انصار مجاہدین کے سربراہ اعلیٰ تھے۔ باوجود ضعف العمری کو سدھایا تھا تو  
انھیں حالات سے بچانا کیا گیا۔ اگرچہ آپ ان حالات سے قدر سے اتنا تھے لیکن تفضل نہ جانتے تھے۔ سن کرنے میں ہرستے  
اور عزم کیا کہ اصلاح حال کی جائے۔ جو حالات انھیں معلوم ہوتے ان کی مزید تصدیق انھوں نے اپنے معمد خاص  
مزدی فتح سے جائز اور جب حلم ہوا کہ حالات ایسے ہیں، یہ تو پھر اصلاح کی طرف متوجہ ہو رہا تھا پھر تمام ماتحت  
الصلد جماعتوں کو متوجہ ہے کی پیدائش تھی اور کوئی اشخاص، بارک اللہ اور صفات سے حسین کو اصلاح حال کے لیے مدد ملنے  
کیا جس سے امیر رحمت اللہ اور برکت اللہ صاحب کافی پریشان ہو گئے اور مولا ن عبدالغیث سے مطالبہ کیا کہ ان کو  
والپس بٹایا جائے ان کے جواب میں مولا ن عبدالغیث صاحب کا خط امیر رحمت اللہ صاحب جماعت کے آپ کے  
خفیہ خط و کتابت کے اصول پر کھوکھا کیا کہ مرسل اور مرسل الیہ کہ قرآن کریم کسی آیت سے مدد کر جو اس کے نام سے مطالبہ  
رکھتی ہو مخاطب کرتے تھے۔ رحمت اللہ و خداوند سے مراد امیر رحمت اللہ تھیں۔ بالتعلدن بغیر سے مراد مولا ن عبدالغیث  
ہیں۔ (نوادرستی طلب کاں ریکھیں)

مولانا عبدالغیث نے اصلاح احوال کے لیے ان ہر دو حضرات کے ماقابل کو فرم دیتے سے انکار کر دیا  
تھا۔ جب برکت اللہ کے پاس کوئی جلوہ نہ رہا تو سید عبدالجیل شاہ سقراطی سبق بادشاہ سوات کوئے کردیں  
یہیں صبغۃ اللہ کو مظہر کئے۔ سر طرف مذکورات ہوئے۔ برکت اللہ نے گزشتہ کردار کی معافی چاہیں اور آئندہ  
جماعت کی بے غرض خدمت کرنے کا وعدہ کیا۔ برکت اللہ اور صبغۃ اللہ پیشہ گئے اور مولا ن عبدالغیث سے دو قسم  
دن گفتگو رہیں۔

اپنے ایک لائچھے عمل پر متفق ہو رکھئے اور قیمت کار کر دیا۔ صبغۃ اللہ علیہ دوبارہ جمیت میں شاہاب ہونے پڑے جو درود یعنی گھنے کے۔ جنہاً نے صفت افڑا پانی کا درود بھر کر اسیں چلا دیا اور صدر مجلس خورشید کے طور پر کام شروع کیا۔ (غوث رشیت کا پی خطل) جلد ہی جنگ کشیر کا اعلان ہو گیا۔

تقرباً اسی تعریٰ مجاہدین اس بھگ میں ابتداء ہی سے خریک ہونے کے لیے روادہ ہو گئے۔ دُوہاں بعد جب یہ ٹول دلپس ہوئی تو، پھر ایک رفع و ہبی اختلافات خروج ہو گئے اور صبغۃ اللہ ایک بار پھر جمیت سے علیحدہ ہو گئے اور اس دوران میں تبیہ مجاہدین بھی رخصت ہو گئے۔ صبغۃ اللہ را لوپنڈی آگیا اور بھارت میں حرف پندرہ آدمی رہ گئے اور وہ بھی ایسے کہ جن کو بطور خانہ پری سے بھرتی کیا گیا تھا۔

۱۹۵ء میں امیر محنت اللہ نے استھان کیا۔ اس حالت میں کافی پارسیں حال کوئی نہ تھا۔ برکت اللہ لیکے سازش کے مسلسل میں پاکستان میں کوتارہ ہو جا تھا۔ اُن کے تمام اٹاٹے اور وہ جایاں اور جویت المال سے سے خریدی گئی تھی حکومت پاکستان نے ضبط کر لی تھی۔ خود یا خیال بعد قید سے ہوا ہوئے۔ بے دست و پا اور بھروسہ ایک دفعہ پھر تنگال کے درمیے پر گئے کہ شاید کوئی نئی سیبل تکل ائمہ مکہ مشتری پاکستان کے ہنگلائش بخت کے درمیان فریضیوں کے باقاعدگی اور اخلاق نے ان کی اس تقدیر ایذا رسانی کی کہ یہاں ہو کر کسی طرح اس دلپس اکٹھے اور ستائیں دسمبر ۱۹۶۳ء کو وفات پائی۔ اما اللہ فرانتا ایسا کہ جوں۔

مرکز اسکن کی تمام رقم اور اٹاٹے برکت اللہ کے قبضہ میں چل گئے تھے۔ اب وہ اُن کے بلا خڑکت غیرے مالک تھے۔ پشاور میں مکان بنوایا۔ دران شوگر مٹر کے حصہ خریدے۔ زمین کا قطعہ درمیے مکان کے لیے خریدا تھا۔ ایک شخص کو شرکتی کاروبار کے لیے دس ہزار روپے دیتے تھے۔ ایک ہوڑہ خریدی تھی جسے زیر استھان رکھتے تھے۔ اور بیک سیف فی پارٹی میں کچھ اتنا خدا جیسے بیک کے چلت حساب میں تقسیماً پہیں ہزار روپے تھے۔ امیر محنت اللہ کے پاس کچھ بھی نہ رہا۔ جماعت تو ختم ہو جیکن تھی۔ اپنے ادارہ خاندان کے اجزاء کے لیے قرض پر گزارہ چلتا تھا اس امید پر کہ برکت اللہ رہا ہو جائیں گے تو تمام قرضے چکار میئے جائیں گے مگر ان کی یہ امید بھی بھرپور نہ ہوئی۔ برکت اللہ صاحب کی وہی کے لیے سید عبد الجبار شاہ سلطانوی کے ذریعہ کوشش کی گئی تھی مگر برکت اللہ پر جو ازالات تھے اُن کے پیش نظر سید عبد الجبار شاہ اپنے آپ کو بلوٹ کرنا نہیں سمجھا۔ سچے اصل معاملہ یہ تھا کہ سید عبد الجبار نہ ہو بھی برکت اللہ سے نادار من تھے تاہم بلا سلطہ کوشش کی گئی مگر کامیاب نہ ہوئی۔

جیعت عالیہ مجاہدین کا نام بھی ختم ہو گیا۔ مولانا عبدالغیر بھی ۱۹۴۵ء میں پیشہ میں فوت ہو گئے۔

مولانا صبغۃ اللہ اپنے متعلق رقم طلاز ہے۔

برکت اللہ کی دعات کے بعد میں خود اس سی گیا تھا۔ سب سے پہلے قرستان گیا۔ ایک بھر کے پیٹے میری نظر و قلب پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ جس کو لفظوں میں ادا نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے ان سیکروں مجاہدین نے سیل اللہ کی قبور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش ہو رہی ہے۔ ان کی طفیل اللہ تعالیٰ برکت اللہ کے گناہ ہم معاف کر دیتے۔

اب اس سی گیکی مدد یاد ہے۔ تین بیٹیے۔ فراہمیتے۔ خالد اور روح اللہ رہتے ہیں۔ ان کی جیساں بھی ہیں۔ مجاہدین کی وہ بستی جو ان ایک ہزار حصہ زائد مجاہدین خدا کے لیے اپنے بروں کو تھیلیوں پر رکھے ہوئے تھے۔ پھر اسی ملک عدم ہوئے اور کچھ زندہ ہی چلے گئے۔ وہاں کھنڈرات کے سوا کچھ نہیں۔ صرف برکت اللہ کے دو تین مکانات ہیں اور جہاں کاشت کار۔ باقی ویرانہ

مسجد یعنی منورہ ہر جملہ ہے جہاں کبھی دن رات تک نہ کوہ جلال کا غلطیل رہتا تھا۔ رہنے نام اللہ کا۔ اس مورث حال کی روشنی میں ہیں نہیں تھی۔ اسی مسجد میں دو رکعت نفل ادا کیئے۔ مسجد وہ کراپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔ جسی ہی آنسو میرے سے سریاں حیات تھے جو اس مسجد کی مدد ہیں گوئے کھنک ہو گکے۔ پھر اپنے رشتہ داروں۔ چنان لاد بنوں اور بھاجوں سے ملاقات کی۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور دو تین گھنٹے کے بعد والیں آگیا۔

وَاللَّهُ عَلَى الْمُنْقَرِ كَيْل

صبغۃ اللہ اپنی

برند جمعرات۔ ۸۔ ٹھران المکرم ۱۳۷۳ھ

۲۹ جولائی ۱۹۸۲ء

بلوینڈی۔ اسلام آباد

# بابِ پیشہ

## مُخَلَّفٌ مِنْ بَعْدِ حُمُّرٍ خَلَفَتْ

”پھر ان کے بعد ایسے ناخلف جانشین ہوئے۔

تحریرات کے زیر اثر ایسے بے ہمت لوگ پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے حقیقت  
ضالع کروی اور اپنی خواہشوں کے پرستار ہو گئے۔ جس عمل پر ان کے اسلاف نے غدیر ہبی  
زندگی کی عمارت اٹھائی تھی جب وہ عمل پیوگیا تو زندگی کی ساری بنیلوں ہل گئیں۔ پیشہ کا  
دارالشاعت ایک بے عمل ادارہ بن کر دیا گیا اور وہ مرکزیت بھی خاب و خیال ہو گئی جس  
پر بجا طور پر غصہ کیا جاسکتا ہے۔ اب وہ وحدت باقی در رہی اور چھوٹے چھوٹے گرد ہوں میں  
 منتشر ہو گئے۔ عمل و حقیقت سے کیسے محروم ہو گئیں۔ عمل کی جگہ اب دنیا پرستی نے لے لی  
 ہا در خود ساختہ تمہارا طبقہ اعتماد کرنے لگے حالانکہ غدیری رسول ملازمین کے علاوہ بھی بہتر سے  
 بہتر بذی فہیما کرنے پر قادر ہے۔

سے میں نے یہاں اک جس پر ہر عتاب انگریز کا۔ اس کی دنیا ہند میں روکر سنو رکھتی نہیں۔  
خاندان صادق پور کے مقیم ازاد دینی املاک کی تباہی اور ضبطی کا صدر مردمہ اشتاد  
کر سکے اور تحریک بھابھیں سے نہ صرف دست بذریعہ ہو گئے بلکہ اٹھا اُس سے ختم کرنے کے  
لیے دشمنوں سے سازیاڑ کرنے لگے چنانچہ ملاحظہ ہو علیم عبدالمجید کا خصیہ خط جو آپ نے  
 حکومت ہند کو لکھا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ دشمنوں نے اس قدر جلد ان پر اعتماد رکیا اُنہوں  
 نے نہ صرف انگریزی سندیں حاصل کیں بلکہ انگریز کی ملازمت بھی اختیار کر لی۔ یہ تو تسلیم ہے کہ  
 زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے اغیرہ مصارف کی ضرورت ہوتی ہے اور اُسے میاں یہ کہ بغیر  
 زندگی کا صدر اچل نہیں سکتا یعنی یہ بھی کیا ضروری ہے کہ غیر کی ملازمت اختیار کی جائے۔  
 اغیرہ اس تدریک شیر تعداد دنیا والے کیا ملازمت پر اخسار کیئے ہوئے ہیں بلکہ دیکھا جائے تو  
 ملازموں سے بہتر بذی فہیما پیدا کئے والے غیر ملازم ہی ہوتے ہیں۔

بعد میں انگریز نے اس خاندان اور اس کے والبستگان پر اعتماد کرنے اشروع کر دیا اور ان کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کر دیا گیا۔ انھوں نے بھی اپنی وفاداری کا سخت لپراپورا ادا کر دیا تھا اس سلسلے میں امیر جماعت مکر زیہ مولانا الجیبیر کا خط ملاحظہ ہے

## مولانا الجیبیر کا خطاط امیر رحمت اللہ کے نام

۲۶ شعبان ۱۹۲۵ء

رحمت من اللہ و رضوانہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ! آپ کا خط موصود ۳۰ جون معرفت باری صاحب پنچا۔ آپ نے ایک خاص طور مضمون کے بعد بھی آپ نے لکھا کہ برندہ خطہ بنا سے زبانی بیان کے حالات دریافت کر لیجئے تاپ کے خط کو پڑھنے کے بعد ہم نے فرستادہ سے دریافت کیا کہ زبانی توجہ کہنا ہے سو کہتے تاکہ دہان کے حالات معلوم ہو جائیں۔ مگر اس کے جواب میں انھوں نے چند متفرق الفاظ تو فرزد زبان سے ادا کیے لیکن میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں کیا اور ان لوٹے ہوئے جملوں سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکا۔ بہر کیف یہ ہے ان کی زبانی بالتوں کی کیفیت کی گزشت۔ بات یہ ہے کہ تقریباً چار سال سے قبل جب کم سنتے دونوں فرستادہ نہیں پہنچے تھے اس وقت تو توجہ کچھ تھے آپ تھے یا آپ کے عزیز برکت اللہ اور جو کچھ رائے تھی وہ آپ ہمی دونوں کی حقیقی کیوں کہ ان دونوں فرستادوں کا دہان وجود نہیں تھا۔ مگر کچھ بھی جو دہان کے حالات تھے یا اب تک ہیں اور جس کا شہرہ بہت دودھ دُرستک پھیل پھکا ہے اور اس کے خیال کرنے سے بدن کے رو نگھٹے کھڑے ہوتے ہیں تصور میں بھی لگن اور کراہت کی وجہ سے مثل پیدا ہوتی ہے۔ ان حالات کے متعلق چو متفرق طریقے سے میرے کان میں پہنچے تھے یہی بعد ویگھے چند سوالات آپ کے مطیع فتح اللہ مرجم سے ہم فریکے اور ہر سال کا جواب مرجم نے دیا کہ واقعہ صحیح ہے۔ کیا ان بالتوں کے متعلق جوان دو فرستادوں کے پہنچنے کے پہلے سے جاری ہیں آپ دونوں صاحبوں کے اندر کچھ الفعال اور استحیا کا مضمون پیدا ہوا ہے یا نہیں۔ برکت صاحب

کے سامنے ہم نے اُن مضاہیں کو پیش کیا تھا تو اُس کے جواب میں انہوں نے کہا تھا جو کچھ ہو جکا اس کو اللہ تعالیٰ معاف کرے۔ آگے سے اختیاط کا وعده کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی اُس وقت سے اس وقت تک متواتر ہی بھروسی میں رہی ہیں کہ حالات میں کچھ بھی تغیر نہیں ہوا ہے۔ وہی اٹنگا وہی سلسلہ جو پہلے تھا سواب بھی ہے۔ برکت صاحب سے جن تفصیل کے ساتھ نو گھنٹے باقی ہوتے ہیں اس کو ہم کیوں کہاں کرایک خط میں لکھ سکتے ہیں۔ آپ لوگوں کی طرف سے بار بار اس بات کا تقاضا ہوتا ہے کہ بارک اللہ کو والپس بالا لو۔ مگر شیطان نے آپ لوگوں کو اس چیز کے سچے کاموں عنیں دیا کہ وہاں کی کوئی بداعالیوں سے پریشان ہو کر پہلے ایک اس کے بعد درس صاحب بھیجے گئے ہیں۔ ایک بات ہم نے برکت اللہ صاحب سے کہی تھی۔ اسی کو پھر ہم آپ کے سامنے بھی دہراتے ہیں کہ ہم کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے خاندان والوں میں نہ اب دین باقی ہے نہ خاندانی روایات۔ نہ خاندانی نہ شرم اور حیا فقط۔ والسلام  
 (بما تعلمون خیر) (بما تعلمون خیر)

مجاہدین کی خط و کتاب کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ ہمیشہ جب کسی کو خط لکھتے تو ابتدأ ایک ایسی آیت قرآنی سے کرستے جس میں اُس کے نام کی رعایت ہو اور انہیں اپنے نام کے لیے قرآنی آیت سے مد لیتے تھے چنانچہ مندرجہ بالا خط میں رحمت من اللہ سے مطلب امیر رحمت اللہ ہیں اور بما تعلمون خیر سے مطلب مولانا الجیر صاحب ہیز جو چشمیہ میں مولانا عبدالرحیم کے بعد تحریک کے سرپرہ مقرر ہوئے تھے۔  
 اس تحریک کا مرکز لویں ختم ہوا۔ لیکن تحریک کا پیدا کردہ جذبہ ختم نہ کیا جاسکا۔ جا بجا چھوٹے پھوٹے مرکزوں بن گئے اور اکثر مجاہدین کے اندر رہ کر خصیہ طور پر اپنے کام میں معروف رہتے ہیں اور حاکمان وقت کو اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا تھا۔ سرحد پار البتر اس تحریک کا مرکز ابعی قائم تھا۔ لیکن اس گھر کو بھی آگ لگ کر کمی گھر کے چڑاغ سے۔  
 اب عام حالات میں بہت تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ پہلے تو مجاہدین کے پاس دشمن کی قوپ کا کوئی جواب نہ تھا۔ اب دستیاب۔ ہمائی جہاز اور دوڑ مار قوپیں بھی یا جادہ ہو کر میدان

میں آگئی تھیں۔ دست بدست تلوار کی جگہ اب قصہ پار نیہ بہوچکی تھی۔ اس لیے ضروری ہو گیا کہ جہاد فی سبیل اللہ کا رخ بھی بدل دیا جائے کہ کس طرح اور کیوں کرو۔ دشمن کی سازشیں اور بالخصوص اُس کا سیم وزر جس کی اب کوئی کمی نہ تھی کیوں کہ مل ہندوستان اب ان کے زر نگیں اور خدا نے کے اخراجات پر حرف گیری نہ ہو سکتی تھی۔

پٹنہ نے البتہ اپنی اولیت کی حیثیت برقرار رکھی۔ اگر پہلے یہ براطانی حکومت اور انگریز دشمن کی خلافت میں پیش پیش تھا تو اب انگریزوں کی حیثیت سے جو لوگ برقرار آئے اور ان کو مسلمانوں کا صحیح راہنمای مشہود کیا گیا تو ان میں بھی اکثریت اخیں لوگوں کی تھیں جن کا تعلق پٹنہ سے تھا۔ اس کا ثبوت آئندہ تاریخ ہند کے مطالعہ سے بخوبی مل سکتا ہے۔

یہاں اشارہ ہی کافی ہے۔

### جو خاص ہیں وہ شریک گروہ عام ہیں شار دانہ تسبیح میں امام ہیں!

انگریز ڈبریں نے کافی سے زیادہ تجربے کے بعد محسوس کر لیا کہ مجاہدین کا مقابلہ کرنا اور ان کو ختم کرنا چکی اعتبار سے ممکن نہیں۔ سرحدی اتحاد کو توڑنے کے لیے ان کی حکمت علی نے اب یہ صورت اختیار کری تھی کہ اتحادیوں کو خریدنے زیادہ آسان ہے بہ نسبت ان سے جنگ کرنے کے۔

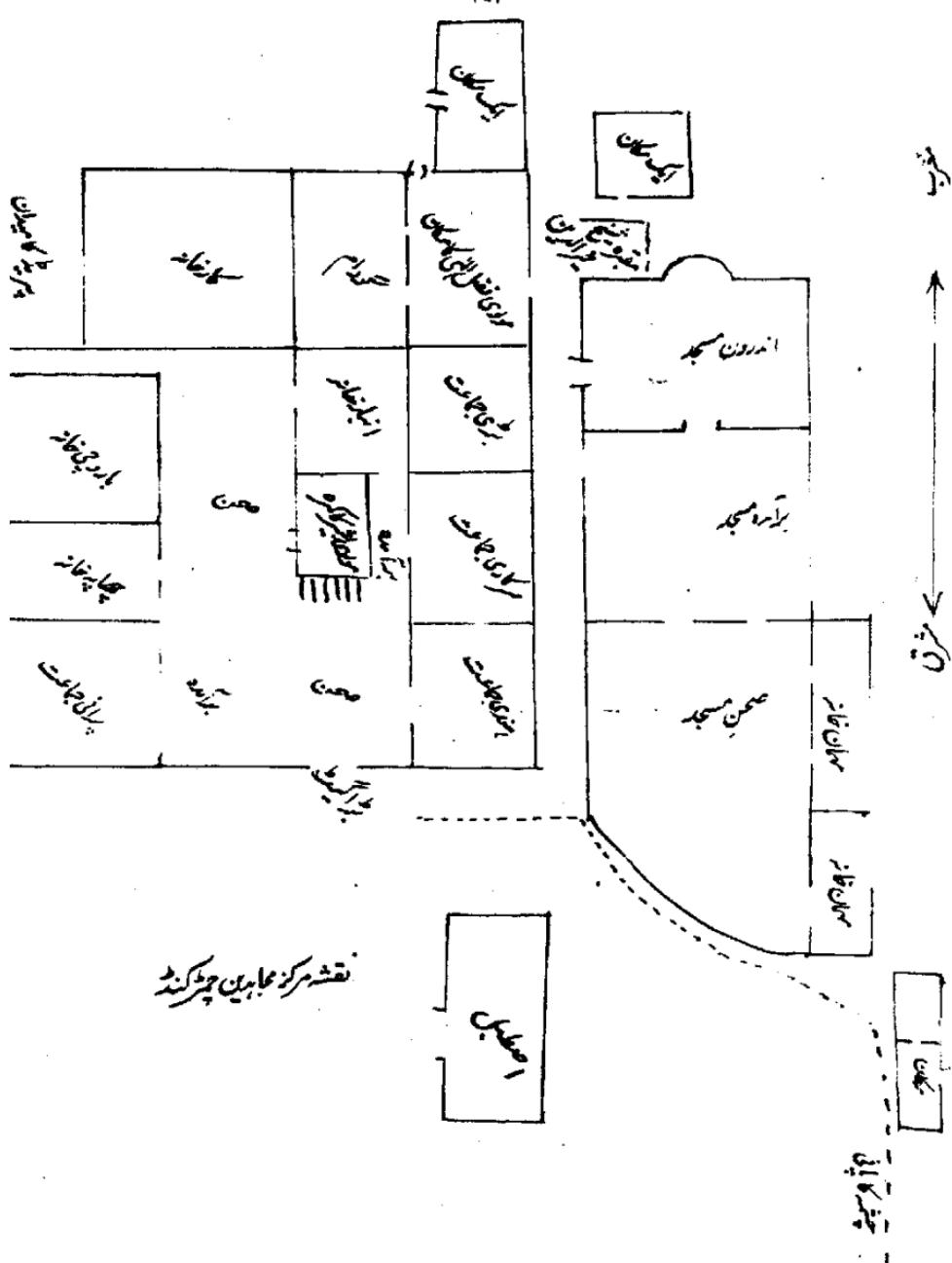
مجاہدین کے لیے اُخرين نے یہ مخفیگ سوچا کہ مجاہدین کے امیر وہ اور سواروں کو ختم کر دیا جائے۔ اور ان کے لیے ایسے لوگوں کی خدمات حاصل کی گئیں جو خفیہ اور اعلانیہ طور پر ان راہنماؤں کو قتل کر دیتے پر آمادہ ہوں۔ ان سازشوں کے منصوبے کو بروئے کار لانے کے لیے سرحد کے صاحبزادہ عبدالقیوم اور اُس علاقے کے کشش روں کیپل سے مدد لی گئی۔ صاحبزادہ عبدالقیوم تو ملا کوٹھا کے نوازے تھے اور کوٹھا کا علاقہ انگریزی عملداری میں تھا اس لیے ان کے ذریعہ سازش کو روحانی تقویت مل گئی اور یعنی کیپل کشش تھا جس کے ذریعہ دنیاہی جاہ و جلال کی حیات میسر رکھی تھی۔ پھر کامیابی میں کیا کسی راقی رکھی تھی۔

چنانچہ اس منصبے کے ماتحت صاحبزادہ عبدالقیوم کو جو سرحد میں پہلے بھی کافی برسرخ

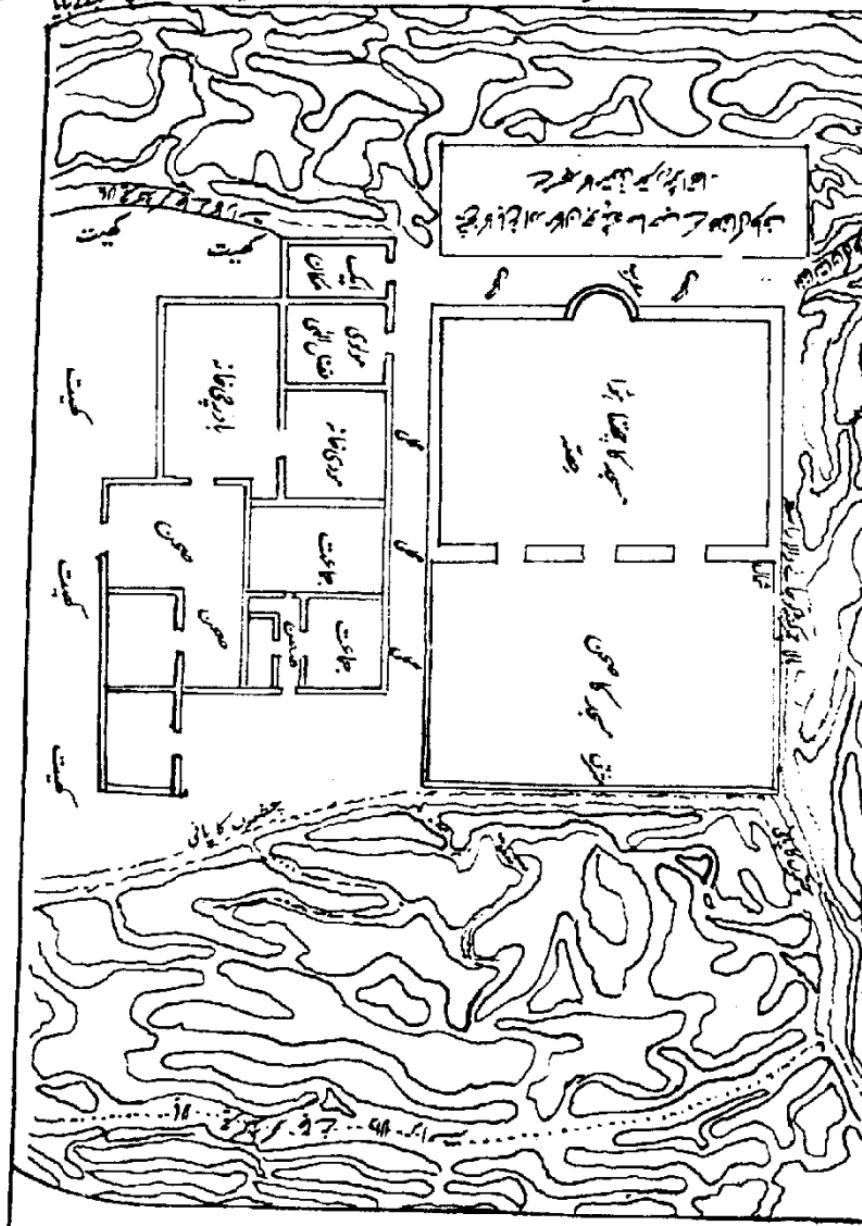
رکھتے تھے سرحدی علاقہ کا سر سید بھی بنادیا گیا تاکہ ان کی وجہت میں کسی کوشش و خبر کی گنجائش نہ رہے۔ اُخضون نے سرحد پار اسلامیہ کالج کی بنیاد رکھی اور اُسے فروغ دیا۔ ملائٹ اُنے اسلامیہ کالج کے مقابل ایک دینی مدرسہ کے قیام کا ارادہ کیا تھا۔ تو سید جبار شاہ نے اس کے خلاف رائے کا اظہار کیا تھا کہ حکومت برطانیہ اسے پسند نہیں کرتی۔ اس خواہ مخواہ جھکڑا کھڑا ہو جائے گا ملائٹ۔ ملائٹ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ سو اس واسطے انھیں اپنے پاس لائے تھے تاکہ ایک مہمی رہنمائی کے ذریعہ اپنے قبائل و حصہ نے پشاور میں۔

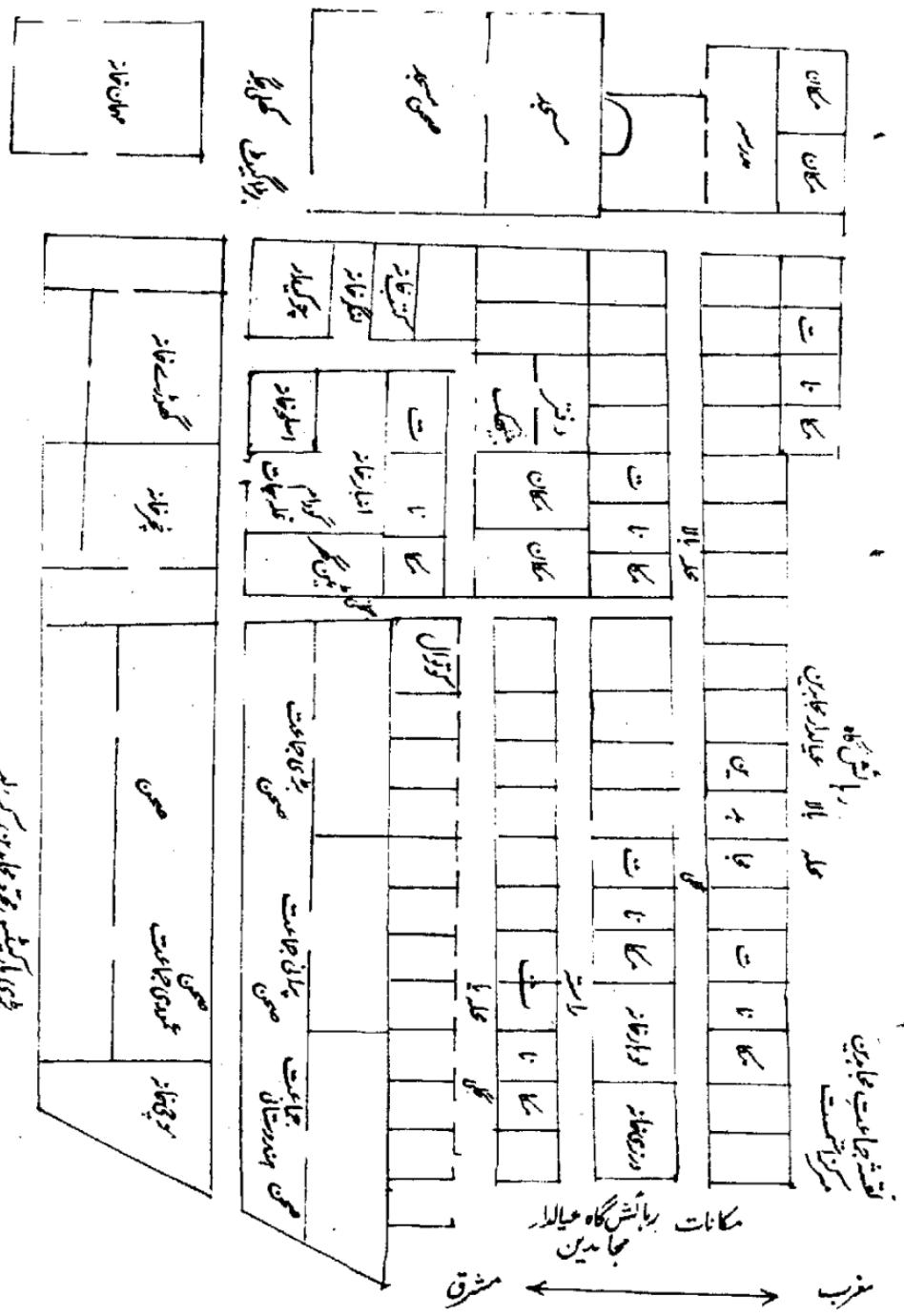
حاجی صاحب ترنگز نے بھی اس قسم کا ایک دینی مدرسہ اپنے حلقہ میں قائم کرنا چاہیئے تھے لیکن حوصلہ نہ ہوا کیوں کہ مشہور کردیا گیا تھا کہ یہ دینی مدرسہ تو ایک خاص حلقہ اور جماعت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ صاحبزادہ عبدالقیوم کو ان کی خدمات کے عرض مسرّ کے خطاب سے نوازا گیا اور مالی اشتراک کی توکوئی حدود تھی۔ آپ کی سازشیں اور منصوبے اس قدر ظاہر ہو گئے تھے کہ افغانستان کے ساتھ جب لاڈ پنڈڑی کا معاہدہ ہوا تو اُس کی ایک زبانی شرط یہ بھی تھی کہ مصالحہ اور روس کیپل کو صورہ بدر کر دیا جائے گا انگریزوں نے اسے تسلیم بھی کیا اور اس پر عمل بھی کیا تھا۔

۱۶۳



چرکنڈ کا نقشہ ۱۹۲۹ء میں





## شہر مکہ

**سکھ** اپنے بادشاہ کے ہندو رہوں کی مختلف شیع اقسام نے گورہ بابا نانک کی دریشی اور پرانی دھرم تو اس کے کئی ایک افراد آپ کے گرد یہ ہرگز اور آپ کی پیروی کرنے لگے ان اقسام نے پیشیت کے تعارضوں کو پورا کرنے کے لیے مختلف کارکنوں کا پیش اختیار کر رکھا تھا اور اکثر ان میں پردی چکان اور دوڑھسوٹی پر ہمیزی زور اور کرتے تھے۔ شہر کے دوسرے گھنے جگلات تھے۔ اگر ان کی تدبیب کے لیے حملہ وقت کوئی کاروائی کرتے تھے تو یہ گھنے جگلات میں جا پہنچتے تھے۔ چنانچہ اکثر ان میں شاہد و شہنشاہ تھے۔ ابتدی ان کی سکارا ایسا این اُن کے گروہوں پر خوف میس۔ اس کوئی بات نہ تھی تھی۔ اسی تھی اس کا کوئی باقی ہندوستان میں بھی پائی جاتی تھے۔ اہم اُنیں زبانہ مشہور پندراہی ہرئے تھے۔

گورہ بابا نانک ۱۵۲۵ء۔ ۱۵۴۷ء میں تلویزی کے مقام پر جستagine کل شکا نہ صاحب کہتے ہیں ایک منور سطہ درجے کے خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے عمر میں گورہ بابا نانک نے اپنے زمانے کے عالم مسلمان حملہ سے فارسی پڑھی تھی اور اسلامی روایات کا سبق بھی لیا تھا۔ جوان ہوئے تو ہندی کمانے کی تکریبی۔ تزویب دولت خاں لوہی کے قوش خانے کی داروغتی پر جناب کا تقرر ہوا۔ عمر بول کی مختلف منزلوں میں مختلف کیفیتیں آپ پر طلبی ہریں۔ چنانچہ شباب میں اگر سکاری طلازمت اختیار کی ترجیح دیں بھی شغل رکھتے تھے۔ عقد کر کے آپ صاحب اولاد بھی ہرئے چور دنیا بالکل چور دی۔ اور عمر کا ایک بڑا حصہ سیاحت میں گزار دیا۔ مریخی بجا تے یا بجا تے اور اس کی سے پر جبو میتھے ہے۔ آبادی سے کنارہ کش تو ہر ہی چکے تھے۔ لگے میں کھنڈ ڈال کر جب آپ جمل میں نکل گئے اور اسی حالت میں آپ گھر لائے گئے تو آپ کی ساس نے سر زنش کی کہ بیٹا تم نے یہ کیا گت بنارکھی ہے کیا خدا اس طرح ملا کرتا ہے۔ اگر خدا رسیدگی اسی کا نام ہے تو میں اس کی قائل نہ ہوں گی یہ کیا باری ہے کہ دنیا سے خود کو اس سے بھاگ گئے۔ سچا خدا پرست تورہ ہے جو دنیا میں رکھ کر دنیا دلوں سے جبار ہے۔ تاریخ پادشا ہی سر پر ہوتا تو گلیم فخر لپیٹھے ہوئے۔

یہ بات دل پر سچھر کی لکیر ہو کر بیٹھے گئی۔ اور بابا نانک کی باقی عمر اگرچہ راہبر اور دریشی میں رہیں لیکن رہیانیت سے قوبہ کرنی تھی ملکہ غیر کی سیاحت میں بیرون ہند۔ غادس۔ ترکستان

عراء سنتے کر مکمل مختاری بھی تشریف نہ گئے تھے۔

آپ نے اپنی زندگی کا مدعا بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ آپ اسلام اور ہندوؤں کے مذاہب میں مطابقت پیدا کرنا چاہتے ہیں اور یوں ایک کھجوری تیار کریں گے جس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی دال مل سکے گی۔

چونکہ آپ راگ کے بہت شوقیں تھے تو اس سلسلے میں بہت سے بھیں یعنی نغمہ ہائے توحید پیش اجات تکھی میں اصل اغصیں کو سن سنا کر مردستہ رہتے تھے۔ البته یہ اپنی مادری زبان پنجابی میں ہیں۔ جنہیں "گزتھ ساحب" کی کتابی شکل میں مختصر کیا گیا ہوا ہے۔

آپ کی وفات کے بعد اس سلسلے میں نو گورو اور ہوئے تھے اور اس سلسلے کا اخیری گورو۔ گورو گو بندگو تھا جس کے حکم سے گورو کا یہ ادارہ ختم طور پر پھیش کے لیے بند کر دیا گیا تھا۔ (۲۷) انگلند اور گورو (۵۲ - ۱۵۳۸) آپ نے اپنی جماعت کے ارشادات کو "گور مکھی" نہ بان میں لکھا تھا۔

(۲۸) اصر داس:- (۴۴ - ۱۵۵۲) آپ نے جماعت کو منظم کیا اور "النگر" کھولا۔ مدعا یہ تھا کہ سب مل کر کھانا کھائیں اور نذلات پات کی کوئی قیمتی باقی نہ رہے۔

(۲۹) رام داس:- (۷۹ - ۱۵۴۴) یہ گورو اصر داس کا والد تھا۔ اس نے رام داس شر کی بنیاد رکھی تھی جو بعد میں امرتسر کھلایا۔ اور وہاں ایک علیحدہ عبادتگاہ "ہر مندر" تعمیر کرایا تھا جسے "دبارِ حب" کہا جاتا ہے یہ پلا گرو تھا جس نے مغل بادشاہوں سے مرا فکت پیدا کی تھی۔

(۳۰) گوروارجن:- (۱۴۰۶ - ۱۵۸۱) آپ گورو رام داس کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ شاعر بھی تھے اور اپنی شاعری کو "آن گزتھ" کہ کتابی صورت میں صح کرایا تھا۔ اور یہ بھی "گزتھ صاحب" کا ایک حصہ تھا۔ آپ کی زیر برداشت مکھی ڈرہبند نے اپنی چادر پھیلائی۔ محض ایک دینی بلکہ فقیری جماعت کے ضیاوی جماعت میں تبدیل ہو کر ان گئی اور دولت دہلی سے مالا مال ہو گئی۔ آپ نے اپنی جماعت کے رہیے ایک انتیازی بس بھی تجویز کیا تھا۔ اب سکھوں کا گورو محض ایک فقیری جماعت کا ہی سربراہ تھا بلکہ ایک معجزہ دنیاوی گروہ بھی آپ کی زیر برداشت چل چول رہا تھا۔ سب یہ جماعت ملک کی سیاست میں بھی حصہ لینے لگی اور حکمرت کی نظروں میں آگئے۔ جماں گیر بادشاہ نے سب سے

پہلے اس فتنے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تھا اور سکھوں کو متنبہ کیا تھا کہ وہ ملک میں بارہ میں کا باعث  
نہ بنت پائیں۔

(۴) ہرگز تبدیل کردی۔ اب وہ دُو تلواریں بھی اپنے تن پر رکھنے لگے۔ ایک تلوار تو دینی کہلانی اور  
دوسروی دینی یا امیری۔ اب اس گروہ نے حکومت کے وقت کی نافرمانی اختیار کی اور ایک علیحدہ حکومت  
کے طلبہ کا رہ جو شے۔ چنانچہ اسی گروہ نے اپنی جماعت کے سرکردہ اور پرجوش افراز کے ریلے ایک خبر طی  
قلخ تعمیر کر لیا اور مہندروں اور سکھوں کو دعوت دی کہ وہ مغل حکومت کے خلاف علم الخاوت بلند کریں اور  
مغل فوج کا مقابلہ فوجی انداز میں کیا جائے۔ حکومت کے ساتھ باعین کا مقابلہ اسی گروہ کی تاخی میں پڑا تھا۔  
(۵) ہر راستے۔ آپ گروہ ہرگز بند کے پوتے تھے۔ دارالشکوہ کی حیات میں جگنوں  
میں شریک ہوئے۔ دارالشکوہ اور نگزیب کا بھائی تھا اور دو فوں میں تخت شاہ جہان کو حاصل کرنے  
کے لیے جگنوں ہر تین تھیں۔ بالآخر دارالشکوہ کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا تھا۔ گروہ کو اور نگزیب نے  
جنگی قیدی بنالیا تھا۔

(۶) گروہ ہر راستے کی دفات کے بعد ہر راستے کا دوسرا بیٹا ہے کہ گروہ تسلیم کیا گیا۔ اس وقت اس  
کی عمر پانچ سال تھی اس سے بھی مغل دوبار میں بلا بیا گیا تھا۔ لیکن وہاں آنحضرت سال کی عمر تھیں لہبی ملک عدم ہوا۔  
(۷) تیج بہادر (۴۶۳-۴۵) اب سکھ جماعت میں بہت اختلاف پیدا ہو گئے اور کسی ایک  
جماعتیں بن گئیں۔ آپ کی اصل رہائش تو صوبہ پهار کے دارالسلطنت پٹیالہ میں تھی۔ آپ کی طبیعت میں  
عجب منافقت تھی۔ کتنا کچھ کرتے کچھ تھے۔ حکومت وقت کے خلاف ہمیشہ سازش کرتے تھے اور  
اپنے کردار کو چھپائے کے لیے کہا کرتے تھے میں تو دیگر بہادر ہوں۔ یعنی میرا طیہہ تو کھانا پناہیا ہے اور  
پکادنیا دار ہوں۔ جماعتی نزار سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن حکومت ان سے غافل نہ تھی۔ اپنے دہلی  
لاٹے گئے۔ عزت و احترام سے رکھا گیا۔ لیکن سازشی عمل سے دست کش نہ ہوئے۔ اخیر ۱۴۶۵ء  
میں قتل کر دیئے گئے۔

(۸) گروہ گونڈ لشکر (۱۴۰۵-۱۴۰۶) آپ گروہ تیج بہادر کے فرزند تھے اور مغل فوج میں  
ٹالوزت اختیار کری تھی۔ زیادہ وقت اور نگزیب کی فوج میں جیسا باد کرن میں گوارا تھا۔ الگ چھپنے

صوبہ بہار میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۴۷۶ء میں اور ۹ سال کی عمر میں گوردن گئے تھے۔

آپ نے اپنی جماعت کو ایک فوجی تنظیم میں منتقل کر دیا تھا۔ اور محل حکومت کے ملازم ہونے کے باوجود حکومت کے خلاف ہوتی تہذیب بند ہو گئی تھی اور لوٹ مار کا آغاز کر دیا تاکہ حکومت کو پریشان کر دیجیں۔ آپ نے سکھوں کا شام کر پان کو داخل نہیں کیا۔ فقیری سے تو رہ کی اور ایسی اختیار کی۔ اخنوں نے سکھوں کے نام کے ساتھ لفظ (سکھ) کا استعمال بند ہی تھا۔ اب یہ جماعت ایک باقاعدہ باعثی جماعت تھی جو ہر وقت حکومت کے ساتھ بر سر پیکار دہتی تھی۔ مسلمانوں کی بیشیت جماعت اشد دشمن تھی۔ گوردوں کے قیام کے ادارے کو ختم کر دیا تھا۔ چنانچہ ان کے بعد گوئی گوردوں ہوا۔ اور گوردوں کا تمام مقام گرتختہ صاحب قرار پایا۔ اس کے دو بیٹے تھے وہ بھی اسی کشکش میں مارے گئے تھے اور خود بھی جیسا تباہی کی پھان کے ہاتھوں مرد کے گھاٹ اتر گیا تھا۔ کیوں کہ اس پھان کے باپ کو اس نے قتل کر دیا تھا اور پھان بچے نے موقع پا کر اسے بھی ختم کر دیا تھا۔ اس نے اپنے سکھوں پر دل کیا۔ پرانی شان مقرر کیے۔ ان کو پانچ لگے کتفتیں۔ کیونکہ ان کے نام کا الفاظ درک، سے شروع ہوتا ہے۔ (۱) کچھ سکھوں کا جانکھیا۔ (۲) کڑا۔ لوہے کا حلقو جو باز پر پہنا جاتا ہے۔ (۳) کرپان۔ چھوڑی کی مانند آن جو کمر میں لٹکایا جاتا ہے۔ (۴) کیس۔ سر کے بیچے بال۔ (۵) کٹاگھا۔ سر کے بالوں کو سنبھالنے کیلئے دیکھتی ہے۔ تقریباً تمام سکھ گوردنے مذہبی رنگ کے تھے ہیں اور ان کو گورو گرتختہ صاحب کتاب کی صورت میں جمع کر لیا گیا ہوا ہے۔ گورو گرتختہ صاحب میں ان کے مذہبی رہنماؤں کے علاوہ درج صرفی شاعروں کے مناجات بھی ہیں اور ان میں بھی ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی۔ اب اس نعمت توحید کو مختلف مروں میں لگایا جاتا ہے اور اسے رنگ کہتے ہیں۔ گورو گرتختہ صاحب میں گوردوں کے دیگر ارشادات بھی درج ہیں۔ اور یہ گورو گرتختہ صاحب، سکھوں کی مقدس ترین کتاب ہے۔ ابتداء میں سکھ ایک فقیری حلقو تھا جس کا مقصد بندوں کی خالاند سرمکی اصلاح تھی جو بندوں مذہبی شعائر کے طور پر لائق ہو گئی تھیں۔ مثلاً ذات پات کی تمیز سقی کی رسم۔ عدو توں کی زلات دولت مذہد اور غریبوں کے درمیان غیر فطری امتیاز۔ وغیرہ۔ ادھن اپر سکھ کی یہ اسی روشن کے صدقے تھیں جو اسلام کی خدمیا پاشی سے ہر ایک گھر کی تاریکی کو دور کر دیتی تھی۔ بالعموم ان کی تبلیغ کا دائرہ۔ ان اقوام میں تھا جو تنخ یعنی اچھتت کا ملاتے تھے اور صوبہ پنجاب کے

اندر ہی محدود تھی۔ زندگی کے لوازمات کا حصول دیسا ہی تھا جو پتے تھا۔ گورنمنٹی اسی طبقے کے شاہ سولہ ہوئے تھے۔ البتہ ان کے پیر و کامان پسے آپ کو گورنر کے رنگ میں رنگ لیتے تھے۔ مطلب یہ کہ ان کے معاشرے میں نمایاں تبدیلی نہ آسکی۔

رفتہ رفتہ انھوں نے ایک ملیحہ جماعت کی صورت اختیار کر لی اور جماعتی تنظیم کی ضروریات پیش نظر رہنے لگی۔ چنانچہ بالکل ملیحہ۔ عبادت کا ہیں تعمیر ہوئیں۔ رہائش کا سامان بھی بالکل ملیحہ۔ ہر لمحہ تجھات اگرچہ ان کے اندر نہ تھی لیکن دیگر اقسام کے ساتھ ان کا دھیروہ دہی تھا جو مت دید سے ان میں راح ہو چکا تھا۔ ماری وسائل کے حصول میں اب ان کے پاس سوائے لوث کھصوف کے اور کوئی قدر یعنی نہ تھا۔ حکومت وقت کے لیے امن و امان قائم رکھنے کے لیے ایک مشتمل پیدا ہو گیا تھا کچھ وقت کے بعد حکومت کو اس طوفہ تبریز ہونا پڑا اور اس کا پھلا مکار اور جماعتی کے ساتھ ہوا تھا۔ اب سکھی نے ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی اور مدت تک زیر نہیں رہی۔

اس طبقہ کے گورنر اگرچہ ذاتی طور پر اچھے اخلاق کے پابند تھے لیکن اپنے مانند والوں کو اپنے ساتھ قائم نہ رکھ سکے۔ جو کچھ یہ کہتے تھے وہ کچھ اور تھا اور جو کچھ یہ کہنے پر مجبر تھے کچھ اور تھا اور ملکہ کے سیاسی حالات نے ان کو اور زیادہ نمایاں کر دیا تھا۔

کابل کی درجنی حکومت جب برسرا تقدیر آئی۔ یکسر دس سے پہلے بھی ان کا عام رویہ یہ تھا کہ کابل بھائی پار کے نزدیک علاقوں پر تاختت و تلازج کرتے تھے۔ پنجاب میں جب سکھوں کی جماعتیں برسرا تقدیر آگئیں تو انھوں نے اسے غنیمت جانا۔ سکھ جیسا کہ ذکر ہوا لوث کھصوف میں ماہر تھے۔ ٹے پایا کہ اگر وہ اس لوث کھصوف میں کابل کے بادشاہوں کا حصہ ملیجہ کر دیا کریں تو پھر کابل حکومت کو پنجاب و کشمیر کے نزدیک علاقوں میں اُدھم جانے کی مددوت باقی نہ رہیں گی۔ چنانچہ زیان شاہ ذاتی کابل نے جو ایک دفعہ پنجاب پر چھٹھا کر کے کافی مال و اسباب لوث کروال پس چلا گیا تھا اس بد نجیت سکھ کو اپنا نائب مقرب کر دیا اور اس میں ایک دستاویز بھی لکھ دی جو بخت شکھ کے پاس ہر وقت رہتی تھی اور بوقت مددوت ہر ایک خلاف کو دکھا بھی دیتا تھا۔

کچھ مدت کے بعد کابل کی حکومت بھی خستہ سے خستہ تر ہو گئی۔ زیان شاہ کو اس کے بجائی نے کابل کے تخت سے آٹا کر لانہ کر دیا۔ اس کے بعد اس کے بھائی شاہ شجاع نے اسے بھی تعلیم کروایا

اور بالآخر خود بھی جلا کر رنجیت سنگھ کے پاس آگیا۔ پہلے لوٹ کھصروٹ کے دُو دعیدار تھا اب تین ہو گئے۔ ایک فرمائرویاں کا بی۔ دوسرا رنجیت سنگھ اور تیسرا نگر نیز جواب دہلی پر اپنے پاؤں پوری طرح جا پچھے تھے۔ پنچاپہ ان تینوں میں ایک معاهدہ قرار پایا ہوا۔ "سرطانیہ یا TRIPARTITE" عہد نامہ کے نام سے مشورہ ہے۔

سرطانیہ معاهدہ۔ شاہ شجاع درنجیت سنگھ۔ اور اولکیڈ۔ گورنر جنرل حکومت انگلشیہ نے اس معاهدے پر ۲۵ جون ۱۸۴۳ء کو وضاحت کئے تھے۔ اس معاهدے کا عنوان یہ قرار پایا تھا۔

THE TREATY OF ALLIANCE AND FRIENDSHIP BETWEEN  
MAHARAJA RANJEET SINGH, SHAH SHOOJA-OOL-MOOLK  
WITH THE APPROBATION OF, AND IN CONCERT WITH THE  
BRITISH GOVERNMENT"

"اتخاد و دوستی کا مطابقہ :-

ہمارا جو رنجیت سنگھ اور شاہ شجاع الملک کے درمیان اتخاذ و دوستی کا معاهدہ ہو، حکومت انگلشیہ کی منظوری حاصل اور مشورے اور اس کی رائے کے ساتھ تقریباً پایا۔

اس معاهدے پر اولکیڈ۔ رنجیت سنگھ اور شاہ شجاع الملک نے وضاحت کیے تھے۔  
اس معاهدے کی روشنی میں اس معاهدے کی بھی تصدیق کی گئی تھی جو پانچ سال پہلے رنجیت سنگھ اور شاہ شجاع الملک کے درمیان قرار پایا تھا۔

اس معاهدے کے قاعدے اول کے مطابق شاہ شجاع خود اس کے جانشین اور وارث تمام سعدی وغیرہ کشیر۔ ہک۔ چھپر۔ ہزارہ۔ خبل (وربند)۔ امہب اس کی تمام ماتحت ریاستوں کے ساتھ۔ پشاور اور یوسف نزیر کا علاقہ۔ خنک۔ بہشت۔ نگر۔ چینی۔ کوہاٹ۔ ہا۔ سنگوہ اور وہ تمام باغلگز اور علاقے جو پشاور سے تھے۔ یہ بریکھ جیلیہ ہوتے ہیں۔ بنوں۔ ونیریوں کا علاقہ۔ لہڈا۔ نکنک۔ گورنگ کالا باخ غوشمال کوڑھ اور اس کے باہگوار علاقے۔ ڈیروہ اسماعیل خاں اور ڈیروہ غازی خاں۔ بالائی نہر سکتیں بلائی چکار ملنگا کا ضلع وغیرہ سے دست برخدا ہو کر رنجیت سنگھ کے حوالے کر دیتے۔

دوسرے قاعدے البتہ مفہوم نہیں تھے۔ شاہ شجاع چھپر گھوڑے بھی ارسال کرے گا۔ جن کا نکشہ دیا

MMA راجہ کو اپنے ہرگواہ اور حمایا راجہ اس کے بھلے میں لپچپ شالیں دیتے گا۔ شاہ شجاع کابل کے مشہور سردارے بھی تھفڑ کے طور پر بھیج دے گا اور حمایا راجہ اس کے مقابلے میں دعوہ کرتا ہے لکھپن ان بارہ کے بھترین چاروں بھیج دے گا۔

بجان کہیں ان دونوں کی نوجوان نے تیام کیا ہرگاہ بہان لکھنے ذبح نہ کی جائے گی۔ ایک قادیہ کی رو سے حمایا راجہ اپنی مسلمان فوج کے پانچ ہزار سپاہی صوبہ پشاور کی حدود میں شاہ شجاع کی مرد کے لیے متعین کروے گا۔ اس موقع پر عجب شاہ شجاع اور حکومت انگلشیہ کی افواج اس کی خواہش کریں گی۔

سکھوں اور سکھا شاہی کے خلاف نہ قرطائی ہردوں نے نہ شاہ شجاع نے۔ نہ دوست خود خان نے اور سلطان محمد خان کتوں سے میں ذکر کرنے ہی پھر کھنخیز ہے کوئی گوشش کی یا جنگ کی طرح ڈالنے کا کہیہ وہ پشاور کا درکار کیا ہے پس قدر مدت تک قابض رہے اور ان علاقوں کے متعلق اپنی جنت کا اظمار موقع بے موقع کرتے رہنے کے عادی تھے۔ یہ محاذ اگر سریجام دی تھیں تو یوسف زیرین کے جیلانی نے یا ناٹک قوم کے ہادر سپوتوں نے جو کسی قسم کے لائی یا نقصانات کی تعقیباً پرواہ نہ کرتے تھے۔ رجیت سنگھ کی قوت کو اگر تباہ و بر باد کیا ہے۔ اس کی سپاہ سے اگر کامیاب کے ساتھ ڈوڈا تھے

کیا ہے تو وہ سید احمد شہید اور سید اکبر شاہ کی شب و روز کی جان فروشیاں تھیں۔

سید احمد شہید آئے اور ایک جانباز جہادی کی صورت میں نہوار ہوئے۔ اور ہندوستان کے جہادی بھی اپنے ساتھ لائے۔ جو اپنے وطن اور رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے خرا کرہ آئے تھے اور ان کے اخراجات بھی ہندوستان کے مسلمان ہی پورا کرتے تھے۔

سید احمد شہید نے تو آ کر ان اقوام کو سکھ ظالموں اور بے دینوں کے بھروسے رہائی دلوائی۔ اگرچہ خود بھی اس کوشش میں بہ رضا و رغبت اپنی جان پر خود بھی اور اپنے ہمراہیوں کے جانوں پر بھیں گئے۔ اور دنیا جانتی ہے کہ سکھا شاہی بھی سید شہید کی شہادت کے پندرہ سال بعد ہی دنیا سے ہمیشہ کے لیے نیست و نبلود ہرگئی سے خدا رحمت کندہ ایں عاشقان پاک طینت را اور کابل کے منافع شاہی خاندان کا استیا اس ہو گیا۔

نہ جا اس کے محل پر کہ جے طوب ہے گرفت اس کی!  
مدد اس کی دریگیری سے کہ ہے بخت انتقام اس کا!

لاہور اشادہ مان حاکم کابل جب اپنے وارالسلطنت کابل والپر جلا گیا تو رنجیت سنگھ کی طاقت دون بین بر رکھنے لگی۔ اب اس کی آزادی پر گرفتار ہوئی کہ لاہور پر قبضہ جاتے۔ اس وقت لاہور تین بھنگی سواروں کے قبضہ میں تھا۔ مان سواروں کے گروہ کو مثل کھٹت تھے۔ ایک سوار گور جو سنگھ تھا۔ اس کے قبضہ میں وہ علاقہ تھا جو موجود قلعہ گور جو سنگھ کی بستی اور شلال ماریا خ کے رویاں دا تھے۔ اس کے قبضہ میں ایک تلعہ بھی تھی کہ اس کی بستی کا نام تعلق ہے۔ گور جو سنگھ میں اس علاقتے میں ایک تلعہ بھی تھا جو اس بستی کا نام تعلق ہے۔

گور جو سنگھ مشہور ہو گیا۔

رنجیت سنگھ نے جب لاہور پر قبضہ کیا تو اس وقت گور جو سنگھ کا بیٹا صاحب سنگھ اس علاقے پر قبضہ کیتے ہو رہا تھا۔ یہ لوگ کسی ضابطہ اخلاق کے پابند نہ تھے۔ اپنے ہی رسماں و رituال رکھتے تھے لیکن وہ بھی ہر ما شے نام ہی ہوتے تھے۔ صاحب سنگھ کی دو بیویاں دیار کرواد رتن کو رہنمایت خواہید کرتا اور صاحب جمال عورتیں قیس۔ صاحب سنگھ کے مرلے کے بعد ان دونوں عورتوں پر بڑیتھے نے چاروں طالب دی اور ان سے تین بچے پیدا ہوئے۔ ملتانا سنگھ کی شیر سنگھ اور پشیدا سنگھ۔ دوسرے بھنگی سوار کا نام لہنا سنگھ تھا۔ اس کا بیٹا چیتہ سنگھ تھا جو رنجیت سنگھ کی آمد پر اپنے باپ کے علاقے پر قابض تھا اور اس کا علاقہ قلعہ لاہور اور فوجی علاقہ تھا۔

تمہارے سو بھائی سنگھ تھا۔ اس کے قبضہ میں وہ علاقہ تھا جو شہر لاہور اور باعث زیب النساء کا درمیانی علاقہ تھے۔ یہاں سو بھائی سنگھ نے ایک تلعہ تعمیر کر لیا تھا جو زوان کوٹ کے نام سے مشہور ہے اور یہ علاقہ بھی ایک بستی کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ رنجیت سنگھ کے محلے کے دروازے سو بھائی سنگھ کا بیٹا اور سنگھ لاہور میں موجود تھا۔

رنجیت سنگھ کا باپ ہے ماسنگھ ایک سہمند اور بدار سپاہی تھا۔ ماسنگھ جوانی کے عالم میں ہی فوت ہر گلی تھا جب کہ رنجیت سنگھ کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ رنجیت سنگھ نے اپنی مان اور نانی سنگھ کو کرے نزیر خان افغانستان زندگی پائی تھی۔ رنجیت سنگھ کی ماں کا اس کے باپ کے دیوان چکٹ رائے سے نامہ اور تعلق تھا۔ چنانچہ جب رنجیت سنگھ بلوغت کو پہنچا تو ان دونوں کا صفا یا کردیا تھا۔ جب تک دیوان زندہ رہا رنجیت سنگھ حصہ ایک وظیفہ خوار تھا جسے دشمن روپے یہ میر و خلیفہ ملتا تھا۔ دیوان کے مر جانے کے بعد رنجیت سنگھ باپ کی بیاست پر قابض ہو گیا تھا۔

رجیت سنگھ کی ماں اور پلی بیری متاب کو جو سدا کوکی بیٹی تھی دنوں بڑپن قصیں۔ درسری بیری خواں سنگھ کی بیٹی راج کر تھی اور تیسرا بیری بہت کوہ تھی جو ولیپ سنگھ کی ماں تھی۔ رجیت سنگھ نے لاہور پر بچھہ اور تصرف کر کے اس حکم نامے کی بہت تشریف کی جو اس نے خدا کی بارشان سے حاصل کیا تھا۔ رجیت اس کارنامے کو ایک کار عظیم اور ہم عالیشان قصور کرتا تھا۔ رجیت سنگھ نے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لیے شہر کے روگ ساسے موافق پیدا کی۔ چنانچہ اس نے مخفی علاوہ اس لاہر حاکم رائے۔ محمد طاہر اور محمد باقر کی اولاد چاہی۔ روگ ساسے شہر نے اُسے اطیان ان دلادیا کر دے اس کے بعد کار حاصل کرنے کے لیے ہر طرح اس کی مدد کریں گے احسان باب میں ایک تحریر خیری خیہ اُسے گوہرا فرالہ بیچج دی جمان رجیت سنگھ ان دنوں مقیم تھا۔ اور شہر کی اصل حالت سے اُسے بیچج طور پر اگاہ کر دیا تھا۔ شہر ان دنوں دیرین تھا۔ محلوں میں خاک اُڑی تھی۔ اکثر کوچے سنسان نظر آئت تھے۔ خدا کی قدامت کا مشابہہ تھا کہ ایسا عالی شان شہر اور اس کی آبادی اس قدر کہ ہر جائے کر اس کی چیختیں ایک چھوٹی سے قبیلے کے رہ جائے۔ بازاروں میں ہمیشہ ہڑتال رہتی تھی کیروں کہ تاجریوں نے سکھوں کے خون سے اپنے کاروبار بند کر دیتے تھے۔

لاہور کے تینوں حاکم ون کو عید اور رات کو شب برات مناتے تھے۔ ہر وقت عیش و طرب میں ڈوبے رہتے تھے۔ انہوں نے جب ختم ہر جانا تو بے چارہ رہا یا پر ٹرٹ پرستی اور لوث کھروٹ سے بونا تھا کہ اُسے اپنے تصوف میں سے آتے تھے اور کروہات میں صرف کر دیتے تھے۔ شہر کی چاروں یلوں کے باہر لوث کا بازار گرم تھا۔ اورہا امنی کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی کسی کو ہمارا ڈائے یا لوث سے تو کوئی پیمان حال نہ تھا بلکہ دستاں کی جد ہو گئی تھی۔

رجیت سنگھ نے شہر کی تحریر کا بیان بجا کر بت خوش ہوا اور حسروں کی ایک رجیت سے کر لاہور روانہ ہوا۔ ٹالہ سے اس کی سماں مذاکرہ پہنچے ساہیں بیٹھے اس کی مدد کر آگئی۔ عرص کی پہلی تائیخ یہ سنگھ لاثہ پرچھا اور نواب خیر خان کے باش میں فریکش ہوا۔ یہ مقام موجودہ گورنمنٹ ہاؤس آفس اصلہ ہے کہ سنگھ کے کر دو نواب خیر خان کی بارہ دری میں تھا اور نواب دزیر خان کی بارہ دری میں رجیت نے اپنے شہر کے کام تھام تجویز کیا۔ لاہور کے تینوں حاکم نے شہر کے تمام دروازے پختہ علات بنوائے کر بند کر دیتے تھے۔ صرف تین دروازے جس میں ایک لاہوری دروازہ تھا کہ دہنندیہ میں ان کی احوالی نے شہر کے باہر رجیت سنگھ کا نافر

سے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اُن کے سپاہی حموئی جائزوں کی طرح اپنے آشیاؤں سے نکلے لیکن پہلے ہی مقابلے میں بھاگ کر اپنے گھوشنلوں میں آ مقیم ہوئے۔ دوسرا روز رؤسائے شہر بر بخت سنگھ سے سانش کئے ہوئے تھے ہر علم دین کو جو دروازوں کی سفراحت پر ہمدرد تھا اپنے ساتھ طالیا چنا پھر اس نے ایک روایت کے مطابق بھائی دروانہ اور دوسری روایت کے مطابق لاہوری دروازہ کھول دیا اور بر بخت سنگھ شہر میں داخل ہو گیا۔ شہر پر قابضوں نے اس کا مقابلہ کرنا چاہا لیکن ہر علم دین نے اُن کو دھوکا دیا اور اُن کو بر بخت سنگھ کے داخلے کا غلط دروازہ بتلدا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بر بخت کچھ زیادہ مقابلہ کے بغیر شہر پر قابض ہو گیا۔ شہر کی محافظت فوج فرار ہو گئی۔ بر بخت نے اپنے ہمراہ یورون کو لوٹ مار کرنے کی مalfat کر دی تاکہ وہ ہر لعنتی کملائے۔ دوسرے دروازے کے آنسے سے فرار ہو گئے مگر سروار چوت سنگھ جو لہذا سنگھ کا بیٹھا تھا اس نے اپنے آپ کو قلعہ کے اندر بن دکر دیا۔ بر بخت سنگھ نے اس کے ساتھ جنگ نہ کی۔ دو چالہ روز کے بعد اس نے قلعہ بھی حوالے کر دیا اور بر بخت سنگھ کی متابعت اختیار کر لی۔

بر بخت سنگھ نے ہر کی ہڑتی عزت کی۔ اس نے نواں کوٹ کی بنیاد رکھی اور بر بخت اُسے بالپر کہ کر لپا رئے لگا تھا۔

وہ فہرست میں بر بخت سنگھ کے ہاں کھڑک سنگھ راج کنور نکاہیں کے بطن سے پیدا ہوا۔ بر بخت سنگھ خدا کی پیدا بیش پر بڑی خوشیاں منائیں اور کئی روز تک محل عیش دھرم رکھی۔ اسی عرصے کے قریب انگریزی حکومت کا سفیر لویس علی خان تھالف نے کراچی کی خدمت میں آیا۔ اس طرح اول اول انگریزوں اور سکھوں میں رابطہ صراحتی پیدا ہوا۔

بر بخت سنگھ نے کابل کی سلطان پٹھان حکومت سے سواری پائی تھی۔ اب وہ سکھوں کی بیچ ہیں طبیعت نے نامہ اٹھاتا ہوا پنجاب میں فتوحات پر فتوحات حاصل کرتا ہوا چلا گیا تھی کہ تمام پنجاب پر تباہی ہو گیا۔ کابل کی حکومت اُس سے درکناہ چاہتی تھی یا توک نہ سکتی تھی کیونکہ ان سکھوں کی رفت کھصروں سے اُن کا مناسب حصہ برابر مل رہا تھا۔ کابل کے حکمران طبیق کو اپنے پنجاب کے ذریز حصوں کی تاختت قراری کی حضورت نہ رہی تھی۔

شاہ نان کے پنجاب سے چلے جانے کے بعد ایک مال سے پہنچنے والے ہمہ رئا کہ اس کے بھائی

محمد نے کابل میں اس سے تخت سے اندر کر اس کی آنکھیں فکال دیں اور خود تخت کابل پر قابض ہو گیا۔ پھر شیر زمان کے تیر سے بھائی شاہ شجاع نے محمد کو تخت سے اندر کر خود اس پر قابض ہو گیا۔ درہلی میں سلطنت تیموری کا چڑاغ سحری ٹھٹسارہا تھا۔ احمد شاہ کی سلطنت کابل میں بھائیوں کی تاتفاق سے وہ داپسین پر بھی۔ رنجیت سنگھ نے اس صورت حال سے خائیہ اٹھا کر بھائیوں کو زیر کرنا شروع کیا۔ وہ پٹھان حکومت کے سربراہ جو اس کی پادشاہت کا باعث تھے پناپ کابل کے حکمرانوں کے قائم کیسے ہوئے حاکم کو جو اس ملک کے مختلف حصوں میں تھے اپنیا اپنا بعدار بناؤں سے نذر انسے اور خراج لینے لگا۔ اور پنجاب کے مختلف حصوں پر پستخ قابض ہو چلا گیا۔

رنجیت سنگھ نے ملتان کے فواب کو بھی اطاعت کرنے کے لیے کہا یکن اس نے صاف اور تنخ بواب دیا۔ رنجیت سنگھ نے ملتان پر کوئی حملہ کیے۔ بہت خوب یونیٹیں ہوتی رہیں۔ رنجیت سنگھ نے توپوں کا بھی بے خابر استعمال کیا تھی کہ بڑے حملے کے بعد دروانے کو تقدیر کر سکھ فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ شہر کو خوب لوٹا۔ ایک ایک الگی کرچے کی صفائی کر دی۔ سفاک سکھوں نے عمر توں اور بچوں کو کپڑے لیا اور قتل و غارت میں بھروسہ ہو گئے۔

رنجیت سنگھ کو اب گنگا میں اشناں کی سو بھی۔ انگریزی علات میں پہنچا تو مرکار انگریزی نے اس کی کمال خاطر دعا رات کی۔ ۱۸۵۷ء میں جبریت راؤ مریٹ اور امیر خان والی ٹوک انگریزوں سے شکست کھا کر جائیں۔ پھر اسوار و پیارہ فوج کے ساتھ فرار ہو کر پنجاب میں آئے۔ لارڈ لیک ان کے لحاظ میں جلال آبلوئنک آیا یہ مقام دیا تھے بیاس کے کنارے آباد تھا۔ جبریت راؤ نے رنجیت سنگھ سے اعلاد کی درخواست کی رنجیت سنگھ نے اعلاد دینے کی بجائے جبریت راؤ کو بند کیا کہ وہ انگریزوں سے صلح کرے۔ اس خمائش پر جسموت رائے نے انگریزوں کے ساتھ مرا فقیر کر لیا۔ رنجیت سنگھ اور انگریزی حکومت میں خوب ملاقات پیدا ہو گئی۔ دونوں گویا ایک ہی قبیل کے چڑبی تھے۔

۱۸۵۷ء میں قصور پر سکھوں نے حملہ دیا۔ نوجوان قطب الدین خان اور نظام الدین کا بیٹا بڑی شجاعت اور مر رانگی سے سکھ فوج کا مقابلہ کرتے رہے۔ یہ جنگ ایک ہیئت تک قائم رہی۔ قلعہ کے استحکام ایسے تھے کہ رنجیت سنگھ اس کو فتح نہ کر سکتا تھا۔ اخیر کار مردوں کی مر رانگی اور باروں کی دلیری کچھ کام نہ رہے سکی وہاں ایک اور تھا کافریب حوصل مقصود کا فدیعہ بن گیا۔ مسلمانوں نے جو رنجیت سنگھ کی متنفی

ساس تھی خان کے آدمیوں سے جو فتح پر مامور تھے سازش کرنی اور اخیر ہماری رقم سے گرفتار کے دروازے کھلا لیئے۔ قطب الدین نے اپنے آپ کو رنجیت سنگھ کے حوالے کر دیا اس جنگ میں سکھوں نے شہر قصودہ کو جو اس زمانہ میں ایک نہایت ہی باور لئے تھا اور بالدار بھی تھا اسالٹا کر رہا تھا کو بالکل تباہ حال اور پامال کر دیا۔ لگوگوں کو یہ لوٹ اب تک یاد ہے سکھوں نے بازار کے کے بازار لوٹ دیئے اور گھوڑوں کا نقڈ و جنس سب کچھ چھٹیا کر لائی صفائی کی کہ بہت سے گھوڑے میں دامت کر دیئے کوئی تک نہ رہا۔ بڑے بڑے مکانوں کو سکھوں نے اُگ لگا دی۔ یہتھا پر وہ طرف عورتوں نے اپنے لگے میں آپ پھانسی لٹکا کر مر گئی۔ شوہروں کو جو روٹیں اور جو روٹیں کو شوہروں کی خبر اور سرت ترد ہی۔

قصور مسلمانوں کی ایک پرانی بستی تھی۔ یہاں مسلمانوں کی بہت نایاب تباہی تھیں۔ سکھوں نے دیگر ایسا کے ساتھ لٹھا اور اسے جاکر روای کے بھاؤ عام بازاروں میں فروخت کر دیں۔ انخان رہیں کا کل اسیاب دہانی۔ ہاتھی گھوڑے نیلورات، جواہرات، ملبوسات، مختلف فرش فروش خیروں غیرہ رنجیت کے ہاتھ لگا۔

اس نفع کے بعد رنجیت سنگھ نے امر سر اور لاجہور میں جشن چڑاغان کیا۔

قصور کے بعد ایک دفعہ چھروہ ملتان کی طرف رُخ کرتا ہوا پایا گیا۔ بعد اس کے ہادل پر کی طرف متوجہ ہوا۔ فواب ہادل پورے جملے سے پسلے ہی نذر ان پیش کر دیا اور رنجیت کا معتمد نامہ مسلمان فیقر عزیز الدین ایک خلعت لے کر ہادل پور پہنچا اور سب کچھ کیتیں لایا۔ اس نے اپنے گھر کو بھی بے مایہ نہ رہنے دیا۔

۸۰۸ء میں جہینہ کی میقل دیوان پشاور و ملی میں انگریزی حکومت کی پناہ حاصل کرنے لئے گئے تو انکی اراضی کوئی صاف جواب نہ دیا گیا۔ رنجیت سنگھ نے جو ایک نیا اور صابر طفیل امر سر میں تھی کہ رایا تھا تاکہ اصلاح اور خود را وغیرہ اس میں جمع کیا جائے تو اس کے لیے فیقر عزیز الدین کے بھائی فیقار امام کو مقرر کیا۔

اس عرصہ میں انگریزی حکومت کو انڈیش پیدا ہوا کہ شہنشاہ فرانس سلطان ترکیہ اور شاہ غارس یعنیوں نے ہندوستان پر حملہ کرنے کی سازش کی ہے۔ اس خازش کو روکنے کے لیے انگریزوں نے

سکھوں اور پٹھاڑوں کی صلح کرادی۔ افغانستان کو شاہ شجاع کے پاس روانہ کیا گیا۔ میکاف بخت بخیت بخیت بخیت  
کے پاس پہنچے۔ بخیت کی بہت سی باقیں تسلیم کر کے اُس کے ساتھ مطالبہ پیدا کر لی گئی۔ کویا  
اب انگریز اور سکھوں کی سلطنت کے دفعہ حزور ہیں۔ مگر وہ کی تقسیم پر جھگڑا پیدا ہو گیا۔ پسند و فریض  
تھے ایک سکھ اور درستے کابل کے حکمران پٹھان۔ اب ایک تیسرا دعویدار انگریز پیدا ہو گی۔ ایسے  
موقعرں پر جھگڑا لازمی ہے۔ اخرباٹ بھے کوں میشی ہوتی ہی رہتی ہے۔

چنانچہ موافقت کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ ملکدار انگریزی حکومت اور دربار خالصہ میں ایک حد  
فاضل میں قائم ہو جائے۔ یہ بھی تسلیم کیا گیا کہ سلطنت اللہ ہر اور انگریزی گورنمنٹ کی حدود کے  
درمیان خود مختاری یا سtron کا ہونا ضروری ہے۔ میکاف اور بخیت سنگھ کی ملاقات قصور میں  
ہوئی تھی۔ بخیت سنگھ اپنے آپ کو تمام سکھوں کا ملک سمجھتا تھا۔ انگریزی سفارگول مول  
جواب دیتا رہا۔ بخیت سنگھ اب تیسرا مرتباً تسلیم کے جزو میں آیا۔ فرید کوٹ اور انہال پر قبضہ  
کر لیا۔ مالک کوٹ اور تھانیس سے نہادنے ایسا اور راج پٹیالہ سے دستار ہی۔

سفیر انگریزی نے اپنی نائبندی اس کاروائی سے ظاہر کی لیکن بخیت سنگھ اپنے ارادہ پر قائم  
رہا اور ان علاقوں میں دست اندزادی کرتا رہا جو تسلیم کے جزو میں واقع ہیں۔ اس کاروائی سے  
انگریزوں کے دل میں بہت سے شکر کپ پیدا ہو گئے۔

جنوری ۱۸۷۶ء میں گورنر جنرل نے اپنی سپاہ سڑیوڑا اخترلوہ کے سرکردگی میں دیلائے جنا  
کے پار پہنچا دی۔ یہ جریل صاحب لورڈ یہ پٹیالہ کی راہ سے لدھیانہ آئے۔ میر سندھ کے سروار دلنے  
انگریزی سپاہ کے آئے سے خوش ظاہر کی۔ بخیت سنگھ کے دل میں بھی اسی سے خوف پیدا ہوا لیکن  
وہ اپنے اولاد سے باز نہ آیا اور ملک متنبھ کر دے اپنا سمجھتا تھا۔

صلح کی جستجو ترقید ہے۔ ۱۸۷۷ء میں رابطہ موافقت ترقی پذیر ہوا اور اپس میں تھاں  
دیئے گئے۔ اب بخیت سنگھ کے بیٹے ٹھٹک سنگھ کی شادی ہوئی۔ اکثر راجھ اور نمازیجے مدھر  
کوئی کہانی میں اسٹریوڑا اخترلوہ اپنے گورنر جنرل تسلیم نہیں کیا تھے۔ جب تقریب ختم ہوئی  
اور نہمان رخصت ہو گئے تو بخیت سنگھ نے اعلیٰ اپنی جنری حدود کو مشتمل کیا اور جالانڈھر کے علاقہ  
میں قلعہ چھوڑ کی بنیاد ڈالی اور دیلان عکم پسند کو قلعہ اسی کا حصہ بندا۔ پھر جیلے بہاؤں سے ملکو پر قبیلہ۔

اب رنجیت سنگھ نے پادشاہوں کی طرز کی زندگی شروع کر دی تھی۔ اور قاعدے سے بھی با اشناہوں کی طرز پر برستے شروع کر دیئے۔ کابل میں شاہ شجاع کو اس کے بھائی محمد شاہ نے تخت کابل سے آٹار دیا اور خود اسے منھال دیا۔ فتح خان برادر دوست محمد خان کو اپنا ذیر عصر کیا۔ شاہ شجاع پنجاب آیا اور ساہی وال میں رنجیت سنگھ سے ملاقات کی۔ رنجیت سنگھ نے اس سے یہ دعوہ کر کے خوش کر دیا کہ میں کشیر ملتان کے باغی صوبوں سے جنگ کر کے آپ کو دے دوں گا۔

۱۸۷۶ء میں رنجیت سنگھ نے تیری یا بار ملتان پر حملہ کر دیا۔ اس موقع پر وہ احمد شاہی توپ بھی با استعمال کی جو اس نے صاحب سنگھ بھنگی والی گجرات سے حاصل کی تھی اور یہ بھنگیوں وال توپ کھلاتی ہے۔ نواب نے ایک لاکھ اسی بہزار روپے کا اندر اندر سے کرا سے لاہور والپیں تھبت کر لیا۔ شاہ شجاع کابل سے فرار ہو کر پہلے ملتان پہنچا اور نواب فتح خان حاکم ملتان سے ملاقی کرنا چاہی۔ لیکن کامیاب نہ ہوئی تو وہ اپنے پرانے دوست رنجیت سنگھ کے پاس چلا گیا۔ رنجیت سنگھ نے اس کی خوب آؤ گھنکت کی۔ اُس نے لاہور میں مبارک جویلی میں ھٹھلایا۔ رنجیت سنگھ کی بے قابلیاں کوہستانی علاقوں پر لیوں کرنے میں معروف تھی۔ اور یہ فتوحات شاہ شجاع کے نام سے کی جاتی تھیں۔ اسی سال انہا شاہ زبان معا پنے عیال کے لاہور آیا۔ چند روزہ بیان مقیرہ کراپنے بیٹے لیوں کو انگریز ہرجنیل اختر لوفی کے پاس لھھیا نہ چیجا۔ لیکن اس کے پیغام کا خاطر خواہ جواب لدھیانے سے بھی حاصل نہ ہوا۔

RNGIET SENGH NEE SHAH SHJAU KI BLYBIS SE NAMEH ATEHAIYAD. AS SHFAS KEE SAATH BIKAO DURDE KIYA KRODE MLTAN AOR KASHIR FUTK KERKE AS KEE HAWAEE KRDSE GA. ۱۸۷۶ء میں کشیر پر چھٹھائی کی اور ایک سال کی ترکتا زیوں سے شاہ شجاع کے نام پر کشیر فتح ہوا۔ افغانوں نے سکھوں سے صاف کہر دیا کر رنجیت سنگھ کو اس فتح سے کچھ سروکار نہیں۔ دونوں میں ایک دفعہ چھپڑھن گئی۔ رنجیت سنگھ نے بڑھ کر ایک پر چینہ کر لیا۔ چنانچہ دونوں میں ایک خورزیز جنگ ۱۲ جولائی ۱۸۷۸ء کو ایک کے قریب ہوئی۔ افغانوں کو شکست ہوئی۔

نقیر فردالدین کی تحریر کیا اتنا ہے:-

”پیر چھائ کے جنوب کی طرف جس قدر سوار تھے ان کا علاقہ جملہ جو فتح کر سمجھا چکا تھا۔

وسط میں اسلام میں رنجیت نے کشیر پر فوج کشی کا پھر ارادہ کیا۔ رنجیت سنگھ کا قابل دیوان حکم چند لاہور میں بیمار پڑا تھا۔ اس نے رنجیت سنگھ کو منج کیا کہ وہ اس مدرس میں کشیر پر جلد مزکر کرے۔ کیونکہ عنقر پر بارش اور برف باری اس ملک میں شروع ہو جائے گی۔ رنجیت سنگھ اپنی تیاریاں مکمل کر پکھا تھا اس لیے ہم ملتی نہ ہو سکی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس فوج کا ایک حصہ سری نگر پنجاب بھی گیا لیکن یہاں یہ مصیبۃ اگئی کہ برف باری بڑے دور سے شروع ہو گئی۔ سکھ مذہب میں تاخت و تاراج کرنے کے خواستھے ہی آسمانی قہر سے سہارا زد کیا۔ مہاجر خود پر پھر میں مقیم رہا۔ اور شکر شہزادہ کھڑک سنگھ کے ماتحت سری نگر پنجاب۔ افغانی فوج نے سکھوں کا مقابلہ کیا۔ سخت جنگ ہوئی۔ لیکن سکھوں کی طرف سے برف کی شدت سے ان کے ہاتھ پاؤں اینٹھے جاتے تھے۔ خنکی اور مٹھنڈوں سے اعضاء کام کرنے کے قابل تر رہے تھے۔ بندوق پائے کی ماری ہوئی اور برف سے اینٹھی ہوئی انگلیوں سے امٹھائی نہ جاتی تھی۔ اور اگر اٹھتی بھی تو نشانہ چلا یا کسی طرف جاتا اور پل کبیں جاتا۔ سکھوں کی جب یہ سالت ہوئی تو افغان ان پر پل پڑے اور ہزاروں سکھوں قبر مصل ہوئے۔ بیویوں ملے سکھوں کا کماندار بھی مارا گیا۔ سکھوں طرف منتشر ہو گئے اور افغانوں نے ان کا تعاقب کیا اور ہزاروں قتل ہوئے۔

۱۔ رنجیت سنگھ کی فوج کے رنگوں پر بھی ان ریاستوں سے بھرتی کیسے جاتے تھے جو انگریزوں کے زیر اثر تھیں اور ان کی تربیت بھی انھیں کے زیر کمان ہوتی تھی۔

۲۔ پندوستان میں انگریزی حکومت کی حکمت عملی کا بنیادی اصول یہی رہا ہے کہ وہ علاقوں کے باشکروں یا فوجیوں یا راجوں کو مختلف چیزوں سے اپنے زیر اثر کر لیتے تھے اور پھر ان سے اپنی سوچی بوجھی تداہیر میں ان سے کام لیتے تھے۔

۳۔ اس کے ساتھ ہی وہ اس بات کا جس اہتمام کرتے تھے کہ ان خود ساختہ اور پرواختہ نوابوں اور راجوں کو اپس میں لڑاتے رہیں تاکہ کوئی ایک اس حد تک نہ پڑھ جائے کہ ان کے لئے خطرے کا باعث شہر۔ ۴۔ چنانچہ سکھوں کو ختم کرنے کے بعد اخنوں نے مسلمان حاکموں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا اور رفتہ رفتہ ان کو ختم کر کے خود قابض ہو گئے تھے۔

۵۔ یہ کہبی ایک اور بھی دوسرے کا ساتھ دیتے تھے۔ انہی امداد کے عوض مراعات حاصل کرتے۔

اپنے سفیر یا اختیار مقرر کرنے جو نیات چلا کی سے علاقے کے حاکم بن جاتے تھے۔

ریخت سنگھ کے مرٹ کے بعد انہوں نے سکھوں کو بھی اسی طرح ختم کر دیا تھا اور بعد میں مسلمان حاکموں کو بھی۔

۴۔ ریخت سنگھ کو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا اور اس سے کسی ہندوستانی حاکم کے ساتھ انخادر پیدا نہ کر دیا۔

# تحریک مجاہدین

**حصہ اول** : صفحات : ۲۸۰  
از ابتدا تا بالا کوٹ تک

**حصہ دوم** : صفحات : ۲۵۰  
بالا کوٹ سے ۱۸۵۰ تک

**حصہ سوم** : صفحات : ۳۱۶

**حصہ چہارم** : صفحات : ۲۵۶

۱۸۹۳ سے ۱۹۰۳ تک

**حصہ پنجم** : صفحات : ۱۹۶  
۱۹۰۵ سے تا اختتام

**حصہ ششم** : حضرت سید احمد شہید کے خطوط کا اردو ترجمہ، فریض  
ہر ایک حصے کی قیمت ۳۰ روپے ہے۔ ہر ایک حصہ مجلد ہے۔  
کتاب کا سائز : ۱۸۵ ۲۳



